تلک من انباء الغیب نوحیہا الیک

یہ غیب کی خبریں ہیں جن کو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں

قرآن و حدیث کی پیشینگوئیاں

تالیف

حضرت مولانا الحاج محمد اسمٰعیل صاحب سنبھلی

شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیۃ بنارس

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی

تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ
یہ غیب کی خبریں ہیں جن کو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں

اخبار التنزیل

قرآن و حدیث کی پیشینگوئیاں

تالیف
حضرت مولانا الحاج محمد اسمٰعیل صاحب سنبھلی
شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ بنارس

ناشر
مکتبہ برہان اردو بازار۔ دہلی

طبع اوّل

جمادی الاوّل ۱۳۹۲ھ مطابق جون ۱۹۷۲ء

قیمت

مجلد چھ روپے
غیر مجلد پانچ روپے

مطبوعہ: جمال پرنٹنگ پریس، دہلی

فہرست

غزوات نبوی و اسلامی فتوحات

منافقین کے متعلق پیشنگوئیاں

مخلفین جہاد کے متعلق پیشنگوئیاں

یہود کے متعلق پیشنگوئیاں

عیسائیوں کے متعلق پیشینگوئیاں

احادیث کے متعلق پیشینگوئیاں

پیش لفظ

محبِ قدیم مولانا محمد اسمٰعیل سنبھلی جن کو قدرت نے مختلف کمالات سے نوازا ہے۔ جماعت دیوبند کے راسخ العقیدہ رکن ہیں اور تقریباً نصف صدی سے قومی و ملّی خدمات اور تبلیغ دینِ متین میں لگے ہوئے ہیں۔ مدتوں میدانِ سیاست کے شہسوار رہے اور اپنی نغمہ سنجیوں اور زورِ خطابت سے قوم کو بیدار کرنے میں بھرپور حصہ لیا۔ اعلاءِ حق کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں، اور اب تھک تھکا کر درس و تدریس اور خدمتِ حدیث کی صف میں کھڑے ہیں بلکہ ان صفوں کے ایک حصے کے مقتدیوں کی امامت فرما رہے ہیں، چنانچہ جامعہ عربیہ آنند (گجرات) اور جامعہ رحمانیہ مونگیر کے بعد ان دنوں جامعہ اسلامیہ (بنارس) کے شیخ الحدیث ہیں اور پیرانہ سالی کے باوجود ذوق و شوق سے یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔

موصوف کی قابلیت اور کمال کا اصل میدان اگرچہ تقریر و خطابت ہے اور ہمارے طبقے کے ممتاز خطیب سمجھے جاتے ہیں، پھر بھی ہمت کر کے آپ نے تصنیف و تالیف کی وادی میں قدم رکھ دیا ہے اور "مقاماتِ تصوف" کے بعد یہ آپ کی دوسری قابلِ قدر تالیف ہے اور مجھے یہ ظاہر کرنے میں مسرت ہو رہی ہے کہ فاضل مؤلف کا یہ قدم ایک مفید علمی اور دینی خدمت کی جانب احتیاط اور بصیرت کے ساتھ اٹھا ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صداقت کا یہ باب زیرِ نظر تالیف سے پوری طرح روشن ہو گیا ہے۔ اس مجموعہ میں قرآن پاک اور فرمودات نبوی کی پیش گوئیوں کو سادہ اور پُراثر انداز میں یکجا کر دیا گیا ہے یقین ہے مؤلف کی سعی مشکور ہو گی اور عوام و خواص سب اس کی برکتوں سے فیضیاب ہوں گے۔

کتاب کی دینی اور تبلیغی افادیت کے پیش نظر طے کیا گیا ہے کہ ندوۃ المصنفین کے معاونوں کی خدمت میں بھی اس کو ادارے کی دیگر مطبوعات کے ساتھ پیش کیا جائے۔

عتیق الرحمٰن عثمانی

۲۴ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ مطابق ۸ جون ۱۹۷۲ء

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

۱۹۴۲ء مراد آباد جیل کو اکابر امت اور عصری علماء و فضلا کے اجتماع نے افادہ اور استفادہ کے اعتبار سے ایک دار العلوم اور بلند پایہ تربیت گاہ بنا دیا تھا۔ روحانی مسرتوں کا کیا پُرلطف حسین منظر تھا جبکہ مرشدی و مولائی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز، مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن، مولانا القادری، حافظ عبد اللہ، حافظ محمد ابراہیم وزیر حکومت ہند، کامریڈ محمد ابراہیم مراد آبادی رحمہم اللہ تعالیٰ، مولانا محمد میاں، منشی معین الدین رئیس سنبھل اور برادر عزیز مولوی عبد القیوم ایسے ممتاز اور یگانہ روزگار حضرات قید فرنگ کی تلخیوں سے شاد کام تھے۔

اس زمانہ میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب مرحوم قصص القرآن کی تالیف میں مشغول تھے۔ غالباً اس کی پہلی جلد ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہو کر خواص و عوام میں شہرت و قبولیت حاصل کر لی تھی مولانا موصوف دوسری جلد کا مسودہ لکھ رہے تھے! اس وقت ایک مجلس میں کہا گیا کہ قرآن مجید اخبار غیبیہ کا حامل ہے اور اس کی یہی خصوصیت اور امتیازی حیثیت اس کے کلام الٰہی ہونے کی دلائل میں سے ایک روشن دلیل بلکہ برہان ساطع ہے۔

اخبار غیبیہ۔ سابق رسولوں اور نبیوں کے فرائض نبوت و رسالت کی انجام دہی، مخاطب

اقوام کی ضلالت و شقاوت اور خدا کے برگزیدہ بندوں کے صبر و ضبط اور غیر متزلزل استقامت
باطل پر حق کے غلبہ کے بکثرت سبق آموز اور حیرت انگیز واقعات ہیں جو آج بھی خدا پرستی کے لئے دلیل
راہ ہیں یا اخبار مستقبلہ ہیں جو نزول قرآن اور اس کی تکمیل تک مختلف آیات میں پیشنگوئی کی
حیثیت رکھتے ہیں اگر دوسرے موضوع پر کوئی کتاب تالیف کی جائے تو بہت مناسب اور
موزوں رہے گی اس رائے کو پسندیدہ قرار دیا گیا اور یہ خدمت میرے سپرد کی گئی۔ مجھے ان
حضرات کی رائے سے اتفاق کرنا پڑا اور اپنی علمی بے مائیگی، علمی بے بضاعتی اور کم ہمتی کے باوجود
اس اہم اور مشکل کام کو اپنے ذمے لیا اور دہلی میں اس کی داغ بیل ڈالدی۔ جیل سے رہا ہونے کے
بعد کئی بار خیال ہوا کہ اس خدمت کو انجام دوں لیکن تدریسی و سیاسی مشاغل کی کثرت اور جمعیۃ
علماء ہند کی نظامت کی وسیع ترذمہ داریوں نے مہلت نہ دی۔ پھر میری کاہلی، سستی بلکہ آرام
پسندی بھی مانع رہی تاہم قرآن پاک کی اس خدمت کو انجام دینے کا دماغ میں تصور اور دل میں
ولولہ تھا اس طرف سے کبھی غافل نہیں رہا بلکہ برابر اس غور و فکر میں لگا رہا کہ کسی طرح یہ اہم اور
ضروری کام پایۂ تکمیل تک پہونچا دوں۔ چنانچہ جب بھی وقت ملا کچھ اشارے لکھتا رہا اور یادداشت
مرتب کرتا رہا۔

اوائل ربیع الاول ۱۳۹۱ھ کو جامعہ عربیہ آنند گجرات سے آٹھ نو سال تک تدریسی خدمت
انجام دینے کے بعد علالت طبع کی بنا پر وطن مالوف سنبھل چلا آیا اور یہیں مستقل اقامت اختیار
کرلی اور اس خدمت کی انجام دہی میں لگ گیا۔

قرآنی پیشینگوئیوں کے اہم موضوع پر کتاب لکھتے وقت اس بات کا بھی خاص طور پر
التزام کیا گیا ہے کہ کوئی بات بلا تحقیق اس میں درج نہ کی جائے اس لئے تفسیر، حدیث، لغت
اور تاریخ و سیر وغیرہ کی کتابوں کی شدید ضرورت تھی سو کچھ کتابیں تو میرے پاس ذاتی موجود
تھیں کچھ خریدی گئیں اور کچھ مستعار حاصل کی گئیں بفضلہ تعالیٰ تمام ضروریات باسانی مہیا ہو گئیں۔
کام کی اہمیت اور وقت کی نزاکت اور اس پر اپنی علمی بے بضاعتی ایسے زبردست

اور حوصلہ شکن مواقع تھے، مگر وفورِ شوق نے آخر ان رکاوٹوں پر قابو پالیا اور کمر ہمت باندھی اور ضعف و نقاہت کی حالت میں بھی جتنا کر سکتا تھا اتنا کیا آخر شب و روز کی عرق ریزی اور جگر سوزی کے بعد یہ "تالیف ہدیۂ ناظرین کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ ناچیز مساعی کو قبول فرمائے میرے لئے سرمایۂ آخرت اور ناظرین کے لئے مشعل ہدایت بنائے، آمین ثم آمین یارب العالمین۔

وجہ تالیف

انسانی ہمدردی اور ادائیگی فریضہ دعوت حق کا تقاضہ ہے کہ دنیا بھر کے انسانوں تک آفتاب نبوت کی شعاعوں کی روشنی پہونچائی جائے "تاکہ وہ توہمات اور خام و بے بنیاد افکار کی تاریکیوں اور باطل پرستیوں کی اندھیریوں سے نکل کر صراطِ مستقیم پر تیزی کے ساتھ گامزن ہوں اور رحمتِ الٰہی اور الطاف ربانی سے بہرہ ور ہوں وہ شمع الٰہی جس کو حق تبارک تعالیٰ نے تمام عالم کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے بھیجا ہے اور جس کے ساتھ دونوں جہان کی کامیابیاں وابستہ ہیں وہ قرآن ہی ہے۔

اگرچہ وہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ عالم ظہور میں آیا لیکن اس میں چند ایسی خصوصیات قدرت نے ودیعت کی ہیں جن سے اس کا کلام الٰہی ہونا صاف روز روشن کی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دعویٰ نبوت کی سچائی اور اپنی رسالت کی صداقت بیان کرنے کے لئے یوں تو بارگاہ رب العزت سے ہزار ہا نشانیاں عنایت ہوئیں آپ کی سیرت و زندگی سے باخبر لوگ اچھی طرح واقف ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر ادا معجزہ اور ہر بات آپؐ کے نبی برحق ہونے کی ایک نشانی اور برہان ہے، لیکن قرآن حکیم کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے اور وہ خدائی نشانات میں ایک بہت بڑا نشان ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دینِ حق اور آپؐ کی نبوت ثابت کرنے کے لئے دیا گیا ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا ایھا الناس قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا ○	خدا کی طرف سے سچائی کا نشان آگیا اور ہم نے تمہارے لئے ایک چمکتا ہوا اور روشن نور اتارا ہے ۔

جب اہل مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی نبوت و رسالت کے ثبوت میں دلائل طلب کئے تب آیت نازل ہوئی :

اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیھم ○	کیا ان کے لئے یہ کتاب جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے اور وہ ان پر پڑھی جاتی ہے نشان بننے کیلئے کافی نہیں جو ان کو اور کسی نشانی کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے ۔)

اسی لئے ہم اس کتاب میں قرآن مجید کے کلام الہٰی ہونے کو ایک خاص انداز اور طریق پر بیان کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ قرآنِ حکیم میں آئندہ آنیوالے واقعات وحوادث کے متعلق قبل از وقت آگاہی دی گئی ہے جن کے وقوع میں ذرہ برابر کبھی فرق نہیں ہوا اور ہر ایک پیشینگوئی اپنے وقت پر ہو بہو پوری ہوتی رہی ہے ۔

یہ امر قرآن کے کلام ربانی ہونے کی زبردست دلیل اور روشن برہان ہے اور اس سے اسلام کی حقانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صداقت روزِ روشن کی طرح دنیا پر ظاہر ہوتی ہے ۔

یہاں پر یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیئے کہ قرآنِ حکیم کی صداقت اور اس کے کلام الہٰی ہونے کو معلوم کرنا صرف غیر مسلم جماعتوں کے لئے فائدہ مند اور نفع بخش نہیں ہے بلکہ جو مسلمان تقلیدی طور پر قرآن شریف کی عظمت ، بزرگی ، اور اس کے کلام الہٰی ہونے کے معترف اور اس کے کلام اللہ ہونے پر یقین رکھتے ہیں ان کے لئے بھی قرآن کی صداقت میں غور و فکر ایمان و ایقان کی پختگی کے لئے مدد و معاون ہوگا ۔

کسی شے کا علم اگر استدلال و براہین کے ذریعہ سے حاصل ہو تو سنی سنائی باتوں اور خوش اعتقادی کی راہ سے حاصل کئے جانے والے علم سے زیادہ مستحکم اور مضبوط ہوا کرتا ہے اسی طرح اگر

کوئی چیز مشاہدہ میں آجائے اور اس کا علم آنکھوں سے دیکھ کر اور کانوں سے سن کر حاصل ہو تو ایسا علم پہلے اور دوسرے درجہ کے علم سے زیادہ پختہ اور یقینی تر ہوگا یہی وجہ ہے کہ جو لوگ علم کی روشنی میں اسلامی صداقت کا مطالعہ کرتے ہیں ان کا ایمان غیر متزلزل اور شک وشبہ کو پھیلنے والا نہیں ہوتا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا ایمان اسی وجہ سے قوی تھا کہ انہوں نے اسلام کی سچائی اور نبی اکرم صلعم کی صداقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور براہین و دلائل کی کسوٹی پر پرکھا تھا آج اگرچہ مشاہدہ کرنے اور آنکھوں سے دیکھنے کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا لیکن براہین و دلائل کی تابانی اب بھی کرۂ عالم اور بسیط ارض کو منور کر رہی ہے۔

لہٰذا دلائل سے یہ کہہ کر آنکھ بند کر لینا کہ ہمیں قرآن مجید کی سچائی پر یقین کامل ہے کسی طرح نہ زیبا ہے نہ مفید خصوصًا ایسی حالت میں جب کہ شبہات وشکوک کی گھٹا ٹوپ اندھیریوں میں سچائی کا راستہ معلوم کرنا اہلِ زمانہ کے لئے سخت مشکل ہو رہا ہے۔

اسی لئے اعجاز قرآنی کے دلائل پر نظر رکھنا گمراہی اور کج روی سے بچنے اور گم کردہ راہوں کی ہدایت اور ان کی صراطِ مستقیم پر لانے کے لئے وقت کی اہم ضرورت اور عصری تقاضہ ہے۔ رب العزت نے مسلمانوں کو قرآن میں غور وفکر کی ہدایت فرمائی ہے کتاب انزلناہ الیک مبارک لیدبروا آیاتہ ولیتذکر اولوالالباب۔ یہ مبارک کتاب ہم نے آپ کے اوپر اس لئے نازل کی ہے کہ سمجھدار لوگ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں اور اس سے نصیحت پکڑیں۔

غرض جس قدر دلائل کی فراوانی اور براہین کی کثرت پیش نظر ہوگی اسی قدر ایمان میں پختگی اعتقاد میں استقامت اور یقین میں قوت حاصل ہوگی۔

اگر مسلمان اس کتاب کا مطالعہ رغبت وشوق اور غور وفکر کے ساتھ کریں گے تو مجھے وثوق ہے کہ ان کے ایمان میں تازگی پختگی اور قرآن کے کلام الٰہی اور نبی کریم صلعم کی صداقت پر ان کا یقین واذعان پختہ ہوگا اور ان کا ایمان آزمائش وابتلا کے اس دور میں غیر متزلزل

اور شک وشبہات سے پاک رہیگا۔

اللہ علیم وخبیر ہے ماضی وحال اور مستقبل کے پیمانے اس کے لئے ناکافی ہیں وہ ازلی ابدی اور سرمدی ہے اس کا علم ازل وابد اور اس کے درمیانی تمام ادوار و ازمنہ پر حاوی ہے اس کی ذات کی طرح اس کی تمام صفات بھی کیف وکم سے بلند ہیں اس کی ایک صفت تکلم ہے جس کو اس نے آسمانی کتاب میں نازل کرکے انسانوں پر آشکارا کیا ہے قرآن کریم اس سلسلہ کی مکمل، جامع اور آخری کتاب ہے جو رب العالین نے حضرت جبرائیل کے ذریعہ آمنہ کے لال رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم پر ہدی للناس اور ھدی للمتقین کی صفت سے متصف کرکے نازل کی یہ مجموعہ کلام الٰہی عقائد، اعمال، ادعیہ، رموز وحکم احکامات قصص اور واقعات کے ساتھ ساتھ آنیوالے زمانے کے بارے میں بہت کچھ بتاتی ہے اس کتاب میں قرآن پاک کی اسی حیثیت پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۱) قرآن مجید میں مسلمانوں کو ان کی فتح ونصرت کی اس وقت خبر دی گئی جبکہ مسلمان کمزور ترین اور دشمن قوی ترین تھے اس وقت مسلمانوں کی فتح کے کوئی آثار نہ ہونے کی وجہ سے دشمنوں نے ان کا مذاق اڑایا۔ مگر زیادہ عرصہ گذرنے نہ پایا تھا کہ دنیا نے اس پیشینگوئی کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔

(۲) قرآن مجید میں خود اس کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا ہے اور اس کو اس طرح پورا کرکے دکھایا کہ آج چودہ سو برس گذرنے پر بھی اس میں زیر و زبر اور لفظ تک کا فرق نہ آسکا جبکہ اتنے عرصہ میں دشمنانِ دین کی ایسی زبردست طاقتیں گذری ہیں جن کے امکان میں اگر ہوتا تو وہ تحریف اور تبدیلی پیدا کرنے میں کامیاب ہوجاتیں۔ مگر آج تک کسی مخالف طاقت کو یہ جرأت نہ ہوسکی اور اگر کسی نے چاہا بھی تو محرومی ہی اس کے حصہ میں آئی۔

(۳) قرآن حکیم میں بعض اقوام کی قسمتوں کا ہمیشہ کے لئے ایسا فیصلہ سنایا گیا ہے کہ جس میں صدیاں گذرنے کے باوجود کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی اور دنیا کی کوئی قہرمانی طاقت بھی

آج تک اس کو بدل نہ سکی۔

(۴) قرآن کا دعویٰ ہے کہ وہ ہر یاد کرنیوالے کیلئے آسان اور سہل بنا دیا گیا ہے اس کے ثبوت میں ہر جگہ اور ہر مقام پر بچے سے لے کر بوڑھے تک ہزاروں حفاظ موجود ہیں۔ قرآن شریف کے علاوہ دنیا میں کسی کتاب کو یہ شرف اور خصوصیت حاصل نہیں کہ زبان دانی اور مطلب و مفہوم سے ناآشنا ہونے کے باوجود کل اور زیر و زبر حرف اور لفظ کے فرق کے بغیر انسانی سینوں میں محفوظ ہوا اور جو شخص مادری زبان تک لکھنا، پڑھنا نہ جانتا ہو وہ پڑھ کر از اول تا آخر فر فر سنا دے۔

ظاہر ہے کہ کسی انسان کے کلام میں یہ خصوصیت اور امتیاز کبھی نہیں پیدا نہیں ہو سکتا۔

دنیا میں بہت سے مذاہب ہیں اور ان کی جدا جدا کتابیں ہیں مگر نام کے لئے بھی ان کو زبانی یاد کرنیوالے تو کہاں دیکھ کر پڑھنے والے بھی ملنے مشکل ہیں۔

ناظرین غور فرمائیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس میں انسانی طاقت کام کر رہی تھی ہرگز نہیں۔

ان حقائق کی موجودگی میں ہر شخص جان سکتا ہے کہ قرآن نے آئندہ واقعات کے متعلق جو پیشنگوئیاں کیں وہ سب کی سب درست اور صحیح ثابت ہوئیں۔

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

آسمانی کتاب کے لئے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے خود واضح الفاظ میں لوگوں کو اس کا یقین واطمینان دلائے کہ وہ کتاب آسمانی اور منزل من اللہ ہے اور دلائل وبراہین سے ثابت کرے کہ اس میں انسانی دماغ کا مطلق دخل نہیں اور یہ کہ وہ صرف اللہ کا کلام اور وحی الٰہی ہے۔

قرآن پاک چونکہ آسمانی کتابوں میں سب سے آخری اور سب سے زیادہ مکمل اور جامع کتاب ہے اور اس کی دعوت کتب سابقہ کی طرح کسی خاص قوم وملک کے لئے نہیں بلکہ تمام ہی نوع انسان اس کا مخاطب ہیں اس لئے قرآن پاک نے نہایت زور وقوت کے ساتھ اپنے منزل من اللہ ہونے کو بیان کیا ہے اس نے ان خصائص اور اوصاف کو صاف اور واضح طور پر آشکارا کیا ہے جن کی بناء پر ہر شخص اذعان اور اطمینان کی روشنی حاصل کر سکتا ہے کہ قرآن پاک کلام اللہ اور وحی الٰہی ہے اس میں انسانی ذہن وفکر کو کوئی دخل نہیں۔ قرآنِ عزیز میں اس سلسلہ کی آیات کو پڑھنے ان میں فکر وتدبر کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس نے ان جملہ پہلوؤں کو بصراحت بیان کیا ہے اور اپنے منزل من اللہ ہونے کے تمام اوصاف وخصائص کو نہایت قوت اور زور کے ساتھ بیان کیا ہے تاکہ لوگوں کو قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے میں کسی قسم کا شک اور تردد نہ رہے۔

یہ مسئلہ دین اسلام کی اساس اور بنیاد ہے اس لئے ضرورت بھی تھی کہ اس پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا چنانچہ قرآن مجید کے اشارۃ النص یا دلالۃ النص سے نہیں بلکہ ظواہر النصوص سے حسب ذیل امور واضح اور عیاں ہیں:

(۱) قرآن پاک اللہ کا کلام اور وحی الٰہی ہے۔

(۲) حضرت جبرئیلؑ کی وساطت سے پیغمبر اسلام علیہ السّلام پر قرآن کا نزول ہوا۔
(۳) قرآن پاک معجز ہے اور انسانی ذہن و فکر اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثل لانے سے قاصر و عاجز ہے۔

قرآن پاک کے بیشمار خصائص اور اوصاف ہیں جن کی بنا پر اس کا کلامِ الہی ہونا ثابت ہے لیکن ان تمام خصائص کے لئے ایک جامع لفظ معجز ہے یعنی قرآن عزیز بوجہ اپنی خصوصیات اور اعلیٰ اوصاف کے اس درجہ اور مقام پر ہے کہ انسانی قوتِ فکر اور قلب و ذہن کی اجتماعی اور انفرادی ہر قوت اس کے مقابلہ اور معارضہ سے قطعاً عاجز اور درماندہ ہے۔

تحدّی جو لوگ شک و تردد میں تھے کہ یہ کتاب منزل من اللہ ہے قرآن میں ان کو تحدی کی گئی ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

اگر تم کو شک ہو اس کلام میں جو نازل کیا ہم نے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورۃ اس جیسی اور بلاؤ ان کو جو تمہارے مددگار ہوں اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔

پھر نہایت تہدید اور سخت انداز میں فرمایا جاتا ہے،

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ○ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ

پس اگر تم ایسا نہ کر و گے اور ہرگز نہ کر سکو گے پھر بچاؤ تم اپنے آپ کو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

ایک مقام پر اس طرح ارشاد ہے،

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ○

آپ کہدیجیے کہ اگر تمام انسان اور جنات متبع ہو کر اس قرآن کی مثل بنانا چاہیں تب بھی وہ سب اس قرآن کی مثل نہیں بنا سکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔

ان آیات میں قرآنی اعجاز کو پیش کر کے سخت ترین تحدی کی گئی ہے اور منکرین کے عجز سے ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے بلکہ اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی کتاب ہے۔

جس طرح موت و حیات، سورج کا طلوع و غروب اور ہر قسم کی کائنات کی تخلیق سے انسان عاجز ہے کیونکہ یہ تمام چیزیں ایک ایسی زبردست قوتِ قاہرہ سے وابستہ ہیں کہ درماندہ اور ہر طرح ضعیف اور کمزور انسان سے ان کی تخلیق قطعاً ناممکن اور محال ہے، اسی طرح اس کے کلام کی مثل بنانا انسان کی قوت اور طاقت سے قطعاً باہر ہے۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ قرآن پاک کے وہ وجوہ اعجاز اور اسباب کیا ہیں جن کی بنا پر اس کی مثل بنانا انسان کی قوت و طاقت سے باہر ہوا۔ علماء اور مفسرین نے قرآن پاک کے وجوہ اعجاز پر کافی گفتگو کی ہے اور نہایت تفصیل سے اپنے اپنے مذاق کے مطابق ان وجوہ کو بیان کیا ہے جنہوں نے عرب کے بڑے بڑے فصحاء و بلغاء اور شعراء و خطباء کو اس کی مثل لانے سے عاجز اور درماندہ کر دیا تھا۔

ابن کثیر، سیوطی اور شاہ ولی اللہ وغیرہم اکابر حضرات نے اس پر نہایت مفصل اور مدلل بحث کی ہے۔ قرآن حکیم چونکہ خود ہی اپنے معجز ہونے کا مدعی ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس نے خود بھی وجوہ اعجاز اور اس کے دلائل پر کافی روشنی ڈالی ہوگی۔

قرآن پاک میں غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس سلسلہ میں خصوصیت کے ساتھ پانچ چیزوں کی وضاحت کی ہے:

(الف) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّیت

(ب) فصاحت و بلاغت

(ج) قرآن پاک کی غیر معمولی تاثیر

(د) قرآنی احکام و قوانین

(۵) گذشتہ اقوام کے واقعات اور آئندہ پیش آنیوالے حوادث کے بارے میں پیشینگوئیاں ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمیت

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ٥

اور آپ تو اس (قرآن) سے قبل نہ کوئی کتاب پڑھے ہوئے تھے اور نہ اسے (یعنی کوئی کتاب) لکھ سکتے تھے ورنہ یہ ناحق شناس لوگ شبہ نکالنے لگتے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخواندہ ہونے پر ایک صریح شہادت ہے ۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ٥

جو اس امی رسول و نبی کی پیروی کرتے ہیں جسے وہ اپنے ہاں لکھا ہوا پاتے ہیں توریت اور انجیل میں

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ٥

ایمان لاؤ اللہ اور اس کے امی رسول و نبی پر جو خود ایمان رکھتا ہے اللہ اور اس کے کلاموں پر اور اس کی پیروی کرتے رہو تاکہ راہ پا جاؤ ۔

عرب میں اُمی ایسے آدمی کو کہتے ہیں جو اپنی پیدائشی حالت پر ہو لکھنے پڑھنے اور علم و فن سے بے تعلق اور کسی کے سامنے شاگرد کی حیثیت سے پیش نہ ہوا ہو چنانچہ عرب کے باشندے بھی امی کہلائے کیونکہ وہ تعلیم و تربیت سے آشنا نہیں ہوئے تھے پیغمبر اسلام کو النبی الامی فرمایا کیونکہ انسانی تعلیم و تربیت کا ان پر سایہ تک نہ پڑا تھا جو کچھ تھا سرچشمہ وحی کا فیضان تھا۔ چونکہ تورات کی بشارت میں پیغمبر موعود کے اس وصف کی طرف اشارہ تھا اس لئے قرآن پاک میں خصوصیت کے ساتھ اس وصف کا ذکر کیا گیا ہے ۔ آیات ماسبق میں قرآن کے منزل من اللہ ہونے کی دلیل یہ بتلائی گئی ہے کہ وہ ایسے نبی امی پر نازل ہوا جو نہ کوئی کتاب پڑھ سکتا تھا اور نہ لکھنا جانتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امی ہونا ایک ایسی حقیقت ثابتہ

ہے کہ کفار مکہ میں باوجود مخالفت، افترا، بہتان بندی اور ہر قسم کی ایذا رسانی کے یہ جرأت کسی کو نہ ہوئی کہ آپؐ کے امی ہونے کا انکار کرتے۔ عکاظ ذوالمجنہ کے سالانہ اجتماعات میں کبھی آپؐ نے کوئی خطبہ، کوئی تقریر، کوئی قصیدہ نہیں پڑھا اور پورے چالیس سال اس میں گذر گئے حالانکہ شباب کا زمانہ تھا۔

اگر قرآنی فصاحت و بلاغت کلام آپؐ کا ایک ذاتی وصف ہوتا تو چالیس سال کی عمر سے پہلے ایک مرتبہ تو اس کا اظہار ہوتا۔

یہ ہے قرآن کا اعجاز کہ عرب کا ایک گوشہ نشین امی کہ لوگ اسے صادق وامین اور راستباز کی حیثیت سے جانتے ہیں لیکن حکمت آپ فصیح و بلیغ کی حیثیت سے اسے کوئی شہرت حاصل نہیں پھر قرآن پاک جب آپؐ کی زبانِ مبارک سے پیش کیا گیا تو اس نے فصاحت و بلاغت ایسے ایسے گوہرہائے گراں مایہ کا انبار لگا دیا کہ بڑے بڑے فصحاء و بلغا کی زبانیں بار بار کے چیلنج کے باوجود اس کے کسی ایک مختصر ترین جزو کا جواب لانے سے بھی گنگ ہو گئیں اور اس امی کی زبان کا ایک ایک لفظ شدید ترین ظلمتوں میں بھی حقانیت و صداقت کا آفتاب جہانتاب بن کر چمکا یہ ہے قرآن کا اعجاز اور یہ ہے ثبوت اس امر کا کہ قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے آپؐ نے صرف بندوں تک پہونچانے کی امانت کا فرض ادا کیا ہے۔

قرآن کی فصاحت و بلاغت

قرآن پاک کے اعجاز کی ایک بہت بڑی دلیل اس کا انتہائی فصیح و بلیغ ہونا ہے۔

قرآنِ عزیز نے اپنی فصاحت و بلاغت کو اس طرح ظاہر کیا

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ ۳۹	قرآن ہے عربی زبان کا جس میں کجی نہیں۔
وَّقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۱۵	قرآن ہے نہایت صاف۔
بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۲۶	کھلی عربی زبان میں۔

فصاحت و بلاغت کے لئے اگرچہ قواعد و قوانین وضع کئے گئے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ فصاحت و بلاغت کے صحیح ادراک اور اس کے مراتب کی معرفت اہل زبان، ارباب ذوق سلیم اور طبع مستقیم ہی کر سکتے ہیں۔

قرآن پاک کے نزول کے زمانہ میں عرب کا بچہ بچہ شعر و شاعری کا ذوق خداداد رکھتا تھا آتش بیان خطبا قبیلہ قبیلہ میں موجود تھے جو کسی بڑے سے بڑے شاعر و خطیب کے کلام کو خاطر و نظر میں نہیں لاتے تھے فصاحت و بلاغت کا جوہر لوگوں کے خمیر میں پڑا ہوا تھا اور وہی ان کیلئے سب سے بڑا سرمایہ ناز و افتخار تھا۔ اب غور کرو فصاحت و بلاغت اور شعر و خطابت کی اس گرم بازاری کے عہد میں مکہ کی خاک پاک سے ایک نبی امی کا ظہور ہوتا ہے اور وہ چالیس سال خاموش زندگی بسر کرنے کے بعد یکایک ایک نئے پیغام کی دعوت لے کر اٹھتا ہے اور اس دعوت کی سچائی کے ثبوت میں قرآن پاک کو پیش کرتا ہے۔ اس کلام کو پیش کر کے وہ عرب کے نامور شاعروں، آتش بیان خطیبوں اور میدان فصاحت و بلاغت کے شہسواروں کو ایک مرتبہ نہیں بلکہ بار بار نرمی اور لین سے نہیں بلکہ نہایت سخت زجر و توبیخ کے انداز میں پھر یکے بعد دیگرے نہیں بلکہ سب کو ایک ساتھ چیلنج دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ اس کے دعوی کی تکذیب میں سچے ہیں تو سارے قرآن کا نہیں بلکہ اس کے مختصر ترین جز کا مثل لا کر دکھلا دیں۔

پھر کیا یہ حقیقت نہیں کہ اس نبی امی کی مخالفت و خصومت میں مخالفین نے کیا کچھ نہیں کیا اور کیا کچھ نہ کہا لیکن کیا عرب کے یہ نامور شعراء و خطباء سب مل کر بھی قرآن کی تحدی کے جواب میں اس کی کسی ایک سورت کا مثل لا سکے؛ ہرگز نہیں۔

سب کی زبانیں گنگ تھیں اور قوت فصاحت و بلاغت مفلوج۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ قرآن اپنی غیر معمولی فصاحت و بلاغت کے باعث تمام عرب کے لوگوں کو مسخر کر چکا تھا بچہ بچہ کی زبان پر قرآن کی آیتیں تھیں جنہیں وہ بلا تکلف بول چال، تقریر و خطابت میں استعمال کر کے اپنے کلام کو مزین کیا کرتے تھے۔ انداز خیال، اسلوب

بیان اور طرزِ کلام و گفتگو قرآن کے نظم کلام سے متاثر تھے اور نزول قرآن کے بعد نظم و نثر، تقریر و تحریر قرآنی اسلوب کا تتبع علمی حلقوں کا سرمایۂ افتخار بن گیا تھا۔

قرآنِ پاک کی غیر معمولی تاثیر

کفارِ مکہ نے محض اپنے عناد کی وجہ سے قرآن اور اس کے اعجاز کا انکار کیا ورنہ جو لوگ اس نعمت سے بہرہ مند تھے ان کے صدہا واقعات آپ کو ایسے ملیں گے کہ قرآن کو ایک مرتبہ سن کر ہی اس کے کلامِ الٰہی ہونے کے معترف ہوئے۔

تمثیلاً چند واقعات لکھے جاتے ہیں:

عتبہ بن ربیعہ قریش میں صاحبِ اثر و رسوخ شخص تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حٰم تنزیل من الرحمٰن الرحیم کی سورت کا کچھ حصہ سن کر جب اپنی قوم میں گیا تو بے حد متاثر تھا اور یہ اثر اس کے چہرہ بشرہ سے ظاہر تھا اس نے اپنی قوم سے کہا خدا کی قسم میں نے ایک ایسا کلام سنا ہے کہ اس جیسا آج تک سنا ہی نہیں تھا۔ خدا کی قسم یہ کلام ہرگز ہرگز شعر ہے نہ جادو اور نہ کسی کاہن یا نجومی کا قول ہے اے قریش تم میری بات مان لو۔ (شرح زرقانی علی المواہب، جلد ۵، صفحہ ۹۹/۹۵)

انیس جو قبیلہ غفار کے نامور شعرا میں سب سے بڑے شاعر تھے ان کے بڑے بھائی ابوذر غفاریؓ نے ان کو مکہ میں پیغمبر اسلام کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآنِ حکیم کی چند آیات سن کر واپس گئے تو اپنے بھائی ابوذر غفاریؓ سے کہا کہ لوگ ان کو شاعر، ساحر، کاہن کہتے ہیں لیکن میں نے ان کا کلام سنا ہے اور میں شعر کے اسالیب و طرق سے بخوبی واقف ہوں میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو ان سب پر منطبق کر کے دیکھا واللہ وہ ان سب سے الگ اور ایک عجیب اپنی خصوصیت کا منفرد کلام ہے۔ بخدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور قریش کے لوگ جھوٹے ہیں۔ (صحیح مسلم اسلام ابوذر غفاریؓ)

ولید بن مغیرہ قریشی دولتمند اور فصاحت کا امام تھا جب اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سوا یت اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ الخ کو سنا تو اس قدر متاثر ہوا کہ دوبارہ سننے کی درخواست کی اور دوسری مرتبہ سن کر کہا خدا کی قسم اس کلام میں اور ہی شیرینی ہے کئی قسم کی تازگی بھی ہے اس نخل کا اعلیٰ حصہ ثمر آور ہے اور اس کا زیریں حصہ مضبوط تنا ہے. کوئی بشر اس جیسا کلام نہیں کہہ سکتا.
(زرقانی جلد پنجم صفحہ)

شاہ حبش کے دربار میں جب حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی تلاوت کی تو وہ اس درجہ متاثر ہوا کہ بے ساختہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے پھر بولا خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔ (مستدرک حاکم جلد دوم ص۳۱۰)

علاوہ ازیں صحابہؓ کے واقعات دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ قرآن پاک کس قدر موثر تھا. خود حضرت عمرؓ جنھوں نے اپنی بہن فاطمہؓ کو زدوکوب کر کے زخموں سے چور کر دیا لیکن جب اپنی بہن فاطمہؓ سے سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ سنا تو حال دگرگوں ہوگیا ایک ایک لفظ دل پر تیر و سنان کا کام کرتا تھا یہاں تک کہ جب حضرت فاطمہؓ بنتِ خطاب وَآمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ پر پہونچیں تو وہ بے ساختہ پکار اٹھے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

حضرت عثمان بن مظعونؓ سورۂ نحل کی آیت ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الخ سن کر متاثر ہوئے اور مسلمان ہوگئے جبکہ گھر سے شمع رسالت کو بجھانے کا عزم کر کے چلے تھے اور اب اس شمع کے پروانے بن کر ہو لے.

حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت ابوسلمہؓ، حضرت ارقم بن ابی ارقمؓ اس کتاب کی مقناطیسی کشش سے کھنچ کر اسلام لائے تھے اس قسم کے اور بھی ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں واقعات کتب تاریخ وادب اور حالات صحابہؓ سے پیش کئے جا سکتے ہیں ان واقعات سے قرآن پاک کا حیرت انگیز اثر روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کیا روئے زمین پر اپنی تاثیر کے لحاظ سے کوئی کتاب ایسی ہے؟ اس کا جواب خاموشی!

قرآن پاک کے احکام و قوانین

قرآن پاک میں جو احکام و قوانین بیان کئے گئے ہیں وہ اس قدر صحیح جامع اور مکمل ہیں کہ معاشرت تہذیب و تمدن، نکاح و طلاق، بیع و شراء، تقسیم میراث اور عام معاملات و اخلاق کے احکام و قوانین کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو اس زمانہ میں جبکہ علوم و فنون کی بڑی گرم بازاری اور انسانی عقل و خرد کی حیرت انگیز ترقی و بلندی کا دور دورہ ہے تمام متمدن اور ترقی یافتہ قوموں کے وضع کردہ اصول و ضوابط قرآنی قواعد و قوانین کے مقابلہ میں ناکام اور ناقص ہی ثابت ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جب دوسری قوموں کو بھی کبھی اپنی سوشل اصلاح کا خیال پیدا ہوا تو انہوں نے اپنی قدیم مزعومہ یا اصلی مذہبی روایات کو ترک کرکے اسلام کے احکام و قوانین کے دامن میں پناہ لی ہے۔

مثال کے طور پر یورپ نے ایک زمانہ تک اسلامی قانونِ طلاق کا مذاق اڑایا تعدد ازدواج پر طعنہ زنی کی مسلمانوں کے جہاد کو وحشت و بربریت کہا مگر آخر کار اس کو خود طلاق کا قانون وضع کرنا پڑا لیکن اس میں یہ بیجا تصرف کیا کہ حق طلاق مرد کی طرح انہوں نے عورت کو بھی دیا اس کا نتیجہ جو کچھ برآمد ہوا وہ باخبر اشخاص سے مخفی نہیں کہ فطرۃً زود رنج اور جلد متاثر ہونیوالی کو یہ حق دینے کی وجہ سے کثرتِ طلاق سے ان لوگوں کو کس طرح معاشرتی زندگی میں بے اعتدالی ناہمواری اور ابتری کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ ہندوؤں میں عقد بیوگان نہیں تھا مذہبی اعتبار سے اس کو بڑا پاپ اور گناہ سمجھتے تھے کیونکہ ہندو دھرم میں ازدواجی تعلق ناقابل شکست ہے، موت بھی اس اٹوٹ رشتہ کو نہیں توڑ سکتی۔ لہٰذا عقدِ ثانی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لیکن جب اس کی وجہ سے ان کی سوسائٹی میں اخلاقی معائب پیدا ہونے لگے اور ان کو اپنی اصلاح کا خیال دامن گیر ہوا تو نبی امی صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے استفادہ پر مجبور ہونا پڑا یہی حال میراث کا ہے بیٹی کو اپنے باپ کے ترکہ میں سے کوئی حصہ نہیں ملتا تھا اب جب ہندوستان میں سماجی اصلاح

کی کوشش ہورہی ہے وہاں برملا کہا جارہا ہے کہ بیٹی کو بھی حصہ ملنا چاہیئے اور آج یہ حق ہندو خواتین حاصل کرچکی ہیں تعدد ازدواج کی اجازت کو یورپ بنظر تحسین دیکھتا ہے اور کہنے لگا ہے کہ درحقیقت اسلام میں اس اجازت سے بہت سے اخلاقی خواہش و مفاسد کا انسداد ہوتا ہے اور یہ اس کا بہترین ذریعہ ہے یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیئے کہ دوسری شادی کرنیکا شریعت اسلام میں حکم نہیں دیا گیا ہے بلکہ اجازت دی گئی ہے اس امتیاز کے نظرانداز کرنے سے ہی معترضین جرأت اعتراض کرسکتے ہیں جو ان کی کوتاہ بینی کا ثبوت ہے۔

جس جہاد کو یورپ وحشت و درندگی کہتا ہے آج دیکھئے وہاں کیا ہو رہا ہے اور وہ بی زبان سے کس طرح اس حقیقت کا اعتراف کررہا ہے کہ جب تک دنیا شروفتنہ، خواہش نفس اور اغراض فاسدہ کی آماجگاہ ہے حق کی حفاظت کے لئے طاقت سے کام لینا پڑے گا اور عملاً یورپ کی مہذب اقوام نے اپنے مقاصد کے لئے کب طاقت کے استعمال کو گریز کیا ہے بلکہ زیادہ تر غیروں کو ہی نشانہ بنایا ہے۔ غور کر کے دیکھیں یہ قرآن کا اعجاز نہیں ہے کہ اس نے دنیا کے سامنے جو قوانین پیش کئے ہیں وہ اس قدر نافع ہیں کہ اس دور ترقی میں بھی اگر کسی قوم کو اپنی اصلاح کا خیال دامنگیر ہوتا ہے تو قرآن ہی کے قوانین اختیار کرنا پڑتے ہیں اور اپنی مذہبی روایات کو پس پشت ڈال دینا پڑتا ہے۔ مسلمانوں نے اگر اپنی ترقی کیلئے دوسروں کے دامن میں پناہ لی اور اپنے احکام و قوانین کو ترک کیا تو قعر مذلت میں گر پڑے اس سے قانون قرآن کی رفعت و علو شان کا پتہ چلتا ہے (کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ)۔

گذشتہ اقوام کے حالات

قرآن حکیم کے اعجاز کی ایک بین دلیل اور روشن برہان یہ ہے کہ اس نے گذشتہ اقوام و ملل کے ان صحیح حالات و واقعات کو بیان کیا ہے جن کے علم و ادراک کا کوئی ذریعہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کے پاس موجود نہ تھا ظاہر ہے کہ گذشتہ زمانہ کے واقعات کا علم آپ کو کن ہی ذریعوں سے ہوسکتا تھا

ان تینوں ذرائع کی آپؐ کے حق میں نفی کی گئی ہے۔

اولاً۔ یہ کہ جملہ واقعات آپ کے سامنے پیش آئیں اس کی نفی قرآن پاک نے اس طرح کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ارشاد ہے:

وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ وَلَٰكِنَّا أَنشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَلَٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَٰكِن رَّحْمَةً مِّن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝

اور آپ پہاڑ کے مغربی جانب موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو احکام دیئے تھے اور نہ آپ ان لوگوں میں سے تھے جو (اس وقت) موجود تھے لیکن ہم نے بہت سی نسلیں پیدا کیں پھر ان پر زمانہ دراز گذر گیا اور نہ آپ اہل مدین میں قیام پذیر تھے کہ ہماری آیتیں ان کو پڑھ کر سنا رہے ہوں لیکن ہم آپ کو رسول بنانے والے تھے اور نہ آپ طور کے پہلو میں اس وقت موجود تھے جب ہم نے موسیٰ کو آواز دی تھی لیکن آپ اپنے پروردگار کی رحمت سے نبی بنائے گئے تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

ثانیاً۔ ان جملہ واقعات کو کسی کتاب میں پڑھنے اس کی نفی اس طرح کی گئی ہے:

مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ ۝

آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا چیز ہے۔

ثالثاً۔ پیغمبر اسلام علیہ السلام ان واقعات کو کسی سے سنتے قرآن پاک نے اس کی بھی نفی کی ہے۔

تِلْكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنتَ تَعْلَمُهَا أَنتَ وَلَا قَوْمُكَ مِن قَبْلِ هَٰذَا

یہ غیب کی خبریں ہیں ہم ان کی آپ کی طرف وحی کرتے ہیں اس سے پہلے ان کو نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم۔

قرآن حکیم کی اس تصریح کے مطابق قریش نہ اہل کتاب ہونے کے باعث گذشتہ اقوام

ملی کے واقعات سے قطعاً نا آشنا تھے آپ امی تھے اور صرف دو مرتبہ آپ نے ملک شام کا سفر کیا ہے ایک مرتبہ اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ عہد طفولیت میں اور دوسری مرتبہ عہدِ شباب میں اور وہ بھی چند روز کے واسطے باقی عمر کا سارا حصہ اپنی قوم قریش ہی میں بسر ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ قریش جس طرح آپ کی اُمیت کے منکر نہ تھے اسی طرح ان واقعات کے متعلق قریش میں سے کسی کو بھی کبھی یہ کہنے کی جرأت نہ ہوئی کہ یہ واقعات آپ فلاں شخص سے سُن کر بیان کرتے ہیں۔ اب قرآن پاک کے ارشاد نوحیہا الیک سے خود بخود واضح ہو جاتا ہے کہ اس میں واقعات کے بیان کا سرچشمہ بجز وحی الٰہی کے اور کچھ نہیں ہے پس قرآن مجید کے معجزانہ اسالیب میں سے ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ اس نے گذشتہ قوموں کے واقعات ان کے نیک و بد اعمال کے ثمرات و نتائج کو یاد دلا کر آنیوالے انسانوں کو عبرت و بصیرت کا سامان مہیا کیا ہے۔

یہاں پر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہنی چاہیئے کہ قرآن حکیم کا اصل مقصد نفوس بنی آدم اور بنی نوع انسان کے عقائد و اعمال و اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

اس کا مقصد تاریخ بیان کرنا نہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ واقعات کے بیان کرنے میں تاریخی اسلوب بیان کے درپے نہیں ہوتا اور نہ وہ ایک مورخ کی حیثیت سے کسی واقعہ کے جملہ اجزار کو بیان کرتا ہے بلکہ وہ ان ہی بعض اجزار کو معرض بیان میں لاتا ہے جو عبرت و نصیحت کیلئے ضروری ہیں اور واقعات و قصص بھی ان ہی انبیار و اقوام کے بیان کرتا ہے جن کے اسمار اور کچھ اجمالی حالات سے اس وقت اکثر لوگ واقف تھے اور جن کے بارے میں بہت سے غلط واقعات مشہور اور بحث کے موضوع تھے۔ غیر معروف تواردات سے قرآن پاک تعرض نہیں کرتا کیونکہ اس سے بجائے اعتبار و تذکر کے طبیعت نفس واقعہ میں الجھ کر رہ جاتی ہے اور یہ قرآن کے مقصد کے بالکل خلاف ہے نیز واقعات کے بیان کرنے سے اصل غرض چونکہ خوابیدہ قوائے فکریہ کو بیدار کرنا اور عقائد و اعمال کی اصلاح کرنا ہے اور اس غرض کے پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مختلف اسلوبی پیرایوں سے طبعی رجحانات کو حقائق کی طرف بار بار متوجہ کیا جائے اس لئے قرآن پاک

حسب موقع و محل ان واقعات و قصص کو تکرار کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ تکرار واقعات اسی لئے ہے کہ مقصد واقعات کی تفصیل و تشریح نہیں بلکہ افادی پہلو یعنی عبرت پذیری کا سامان پیدا کیا جائے۔

آئندہ آنیوالے واقعات کی پیشینگوئیاں

قرآن حکیم نے جس طرح گذشتہ اقوام و ملل کے صحیح حالات اور واقعات بیان کئے ہیں اسی طرح آئندہ آنیوالے واقعات اور حوادث کی پیشینگوئیاں بھی کی ہیں اور وہ قرآن میں ایک دو نہیں بلکہ بکثرت ہیں جو حرف بحرف پوری ہوئیں۔

دنیا میں کسی امر کو ثابت کرنے کے لئے واقعات اور حقائق سے بڑھ کر کوئی اور قوی شہادت نہیں ہوسکتی ایک شخص جو طبیب ماہر ہونے کا مدعی ہے وہ اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں ان لاعلاج اور اپنے امراض کی صحت سے مایوس ہوجانے والے مریضوں کو پیش کرتا ہے جن کو اس کے علاج سے صحت اور شفا حاصل ہوئی ہے۔ ایک انجینیر اپنے بنائے ہوئے آلات انجن اور مشینوں کو پیش کرتا ہے، ایک خوش نویس اپنے لکھے ہوئے کتبہ کو سامنے لاتا ہے، ایک شاعر اپنے قصیدہ کو اپنی شاعری کے کمال کے ثبوت میں پیش کرتا ہے اسی طرح قرآن حکیم کے معجز ہونے کے ثبوت میں قرآن حکیم کی وہ پیشینگوئیاں بھی ہیں جو آئندہ آنیوالے واقعات کے متعلق کی گئی ہیں اور چودہ صدیوں کا طویل زمانہ شہادت دے رہا ہے کہ نزول قرآن پاک کے بعد سے آج تک وہ پیشینگوئیاں بھی صبح صادق کی روشنی کی طرح دیدۂ بصیرت کے نور کی افزائش رہی ہیں۔ قرآن پاک میں جو پیشینگوئیاں کی گئی ہیں ان میں چند باتیں خاص طور پر ملحوظ ہیں،

اولاً۔ ہر پیشینگوئی نہایت جزم و یقین کے ساتھ کی گئی ہے ان میں کاہنوں اور نجومیوں کی پیشینگوئیوں کی طرح کا ابہام نہیں ہے۔

ثانیاً۔ پیشینگوئیاں انسانی نقطۂ نگاہ سے ایسے ناسازگار حالات و کوائف میں کی گئی

ہیں کہ آثار و علامات کے اعتبار سے ان کے پورا ہونے کا ضعیف سا بھی احتمال نہیں ہو سکتا تھا۔

تاہم، پیشینگوئیاں حرف بحرف صحیح ثابت ہوئیں اور بہت سے لوگ قرآن پاک کے اس اعجاز کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہے ہیں۔

عہادِ مستقبل کا قطعی علم کسی انسان کو نہیں

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا ؕ — کسی شخص کو یہ بھی پتہ نہیں کہ آنیوالے کل کو وہ کیا کرے گا۔

علم غیب کا مالک صرف رب العالمین ہے۔ رب العالمین ہی اپنے برگزیدہ انبیاء ورسل پر غیب کا اس قدر حصہ ظاہر فرماتا رہا ہے جس کی ان کو ضرورت ہوتی یا جس کی ضرورت ان کی صداقت و رسالت کے یقین دلانے کے لئے ضروری سمجھی گئی۔

فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ — وہ غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر جس رسول سے وہ خوش ہو۔

نبی کے معجزات کا انکار کرنے والے اور شکوک و اوہام کے دامن میں گرفتار تو بہت پائے جاتے ہیں لیکن مستقبل کے واقعات کے اطلاع کی صحیح "تاویل ایسے لوگ بھی نہیں کر سکتے کیونکہ کسی واقعہ کی شہادت ایک مضبوط اور ناقابلِ انکار شہادت تسلیم کی جاتی ہے۔ قرآن پاک میں جن پیش آنیوالے واقعات کی پیشینگوئیاں کی گئی ہیں وہ سب حرف بحرف پوری ہوئیں اور تمام واقعات ظہور پذیر ہوئے اور یہ اس کے کلام اللہ ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

آئندہ صفحات میں قرآنی پیشینگوئیوں کی تفصیل پیش کی جارہی ہے جس سے یہ حقیقت بخوبی واضح ہو جائے گی۔

اسلام کے متعلق پیشینگوئیاں

پیشینگوئی ۱

دشمنانِ اسلام کے علی الرغم اسلام کی ہدایت وحقانیت غالب ہوتی رہیگی

هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔

اللہ کی شان یہ ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ تمام دینوں پر غالب کرنے اگرچہ مشرک کیسا ہی برا مانتے رہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جملہ مذاہب عالم پر اسلام کے غالب ہونیکی اطلاع اور پیشینگوئی فرمائی ہے۔ اسلام کا غلبہ باقی دوسرے ادیان پر معقولیت حجت اور دلیل کے اعتبار سے ہر زمانہ میں ہوتا رہا ہے۔ باقی حکومت اور سلطنت کے اعتبار سے صحابۂ کرام اور مابعد کے زمانہ میں بھی ایسا ہو چکا ہے جبکہ مسلمان اسلام کے پوری طرح پابند اور ایمان وتقویٰ کی راہوں پر گامزن اور جہاد فی سبیل اللہ میں ثابت قدم تھے۔ یا آئندہ جب بھی ہوں گے ایسا ہی ہوگا اور دین حق کا ایسا غلبہ کہ باطل ادیان کو مغلوب کر کے بالکلیہ صفحۂ ہستی سے محو کر دے، یہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول اور قرب

قیامت میں بالیقین ہونیوالا ہے۔

وعدۂ خداوندی کے بموجب غلبۂ اسلام کو جاننے کے لئے تاریخی واقعات پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے، اس لئے یہاں پر ہم نہایت اختصار کے ساتھ کچھ جستہ جستہ حالات اور واقعات ناظرین کے سامنے لارہے ہیں۔

جنوبی عرب اور عیسائیت

بعثتِ نبوی کے وقت عرب کی پولیٹکل حالت یہ تھی کہ اس کے جنوب میں سلطنت حبش کی حکومت تھی اور شمالی اقطاع پر روما کی سلطنت کا قبضہ تھا، یہ دونوں عیسائی سلطنتیں تھیں۔ عیسائیت اگرچہ عرب میں ۳۲۰ء میں داخل ہوگئی تھی اور بنوغسان عیسائی بن گئے تھے مگر رفتہ رفتہ عرب، عراق، بحرین، صحرائے فاران اور دومۃ الجندل پر بھی یہی مذہب حکمران ہوگیا تھا، پروفیسر بیڈیو لکھتا ہے کہ ۳۹۵ء سے ۵۱۳ء تک عرب میں اشاعتِ عیسائیت پر بہت ہی زور لگایا گیا تھا لیکن اسلام نے چند ہی سال میں اس پر غلبہ حاصل کرلیا اور یہ جملہ ممالک دین حنفِ اسلام میں داخل ہوگئے۔

عرب اور یہودیت

یہودی عرب میں اس وقت آئے جب یونانیوں اور سریانیوں نے ان کو اپنے ممالک سے نکال دیا تھا ان کا مذہب حجاز اور نواحی خیبر و مدینہ منورہ میں پھیل گیا تھا اور اس نے استحکام بھی حاصل کرلیا تھا، اسلام کے آتے ہی اس کا کئی چہار صد سالہ اقتدار عرب سے بالکل اٹھ گیا۔

مشرقی عرب اور مجوسیت

عرب کے مشرقی حصہ پر سلطنت فاران کا اثر تھا اور اس حصہ کا گورنر شاہ ایران کی منظوری اور انتخاب سے مقرر ہوا کرتا تھا، مشرقی حصہ میں آتش پرستی کی رسوم اور طریقے خوب اچھی طرح رواج پاگئے تھے کتب تواریخ میں ان عربوں کے نام بھی لکھے ہیں جو مجوسیت کے اثر میں آکر اپنی بیٹی اور اپنی بہن کو گھر میں ڈال لیا کرتے تھے۔ اسلام کی پاک تعلیم کے سامنے یہ مذہب بھی نہ ٹھہر سکا۔

عربِ وسطیٰ اور بت پرستی

حجاز یا وسط عرب میں ابن الحی نامی ایک شخص ملک شام سے بت لے آیا تھا اور اسلام سے تین صدی پیشتر تمام قبائل بت پرست بن گئے تھے۔

عربُ اور مذاہب متعددہ

صابی، دہریہ، منکرینِ قیامت اور مادہ پرست، خود پرست اور خوش باش وغیرہ کے نام سے اور بھی چھوٹے بڑے مذاہب رواج پذیر تھے۔ جن کے ماننے والوں کی تعداد سینکڑوں یا ہزاروں تک پہنچی ہوئی تھی لیظھرہ علی الدین کلہ۔ اسلام کی حقانیت نے ان سب لوگوں کو باطل کی پیروی سے آزاد کرا دیا۔ یہی معنی لیظھرہ علی الدین کلہ کے ہیں جس کا ظہور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ قدسی میں ہو گیا تھا۔

پیشینگوئی
اسلام تکمیل اور اتمام کو پہونچے گا

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ — اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کو کمال تک پہونچا کر

آیت میں نور سے دینِ اسلام مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے دین اور مذہب اسلام کی جڑوں کو مضبوط جما کر رکھے گا اور وہ اس کو کمال تک پہونچائے گا اگرچہ کافروں کو یہ امر کیسا ہی ناگوار ہو۔

وعدہ کی زمین پر حضرت موسیٰ علیہ السلام داخل نہ ہوئے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیرتِ پاک پر غور کرو اگرچہ ان کے ہاتھ سے ایسے معجزات اور آیاتِ بابرکات کا ظہور ہوا جو اپنا نظیر نہیں رکھتیں، فرعون مصر کو اللہ تعالیٰ نے غارت کیا بنی اسرائیل کو سمندر چیر کر اس کی خشک زمین سے راستہ دیا من وسلویٰ اتارا، دن میں خاک کے بگولہ سے ان کی رہنمائی کی اور رات کو اسی بگولہ کو

آگ کا ستون بنا کر کیمپ کو روشن کیا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر مقصد اصلی جو ارض موعودہ میں بنی اسرائیل کو پہونچا دینا تھا وہ ان کی حیات میں مکمل نہ ہوا۔

داؤد علیہ السلام خدا کا گھر نہ بنا سکے

حضرت داؤد علیہ السلام کی سیر پاک کو دیکھو ان کو دوازدہ اسباط پر حکومت بھی ملی انہوں نے جالوت کو بھی خاک و خون میں سلایا سموئیل کو بھی نیچا دکھایا، شہر یار بنایا، قلعے بنائے لیکن خدا کا گھر بنانے کی ان کو اجازت نہ ملی۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی سرگرمی اور تعلیم کا نامکمل رہ جانا

حضرت مسیح علیہ السلام کی سرگذشت کو پڑھو تبلیغ و اشاعت کی غرض سے وہ شبا روز سفر میں رہے اپنے سہ سالہ ایام تبلیغ میں انہوں نے دو شب کسی ایک مقام پر مشکل سے قیام فرمایا ہوگا لیکن پھر بھی یوحنا باب ۱۶ میں ان کا اعلان یہی تھا کہ وہ مکمل تعلیم نہ دے سکے اور ساری صداقت و سچائی نہ سکھلا سکے ان سب حالات کی موجودگی میں قرآن مجید کا اعلانِ عام یہ ہے کہ دینِ اسلام بالضرور تکمیل اور اتمام کے مدارج پر پہونچے گا اور اسلام اپنے مقاصد میں یقیناً فائز المرام ہوگا۔

اس آیۃ کا نزول اس وقت ہوا تھا جب کہ مہاجرین و انصار کو اطمینان کیساتھ روٹی تک کھانے کو نہ ملتی تھی اور نماز بھی دشمنوں کے حملہ سے بے خوف و خطر ہو کر ادا نہ کیجاتی تھی رفتہ رفتہ اس پیشینگوئی کے پورا ہونے کا وقت آگیا اور اس مبارک دن کا سورج نکلا جس روز اللہ کے نبی صلعم نے عرفات کے میدان میں وہاں کی سب سے بڑی پہاڑی کوہِ رحمت پر چڑھ کر سب سے بڑے مرکب ناقہ قصوی پر سوار ہو کر یعنی مادی دنیا کی اقصیٰ بلندی کے سر پر پاؤں رکھ کر عالم و عالمیاں کو اس فرخ نوید سے زندہ جاوید فرمایا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ آج تمہارا دین تمہارے فائدہ کے لئے کامل کردیا آج میں نے تم سب پر اپنی نعمت کا اتمام فرما دیا۔ میں بتلاتا ہوں

کہ میری خوشنودی یہ ہے کہ اسلام ہی تمہارا دین ہو۔

ناظرین! آپ نے پیشینگوئی کو بھی دیکھا اور اس کا اتمام بھی دیکھ لیا۔

پیشینگوئی ۲۱

اسلام کے استحکام اور اسکی اشاعت میں برابر اضافہ ہوتا رہیگا

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا

اللہ تعالیٰ نے کیسی اچھی تمثیل کلمہ طیبہ کی بیان کی ہے کہ وہ ایک پاکیزہ درخت کے مشابہ ہے جسکی جڑ خوب مضبوط ہے اور اس کی شاخیں خوب اونچائی میں جا رہی ہیں وہ اپنا پھل ہر فصل میں اپنے ...

ثَابِتٌ اسم فاعل ہے اور اس میں استمرار ہوتا ہے۔

سَمَا يَسْمُو سے ماخوذ ہے رفعت و شوکت، بلندی و عزت کے معانی اس لفظ میں شامل ہیں۔ اصلہا ثابت یعنی اس کی جڑ زمین میں خوب مضبوط ہے فرعہا فی السماء اس کی شاخیں وہ اعمالِ حسنہ ہیں جو ایمان پر مرتب ہوتے ہیں اور بارگاہِ قبولیت میں آسمان کی طرف لے جائے جاتے ہیں۔ کلمۂ حق کا بول بالا دنیا میں بھی رہتا ہے اور آخرت میں بھی۔

تمثیل کا حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں کا دعویٰ توحید و ایمان نہایت پکا اور سچا ہے جس کے دلائل نہایت صاف، واضح، مضبوط اور فطرت کے موافق ہونیکی وجہ سے اس کی جڑیں قلوب کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہیں اور اعمال صالحہ کی شاخیں آسمان قبول سے جا ملتی ہیں۔ اس کے لطیف و شیریں ثمرات سے موحدین ہمیشہ لذت اندوز ہوتے رہتے ہیں۔

الغرض حق و صداقت اور توحید و معرفت کا سدا بہار درخت روز بروز پھولتا پھلتا اور بڑی پائیداری کے ساتھ اونچا ہوتا رہتا ہے وہ درخت جس کی جڑیں پاتال کی طرح بڑھتی جائیں جس سے درخت مضبوط بھی زیادہ ہوتا ہے اور خوراک بھی اسے زیادہ ملتی ہے

وہ درخت جس کا نشو ونما جاری ہو جس کی تراوٹ و تازگی قائم ہو اس کی شاخیں پھیلا کرتی ہیں، فضار میں لہلہایا کرتی ہیں، آسمان کو جایا کرتی ہیں، وہ آسمانی بارش سے بھی غذا لیتا ہے وہ زمینی برکتوں نہروں و چشموں سے بھی پلتا ہے۔ اس کا تنہ ایک ہوتا ہے مگر پھیلاؤ کے اعتبار سے اس کی شاخیں گنجان یونہی مثال اسلام کے کلمہ طیبہ کا ہے جہاں اس کا بیج بویا گیا تھا وہاں اسی طرح قائم و دائم ہے اور اس کی شاخیں چین و افریقہ، انگلینڈ و امریکہ تک پھیل گئیں۔

آریوں کی بابت کوئی کہتا ہے کہ وسط ایشیا سے آئے اور کوئی کہتا ہے تبت سے نیچے اترے، تبت و ترکستان اور ماوراء النہر میں جا کر دیکھو اور پوچھو کوئی اس دعوی کا مصدق بھی موجود ہے۔ ہرگز نہیں۔

معلوم ہوا کہ جڑ قائم نہیں یہی حال اکثر اقوام کا ہے بنی اسرائیل کو فلسطین کی زمین وعدہ کے ساتھ دی گئی تھی کہ اگر وہ شریعت کے پیرو رہے تو ابدالآباد کے لئے یہ ملکت و حکومت انہیں کو حاصل رہیگی۔ لیکن کیا اب اس کی جڑ اس وعدہ کی زمین میں قائم بھی ہے۔

جنگ عظیم ۱۴ تا ۱۹۱۸ء میں ان بیچاروں نے اربوں روپیہ بڑی بڑی سلطنتوں کو قرض دیا کہ وعدہ کی زمین کو ان کا قومی گھر بنا دیا جائے، لیکن وہاں کے باشندے اب تک ان کے قدم وہاں جمنے نہیں دیتے۔

اگر انگلستان وغیرہ کی کوشش بار آور بھی ہوئی تب بھی یہ ملکت و سلطنت تو نہ ہوئی جس کا وعدہ حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا بلکہ یہ تو وہی غلامانہ اطاعت ہوئی جس کے بدلے میں بخت نصر اور داؤد و سلیمان علیہم السلام وغیرہم حضرات نے بھی یہودیوں کو اس سرزمین پر بسنے کی اجازت دیدی تھی جبکہ وہ بعہد مسیح رومیوں کی ماتحتی میں رہتے تھے۔

پارسی قوم کا قومی گھر ایران ہے لیکن اب تو وہاں ان کا کوئی پرسانِ حال بھی نہیں۔

غور کرو کیا ان حالات میں یہ اقوام اصلہا ثابت کے الفاظ اپنے اوپر چسپاں کرسکتی ہیں۔ یہودیوں، پارسیوں اور ہندوؤں وغیرہ کی قومیں جس جمود پر پڑی ہوئی ہیں یا جس ملکی احاطہ میں محدود ہیں وہ ان حالات میں فرعہا فی السماء کے مصداق ہونیکا دعوی بھی کرسکتی ہیں؟

ہاں اسلام ہے جو نہ کسی حویلی کا پیپل ہے نہ کسی صحن خانہ کا نیم ہے نہ کسی باغیچہ کا پیڑ وہ آسمان کے تمام خلار کو اپنا سمجھتا ہے اور اسی میں پھیل رہا ہے۔

توتی اکلہا کل حین باذن ربہا

ہر ایک درخت کے پھل لانیکا ایک وقت مقرر ہوتا ہے، کوئی موسم گرما میں کوئی موسم سرما میں، کوئی بہار میں اور کوئی موسم خزاں میں پھل لایا کرتا ہے۔ حق تعالی نے اسلام کو ایسا درخت بنایا جو ہر وقت پھل لانیوالا ہے۔

قیام مکہ کے ایام میں اشاعت اسلام اسلام کے اس ابتدائی زمانہ کو دیکھو جب کہ نبی کریم صلعم مکہ میں قیام فرماتے اور مسلمان اپنی جان و مال کیلئے مختلف ممالک میں پناہ لیتے پھرتے تھے کہ حبش و یمن میں اس وقت اسلام نے اپنا سایہ ڈالا تھا۔

قیام مدینہ کے ایام میں اشاعت اسلام جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں قیام فرماتے تو اس وقت بحرین، عمان، دومتہ الجندل اور سرحد شام تک لوگ اسلام کے درخت کے شیریں پھل پا چکے تو

دور صدیقیت میں اشاعت اسلام معاہدین نے معاہدات کی شکست کا اعلان کر دیا تھا متعاصبین سرحد عراق اور ایران پر فوجیں جمع کرنے لگ گئے تھے خلیفہ رسول صلعم ابوبکر رضی کی قیادت میں اعراب آگے بڑھے اور یہ کچے دل کے لوگ نور صداقت سے مستنیر ہو کر شیریں ثمر بن گئے۔

خلافتِ راشدہ میں اشاعتِ اسلام دورِ چہارم میں فاروق اعظمؓ اور عثمان غنیؓ کا زمانہ شامل ہے جبکہ مشرقی سائبیریا سے لیکر مغربی تیونس تک اسلام پہونچ گیا تھا اموی زمانہ میں اسلام نے جبل الطارق پھاندا اور سمندر پر سے اچھلا اور اسپین کو زیرنگیں کیا۔

مغلوں کا اسلام چھ سات صدیوں کی اقبال مندی کے بعد مسلمانوں کی دولت وحکومت کو زوال آیا اور دارالسلطنت بغداد تباہ ہوا لیکن انہیں دنوں میں وہی تاتاری مغل جو اس درخت کے کاٹنے کے لئے تیشہ و تبر لے کر بڑھے تھے اس کی شاخوں سے پیوست ہو گئے اور ثمرہ شیریں ثابت ہوئے۔

یونانی فلسفہ اور ہندوستانی توہمات اسلام اپنی مظلومی کے عہد میں بھی بڑھا اور ترقی و اسائش کے زمانہ میں بھی اس نے ترقی کے منازل طے کئے۔ اسلام پر یونانی فلسفہ اور ہندوستانی توہمات کے زبردست حملے ہوئے مگر وہ پھر بھی ترقی پذیر رہا۔

یورپین پالیسی اور فلسفہ جدید ہمارے عہد میں فلسفہ جدید اپنی تعلیمات سے گولہ باری کر رہا ہے اور یورپین طاقتوں نے ادہم مچا رکھا ہے۔ مسلمانوں کی سلطنتیں برباد ہو رہی ہیں ٹرکی دولتِ عظمٰے سے گھٹ کر ایک معمولی سلطنت رہ گئی ہے۔ مراکو اوّل درجہ کی سلطنت سے باجگذار بن گیا ہے۔ عرب اور عراق کی حکومتیں اغیار کی دستِ نگر ہیں۔ تنظیم قوم کا سلسلہ پراگندہ ہے تاہم اسلام انگلستان جرمنی اور امریکہ پر اپنا اثر ڈال رہا ہے، بڑے بڑے کونٹ اور کونٹس دوڈنر اور پرنسز اسلام کا پھل ثابت ہو رہے ہیں۔

حالیہ عہد میں اسلامی ترقی چین اور افریقہ میں چند سال کے اندر مسلمانوں کی تعداد دو چند اور سہ چند ہو گئی ہے۔ ان تمام حالات

اور واقعات پر غور کرو تو تی الکہا کل حین کی پیشینگوئی کی صداقت کا اندازہ لگاؤ جب مسلمانوں کی بے بسی اور اسلام کی ترقی کو وقت واحد میں دیکھا جاتا ہے تو یاذن اللہ کی معنویت بخوبی ہویدا ہو جاتی ہے۔ اور اس پیشینگوئی کا پورا ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے۔

پیشینگوئی ۲

ہر دور میں اسلام کے دلائل و براہین ظاہر ثابت ہوتے رہیں گے

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ
پارہ ۲۵

ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں (اسی) دنیا میں دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر کھل کر رہیگا کہ یہ قرآن حق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قرآن اور مذہبِ اسلام کے حق ہونے پر ایک بردست پیشینگوئی فرمائی ہے؛

یعنی ہم اپنی قدرت کی نشانیاں دکھلائیں گے جو قرآن حکیم اور مذہبِ اسلام کی حقانیت وصداقت پر کھلی دلیل ہوں گی۔ ان کے اِرد گرد کے اقطاعِ عرب فتح ہو جائیں گے اور ان کی ذاتِ خاص میں بھی کہ یہ بدر میں مارے جائیں گے ان کا مسکن مکہ بھی فتح ہو جائے گا یہاں تک کہ ان پیشینگوئیوں کے وقوع اور مطابقت سے ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ قرآن اور مذہبِ اسلام حق ہے۔

چنانچہ نہ صرف علاقہ حجاز بلکہ سارا ملک عرب اور اس کے اطراف و نواح اسلام کے مسخر ہوئے اور کفار کے بڑے بڑے رؤسا و سردارانِ ریاست مرکٹ کر رہے اور تباہ و برباد ہوئے۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ ؛

آفاق جمع ہے افق کی جس کے معنی کنارہ کے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں اگرچہ مفسرین کے اقوال مختلف ہیں مگر صاف اور سیاق کے مطابق معنی یہی ہیں کہ ہم ان کو اپنی جو نشانیاں دکھلائیں گے وہ دو قسم کی ہونگی ایک آفاقی یعنی بلاد و ممالک کے متعلق اور دوسری وہ جو ان کی ذات سے تعلق رکھتی ہونگی۔

آفاق سے تعلق رکھنے والی نشانیاں بکثرت ہیں جن کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں دی ہے اور لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا جب کہ نہایت قلیل عرصہ میں اسلام کا دور دورہ دور و دراز ملکوں میں ہو گیا۔ قیصر و کسریٰ کا مقہور ہونا، عرب کی کایا پلٹ جانا، سب میں ایک نئی زندگی کا پیدا ہونا اسی طرح زلزلوں کا آنا بڑے بڑے حادثوں کا ظہور، حجاز میں مہینوں تک ایک عجیب و غریب آگ کا مشتعل ہونا وغیرہ ذالک جن کی تفصیل کے لئے ایک ضخیم کتاب بھی ناکافی ہے۔

اسی طرح آیات انفسی بھی بہت سے لوگوں نے دیکھیں مکہ میں قبل ہجرت ایک انقلاب شروع ہوا اور ہجرت کے بعد سے وہ ترقی کرتا گیا، سنگدل اور سفاک رحم دل ہو گئے، بت پرست خدا پرست، وحشی اور ان پڑھ لوگ قیصر و کسریٰ کے ملکوں کے انتظام کرنے لگے، دغابازی کی عادی طبائع راست بازی کی طرف مائل ہو گئیں۔ نفاق کی جگہ اتفاق نے دلوں میں گھر کر لیا پست حوصلگی کی جگہ بلند حوصلگی پیدا ہو گئی اور ان کے سینے علوم و حکمت کے چشمے بن گئے۔ غور کرو جب نشانات قدرت کی اندرونی و بیرونی، داخلی و خارجی شہادت کسی معاملہ کی راست بازی اور صداقت پر جمع ہو جائے تو کیا اسوقت کوئی صحیح دماغ ایسی شہادت کا انکار کر سکتا ہے۔

جب چشم و گوش اور عقل و ہوش کے سامنے براہین ساطعہ موجود ہوں جو حواس ظاہری و باطنی کو بام تصدیق پر پہونچا دیتی ہیں تو پھر ان کو باطل کس طرح ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبین کے سامنے وہ نشانات و امارات

بھی دکھلائے جن کی شہادت خود ان کے ضمیر نے دی اور وہ علامات و دلائل بھی قائم کئے جس کی تائید زمین و آسمان کے ہر انقلاب و گردش سے ہوئی تب ان کو حقانیت اسلام کی تسلیم کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا اور وہ پروانہ وار اس شمعِ تجلی پر ٹوٹ کر گرے اور جان و مال کو اس منبع انوار پر نثار کر دیا۔

سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آیاتِ تسعہ کا تعلق زیادہ تر آفاق سے تھا فرعونیوں پر حجت الٰہی تو ختم ہوئی مگر وہ ہدایت سے دور ہی دور رہے آیات قرآنیہ کا اثر فی الانفس بھی ہے اور فی الآفاق بھی، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبین نورِ حق سے قریب قریب ہوتے گئے اور مستفیض ہوتے ہوئے خود سراپا نور بن گئے۔ اصحابی کالنجوم کا یہی مفہوم ہے۔

پیشینگوئی ۵

اسلام میں لوگ جوق در جوق داخل ہونگے

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ	جب اللہ کی مدد و فتح آجائے اور آپ دیکھیں
النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ	کہ لوگ اسلام میں جوق در جوق داخل ہونے
اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ	لگے تو آپ اللہ کی تسبیح و تقدیس میں لگ جائیں

(پارہ ۳۰)

اس سورت کا نزول فتح مکہ سے پہلے ہوا ہے جبکہ اسلام میں ایک ایک دو دو آدمی داخل ہوتے تھے، اس آیت میں یہ خبر دی گئی ہے کہ فتح مکہ ہونے کے بعد لوگوں کی جماعتیں اور قبیلے آکر اسلام قبول کریں گے۔ چنانچہ اس پیشینگوئی کے مطابق جب کہ فتح ہو گیا تو عرب کے وہ قبیلے جو اس فتح کے انتظار میں تھے اور وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، ان کا یہ خیال تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم باطل پر ہیں تو وہ ہرگز مکہ پر فتح حاصل نہ کر سکیں گے اور وہ بھی

اصحاب فیل کی طرح ہلاک ہوجائیں گے اور اگر ان کو کامیابی نصیب ہوگئی اور قریش ان کے مقابلہ میں پسپا ہوگئے تو بلاشبہ محمد صلعم نبی برحق اور اللہ کے سچے رسول ہیں۔

چنانچہ اس خیال کے تمام قبائل فتح مکہ کے بعد جوق در جوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے۔ مکہ، طائف، یمن کے رہنے والے اور قبیلہ بنی ہوازن سب دفعتہً مسلمان ہوئے تھے، اس کے علاوہ عرب کے دوسرے قبیلوں نے بھی گروہ در گروہ مجلس نبوی میں حاضر ہوکر اسلام قبول کیا ظاہر ہے کہ اس قسم کی سچی خبر صرف علام الغیوب ہی دے سکتا ہے۔

آئندہ آنیوالے واقعات کی پیشینگوئیاں

قرآن حکیم نے جس طرح گذشتہ اقوام وملل کے صحیح حالات اور واقعات بیان کئے ہیں اسی طرح اس نے مستقبل میں ہونیوالے واقعات اور حوادث کی پیشینگوئیاں بھی کی ہیں اور وہ قرآن میں ایک دو نہیں بلکہ بکثرت ہیں جو سب حرف بحرف پوری ہوئیں۔

دنیا میں کسی امر کو ثابت کرنے کے لئے واقعات اور حقائق سے بڑھ کر کوئی اور قوی شہادت نہیں ہوسکتی۔

ایک شخص جو طبیب و ماہر فن ہونیکا مدعی ہے وہ اپنے اس دعوی کے ثبوت میں ان لاعلاج اور اپنے امراض کی صحت سے مایوس ہوجانیوالے مریضوں کو پیش کرتا ہے جن کو اس کے علاج سے صحت اور شفا حاصل ہوئی ہے۔ ایک انجینئر اپنے بنائے ہوئے آلات انجن اور مشینوں وغیرہ کو اپنے فنی کمال میں پیش کرتا ہے۔

ایک خوش نویس اپنے لکھے ہوئے کتبہ کو سامنے لاتا ہے، ایک شاعر اپنے قصیدہ کو اپنی شاعریت کے کمال کے ثبوت میں پیش کرتا ہے۔ اسی طرح قرآن حکیم کے معجز ہونے کے ثبوت میں قرآن پاک کی وہ پیشینگوئیاں بھی ہیں جو آئندہ آنیولے واقعات کے متعلق کی گئی ہیں اور

چودہ صدیوں کا طویل زمانہ شہادت دے رہا ہے کہ نزول قرآن پاک کے بعد سے آج تک وہ پیشینگوئیاں صبح صادق کی روشنی کی طرح دیدۂ بصیرت کے نور کی افزائش رہی ہیں قرآن پاک میں جو پیشینگوئیاں کی گئی ہیں ان میں چند باتیں خاص طور پر ملحوظ ہیں:

اوّلاً: ہر پیشینگوئی نہایت جزم و یقین کے ساتھ کی گئی ہے، ان میں کاہنوں اور نجومیوں کی پیشینگوئیوں کی طرح کا ابہام اور شک و شبہ نہیں ہے۔

ثانیاً: پیشینگوئیاں انسانی نقطۂ نگاہ سے ایسے ناسازگار حالات و کوائف میں کی گئی ہیں کہ آثار و علامات کے اعتبار سے ان کے پورا ہونے کا ضعیف سا بھی احتمال نہیں ہو سکتا تھا۔

ثالثاً: پیشینگوئیاں حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئیں اور بہت سے لوگ قرآنِ پاک کے اس اعجاز کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہے ہیں۔

عہدِ مستقبل کا قطعی علم کسی انسان کو نہیں

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا (پارہ ۲۱)
کسی شخص کو بھی یہ پتہ نہیں کہ آنے والے کل کو وہ کیا کرے گا۔

علمِ غیب کا مالک صرف رب العالمین ہے، رب العالمین ہی اپنے برگزیدہ انبیاء و رسل پر غیب کا اس قدر حصہ ظاہر فرماتا رہا ہے جس کی ان کو ضرورت ہوتی یا جس کی ضرورت ان کی صداقت و رسالت کے یقین دلانے کے لئے ضروری سمجھی گئی۔

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔
وہ غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر جس رسول سے وہ خوش ہو

نبی کے معجزات مادی کا انکار کرنے والے اور شکوک و اوہام کے دامن میں گرفتار تو بہت پائے جاتے ہیں لیکن مستقبل کے واقعات کی صحیح اطلاع کی تاویل ایسے لوگ بھی نہیں

کرسکتے کیونکہ دنیا میں کسی واقعہ کی شہادت ایک مضبوط اور ناقابلِ انکار شہادت تسلیم کی جاتی ہے۔

قرآن پاک میں جن میں آنیوالے واقعات کی پیشینگوئیاں کی گئی ہیں وہ سب حرف بحرف پوری ہوئیں اور تمام واقعات ظہور پذیر ہوئے اور یہ اس کے کلام اللہ ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

آئیندہ صفحات میں قرآنی پیشینگوئیوں کی تفصیل پیش کی جارہی ہے جس سے یہ حقیقت واضح ہوجائے گی کہ قرآن پاک میں جس قدر غیب کی خبریں اور آئندہ کے متعلق پیشینگوئیاں ہیں وہ اسی قسم کی ہیں جن سے ان کا خدائی خبریں اور اس کا کلامِ الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

قرآنِ عزیز کے متعلق پیشنگوئیاں

پیشنگوئی ۱

قرآن مجید کی مثل کوئی نہ بنا سکے گا

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔

اے رسول ﷺ کہہ دیجیے کہ اگر سب انسان اور تمام جن مجتمع ہو جائیں اور ایک دوسرے کی مدد و اعانت بھی کریں اور پھر وہ اس قرآن جیسی کتاب بنانا چاہیں تو وہ ہرگز ہرگز ایسا نہ کر سکیں گے۔

کفار نے قرآنِ حکیم کے متعلق کہا کہ اگر ہم بھی چاہیں تو ایسا کلام بنا سکتے ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرما کر تنبیہ فرمائی کہ تم کیا اگر ساری دنیا کے انسان و جنات بھی جمع ہو جائیں اور اس کلام کے مثل بنانا چاہیں تو یہ بات ان سب کی قوت و طاقت سے باہر ہے وہ ہرگز ایسا نہ کر سکیں گے کیونکہ یہ عدیم المثال اور عظیم الشان کلام اس خالق السموٰت والارض کا ہے جس کی دنیا میں کوئی نظیر اور مثال نہیں پائی جاتی تو یہ عاجز و درماندہ مخلوق بھلا اس کلام کی مثل کس طرح بنا سکتی ہے۔ چنانچہ زمانۂ نزول سے آج تک اس کی مختصر سورت (کوثر) کی مثل بھی کوئی نہ بنا سکا اور اس اعلان کو جھوٹا نہ کر سکا۔

عہدِ نبوت دعویٰ اور پیشنگوئی کی قوت و شوکت الفاظ میں غور کرنے سے ظاہر ہے نزولِ قرآن کے وقت اور زمانۂ تحدی میں زہیر، نابغہ، امرؤالقیس اور عنترہ

جیسے لوگ موجود تھے جو اپنے اپنے کلام کو ہرن کی جھلیوں پر آبِ زر سے لکھواتے اور ایامِ حج کے موقع پر خانۂ کعبہ کی دیوار پر آویزاں کیا کرتے تھے لیکن قرآن مجید کے اس دعویٰ کا مقابلہ نہ کر سکے اور تحدی کا جواب نہ دے سکے۔ ابوجہل، ابولہب، کعب بن اشرف اور سلام بن مشکم جیسے قریشی و یہودی جنہوں نے اسلام کو تباہ کرنے کی دھن میں زر و مال اور نفوس و اولاد کو قربان کر دیا تھا لیکن ایسی کوئی ترکیب نہیں کی کہ قرآن کی مثل لائیں ایک شخص جو انہی میں پلا بڑھا جو وہی زبان بولتا ہے جو ان سب کی ہے اور پھر وہ ان سب کے پیارے مذہب اور مرغوب رسوم اور پسندیدہ عادات اور ان کے برگزیدہ معبودوں کے خلاف جوش دلانے والے الفاظ کا استعمال کرتا ہے اور اپنی صداقت کی تائید میں ایک کلام کو جو ان کی زبان ہے دلیل کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ ان سب حالات کی موجودگی میں کوئی شخص بھی اس جیسی زبان نہیں بول سکتا اور کوئی شخص بالمثل کلام پیش کر کے اس کی تحدی کو باطل نہیں ٹھہرا سکتا۔ یہ اعجاز کلام نہیں تو اور کیا ہے۔

عہدِ حاضرہ اب زمانۂ حاضرہ پر نظر ڈالو شام، بیروت، دمشق، مصر اور فلسطین میں لاکھوں عیسائی و یہودی موجود ہیں جن کی مادری زبان عربی ہے جو عربی زبان میں نظم و نثر لکھنے پر قادر ہیں جن کی ادارت میں بکثرت اخبار جرائد اور رسائل اشاعت پذیر ہیں۔ وہ آج کیوں اس دعویٰ قرآن کے مقابلہ میں کھڑے نہیں ہو جاتے۔ ان میں تو ایسے ایسے ادیب و ماہر زبان بھی موجود ہیں جنہوں نے لغات عربیہ میں قطر المحیط المنجد، اقرب الموارد، اور المحیط جیسی کتابیں لکھ ڈالی ہیں۔ وہ کیوں قرآن جیسی کتاب لکھنے کی سعی نہیں کرتے وہ کیوں دس سورتوں کے برابر بھی نہیں لکھتے، وہ کیوں ایک ہی سورت کی برابر لکھنے کی جرأت نہیں کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص جتنا زیادہ عربیت میں ماہر ہوا اور ادب میں ید طولیٰ رکھنے والا ہے اسی قدر وہ اس کی خوبیوں سے متاثر اور مرعوب نظر آتا ہے۔ آج عیسائیت کی اشاعت میں کروڑوں اور اربوں روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے لیکن جس شئے کو قرآن حکیم نے تحدی

بنایا اس پر کوئی بھی قلم اٹھانیکا حوصلہ نہیں کرتا بعض حضرات عہد نبوی کے متعلق شاید یہ کہہ سکتا ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وقت کے مشہور زبان دانوں کی قابلیت کا اندازہ کرنے کے بعد ایسا دعوی کردیا ہوگا لیکن وہ اس چودہ صدیوں کے زمانہ کی خاموشی کی بابت کیا توجیہ پیش کر سکتا ہے کہ اتنے طویل عرصہ میں قرآن کی تحدی کو باطل کرنیکے لئے کوئی کامیاب کوشش نہ کی جاسکی۔

پیشینگوئی ۷

قرآن مجید ہمیشہ ہر طرح محفوظ رہیگا

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ

ان ہم نے ہی اس قرآن کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت بھی ضرور ضرور رکھیں گے۔

کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوانہ کہا تھا جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ جو کچھ رسول ہم کو سناتے ہیں وہ کلام الٰہی نہیں۔ بلکہ دیوانوں کی بڑ اور بکواس ہے۔ ان کی تردید میں حق تعالی نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

ذکر سے مراد قرآن پاک ہے ملا علی قاری شرح شفا قاضی عیاض میں تحریر فرماتے ہیں،

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ اي من زيادة ونقص وتحريف و تبديل ولم يجعل حفظه الى غيره بل تولاه الى نفسه بخلاف الكتب الالهية قبله فانه لم يتول حفظها بل استحفظها الربانيون والاحبار فاختلفوا فيها وحرفوا وبدلوا۔

ہم ہی نے قرآن کو اتارا ہے اور ہم خود ہی اسکی حفاظت کرینگے یعنی کمی زیادتی اور تحریف و تبدیلی سے قرآن کی حفاظت کو اللہ تعالی نے دوسروں کے حوالے نہیں کیا بلکہ اس کا خود متکفل ہوا ہے بخلاف دیگر کتب الٰہیہ کے کہ ان کی حفاظت کا خود اس نے ذمہ نہیں لیا بلکہ ان کی نگرانی احبار و رہبان کے سپرد کی اسلئے انہوں نے اختلاف کیا اور تحریف و تبدیلی کردی۔

رب السمٰوٰتِ والارض نے اس آیتِ کریمہ میں ایک نہایت اہم پیشینگوئی فرمائی کہ

مذاہب وادیان کو اس طرح آزمایا کہ میں نے تورات کے تین نسخے لکھے اور لکھتے وقت اپنی جانب سے کچھ کمی اور زیادتی بھی کر دی، پھر ان کو فروخت کیا تو وہ تینوں نسخے ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے قرآن مجید کے تین صحیفے اپنے قلم سے تحریر کئے اور اس میں بھی اپنی طرف سے کمی اور زیادتی کر دی اور ان کو وراقین وکے پاس بھیجدیا انہوں نے اس کی ورق گردانی کی اور جب اسمیں کمی بیشی پائی تو ان کو پھینک دیا۔ اس وقت میں سمجھ گیا کہ درحقیقت یہی کتاب محفوظ ہے اور یہی میرے اسلام لانیکا سبب ہوا۔ یحییٰ ابن اکثم جو اس واقعہ کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ حج کے موقعہ پر جب میری ملاقات حضرت سفیان ابن عیینہ سے ہوئی تو میں نے یہ سارا قصہ ان کے روبرو بیان کیا اس پر انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اس کا مصداق تو خود قرآن حکیم میں موجود ہے۔ میں نے عرض کیا بھلا کہاں انہوں نے فرمایا کہ تورات اور انجیل کے متعلق بما استحفظوا فرمایا گیا ہے یعنی ان کتابوں کی حفاظت خود انہی کے ذمہ رہی، لہٰذا وہ محفوظ نہ رہ سکیں اور قرآن کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ہم اس کے نگراں اور محافظ ہیں، لہٰذا یہ ضائع نہ ہوا اور ہر طرح محفوظ رہا۔ ممکن ہے کہ بعض حضرات کو اس موقعہ پر یہ خلجان پیش آئے کہ مقدس تورات اور انجیل بھی تو آسمانی کتابیں تھیں پھر ان کی حفاظت کا کفل قرآن حکیم کی طرح خود حق تعالیٰ نے کیوں نہیں فرمایا اس شبہ کا مختصر اور نہایت واضح جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ جو کتاب خدا کی حفاظت و نگرانی میں آجائے وہ کسی وقت بھی ضائع اور غیر محفوظ نہیں ہو سکتی لہٰذا حفاظت خداوندی اسی کتاب مقدس کی متولی اور متکفل ہو گی جس کا دائمی بقا قضاء و قدر سے مقدر ہو چکا ہے اور جن کتابوں کا نزول مصالح اور مخصوص زمانہ اور عہد حاضرہ کے لحاظ سے ہوا ہو ان کا تحفظ بھی وقتی ہونا چاہیئے ان کا دائمی بقا غیر معقول ہوگا اس پیشینگوئی کی وقعت اور حفاظت قرآنی کی عظمت پورے طور سے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ کچھ تھوڑا سا حال صحف سابقہ کا لکھا جائے تاکہ اس امر کا صحیح اندازہ ہو جائے کہ دیگر کتب سماویہ کی نگرانی اور حفاظت چونکہ خداوند دوعالم نے اپنے

ذمہ نہیں لی تھی ان کا کیا حشر ہوا اور قرآن حکیم کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ید قدرت میں رکھی تھی۔ تو وہ آج تک کس طرح محفوظ ہے۔

تورات

تورات جو دو الواح تھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لکھی لکھائی کوہِ طور پر دی گئی تھیں جو اسی وقت ٹوٹ پھوٹ گئیں تھیں۔ جب حضرت موسیٰ کوہِ طور سے الواح تورات لے کر میدان میں آئے اور اپنے لشکر کو گوسالہ پرستی میں مصروف پایا تب کلیم اللہ غیرتِ ایمانی سے بیتاب ہو گئے اور لوحیں پھینکدیں اور اپنے بھائی ہارون کو جا پکڑا اس واقعہ کے بعد احکامِ عشرہ اور دوسرے احکامِ شریعت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات ہی میں معرضِ تحریر میں آئے اور عہد کے صندوق میں رکھے گئے۔ (استثنار باب ۲۵) یہی ایک نسخہ تھا جس کی بابت توقع کی جا سکتی تھی کہ عہدِ داؤدی تک خیمہ عبادت میں موجود رہا ہو لیکن یہ واقعہ ہے کہ جب عہد کا صندوق خیمہ عبادت سے ہیکل سلیمانی میں لایا گیا تو پتھر کی دو شکستہ لوحوں کے سوا صندوق میں اور کچھ بھی نہ تھا۔ (سلاطین اول باب ۸) اب ہمیں بلا کسی سند کے مان لینا چاہیئے کہ حضرت سلیمان نے کس طرح تورات کی شریعت کو جمع کیا ہوگا اور پھر عہد کے صندوق میں اسے رکھوا دیا ہوگا لیکن یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ہیکل میں جو نسخہ بھی موجود تھا اسے بھی بخت نصر نے ہیکل کے ساتھ جلا دیا تھا یہ حادثہ بائلہ ۵۸۶ ق.م میں واقعہ ہوا دارا شاہِ ایران کے عہد میں زروبابل وغیرہ سردارانِ بنی اسرائیل نے ہیکل کو از سرِ نو تعمیر کیا تھا۔ کتاب کی تلاش ہوئی مگر نہ ملی (کتاب عزیر) تب حضرت عزیرؑ نے اپنی یادداشت اور حجّی و ذکریا کی امداد سے پھر کتاب کو تیار کیا جسے یہودی تورات کہتے ہیں۔ اسی کتاب کا ترجمہ یونانی زبان میں ابن تولمس کے حکم سے ہوا یہ واقعہ ۳۰۰ ق.م کا ہے پھر ابن تولمس چہارم کے وقت جب یہ بادشاہ ملک مصر پر حملہ آور ہوا تھا اس کے سپہ سالار نے اس نسخہ اور ہیکل کو جلا ڈالا۔ یہودیوں کی تمام کتابوں کی تلاش کی گئی اور سب کو نظرِ آتش کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۶۶ ق.م کا ہے۔ ایک بوڑھا کاہن اپنے تین فرزندوں کے

اور نہ کسی کو لکھوایا اور بعد میں جن اشخاص نے لکھی ہے ان میں سے صرف یوحنا اور متی ایسے تھے جن کو حضرت مسیح کی صحبت میسر ہوئی رہ گئے مرقس اور لوقا تو انہوں نے حضرت عیسیٰ کو دیکھا تک نہیں پھر ان کاتبین کو اس کا اعتراف ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح کے جملہ اقوال جمع نہیں کئے بلکہ بعض حصۂ حیات کو لکھا ہے ایسی صورت میں صرف تین چار اشخاص کے بیان پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے اور غلطی کا احتمال ان پر کیوں نہیں ہو سکتا بالخصوص جبکہ ایک مرتبہ حضرت مسیح ہی کے حق میں دھوکہ لگ چکا ہے حتیٰ کہ یہی معاملہ زیر اختلاف ہے کہ مصلوب درحقیقت حضرت مسیح تھے یا اور کوئی شخص. مگر نصاریٰ اس بارے میں یہ عذر کرتے ہیں کہ یہ لوگ رسول اللہ اور معصوم تھے لہٰذا ان کے متعلق غلطی کا توہم نہیں کیا جا سکتا مگر چونکہ ان کا رسول اللہ ہونا اس پر مبنی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا خود الٰہ ہونا ثابت کیا جائے. (العیاذ باللہ) لہٰذا یہ گناہ بدتر از گناہ ہے. دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: یہ چاروں اشخاص نہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اناجیل کلام اللہ ہیں اور نہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح نے ان کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے نقل فرمایا ہے بلکہ کچھ حضرت عیسیٰ کے فرمودات نقل کرتے ہیں اور کچھ ان کے افعال و معجزات. اور یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ نقل کیا ہے ان کی مکمل سوانح حیات نہیں ہے لہٰذا اب انجیل کی حیثیت ایسی رہ جاتی ہے جیسے کتب سیر کی جن میں صحیح و سقیم رطب و یابس ہر قسم کی روایات کا ذخیرہ ملتا ہے. نہ کہ ایک الہامی کتاب کی جس میں شک و شبہ کے لئے کوئی راہ نہیں ہوتی اس کے بعد فرماتے ہیں، یہ بھی اسی وقت ہوگا جبکہ ان انجیل کے لکھنے والوں پر کوئی تہمت کذب وغیرہ کی نہ ہو کیونکہ اگر ایک وہ شخص سچے بھی ہوں پھر ان سے غلطی کا ہونا بہت کچھ ممکن ہے. پھر فرماتے ہیں کہ نصاریٰ کے عقیدہ کے بموجب ان کے دین کا خود حضرت مسیح سے متصل سند کے ساتھ نقل ہونا بھی ضروری نہیں. بلکہ ان کے نزدیک ان کے اکابر کو یہ حق ہے کہ وہ ایسا دین رائج کر دیں جس کو حضرت مسیح نے بیان نہیں کیا. اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان کو نہ حضرت مسیح کی طرف توجہ ہو سکتی ہے اور نہ اس کے اہتمام کی ضرورت رہتی ہے صفحہ ۱۶۳ پر فرماتے ہیں:

امانت جو نصاریٰ کے دین میں داخل ہے اور صلاۃ الی المشرق حلت خنزیر ترک ختنہ تعظیم صلیب اور کنیسوں میں صورتیں بنانا یہ سب احکام وہ ہیں کہ نہ خود حضرت مسیح سے منقول اور نہ اناجیل میں ان کا پتہ۔ بلکہ حواریین تک سے منقول نہیں۔ خلاصہ یہ کہ نصاریٰ کے پاس کوئی صحیح نقل متواتر اس امر کی شہادت نہیں دیتی کہ ان اناجیل کے الفاظ درحقیقت حضرت مسیح کے ملفوظات ہیں بلکہ ان کی اکثر شریعت کا ان کے پاس نہ کوئی ضعیف ثبوت ملتا ہے نہ قوی۔

علامہ ابن تیمیہ کی اس تقریر سے حسب ذیل نتائج ماخوذ ہوتے ہیں:

(۱) اس پر کوئی شہادت قوی نہیں کہ اناجیل کے الفاظ حضرت مسیح کے فرمودہ ہیں۔

(۲) جامع اناجیل نے حضرت مسیح کے نہ سارے اقوال جمع کئے اور نہ سب حالات۔

(۳) اناجیل کی حیثیت کتب سیر کی ہے۔

(۴) اناجیل کے کلام الٰہی ہونے پر نہ متواتر نقل ہے نہ غیر متواتر۔

(۵) کاتبین اناجیل نہ خود اس کے کلام اللہ ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں اور نہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق۔ یہ تمام نتائج حافظ ابن تیمیہ اور ابن حزم کے بیانات سے برآمد ہوئے۔ اب آپ غور فرمایئے کہ مسیحی لوگ جو منصف مزاج اور حق گو ہیں۔ اناجیل کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا نولی میں انجیل متی کے متعلق لکھا ہے کہ انجیل سنہ۴۱ء میں عبرانی زبان یا اس زبان میں جو کلدانی اور سریانی کے مابین ہے تحریر کی گئی لیکن موجودہ انجیل اس کا یونانی ترجمہ ہے اور جو انجیل اس وقت عبرانی زبان میں ملتی ہے وہ درحقیقت اسی یونانی انجیل کا ترجمہ ہے۔

جیروم اپنی کتاب میں تصریح کرتا ہے کہ بعض علماء متقدمین انجیل مرقس کے آخری باب کے متعلق شک کرتے ہیں اور اس طرح بعض متقدمین کو انجیل لوقا کے باب ۲۲ کی بعض آیات میں شبہ تھا۔ اور بعض اس انجیل کے دو اول باب میں شبہ ظاہر کرتے تھے چنانچہ یہ دونوں باب فرقہ مارسی یونانی کے نسخے میں نہیں ہیں۔ محقق نورٹن انجیل مرقس کے متعلق اپنی کتاب کے صفحہ ۷۰ پر لکھتا

ہے: اس انجیل میں ایک عبارت قابلِ تحقیق ہے اور وہ آخر باب کی نویں آیت سے لیکر آخر تک ہے۔ تعجب ہے پیاخ سے کہ اس نے متن میں اس پر کوئی شک کی علامت نہیں لگائی اور اس کی شرح میں بلا تنبیہ کئے ہوئے اس کے الحاقیہ کے دلائل بیان کئے ہیں۔ استادلن اپنی کتاب میں تصریح کرتے ہیں کہ بلاشبہ انجیل یوحنا تمام کی تمام مدرسہ اسکندریہ کے کسی طالب علم کی تصنیف ہے۔ اس طرح محقق برطشنڈر کا کہنا ہے کہ انجیل اور انا جیل یوحنا، یوحنا کی تصنیف نہیں بلکہ کسی نے ابتدائی قرن ثانی میں ان کو تصنیف کیا ہے۔ ہورن اپنی تفسیر جز رابع میں لکھتا ہے قدماء مورخین سے جو حالات تالیف انجیل کے زمانہ کے متعلق ہم تک پہنچے ہیں ان سے کوئی صحیح نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ قدماء مشائخ نے واہیات روایات کی تصدیق کر کے ان کو لکھ ڈالا ہے اور ان کی عظمت کا خیال کر کے متاخرین ان کی تصدیق کرتے چلے آئے اور اس طرح یہ جھوٹی سچی روایات ایک کاتب نے دوسرے کے حوالہ کیں۔ حتیٰ کہ اب ایک مدت مدیدہ کے بعد ان کی تنقیدات ناممکن ہیں۔ جرتس جو کہ علماء پروٹسٹنٹ میں بڑا مرتبہ رکھتا ہے اپنے فرقہ کے علماء کی ایک فہرست کا ذکر کرتا ہے جنہوں نے کتب مقدسہ سے بہت سی کتابوں کو علٰحدہ کر دیا تھا اس خیال سے کہ یہ سب اکاذیب اور جھوٹ ہے۔ یوسی بیس اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ دیونیش کہتا ہے کہ بعض قدماء نے کتاب المشاہدات کو کتب مقدسہ سے خارج کر دیا تھا اور اس کے رو برو نہایت زور دیتے ہوئے کہا کہ یہ سب کچھ بے معنی ہے اور جہالت و بے عقلی کا کرشمہ ہے اور اس کی نسبت یوحنا حواری کی طرف کرنا محض غلط ہے اس کا مصنف نہ حواری ہے نہ کوئی نیک شخص بلکہ مسیحی بھی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سرنتھسن نے اس کو یوحنا کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ لیکن کتب مقدسہ سے ذیل، اس کو اس لئے خارج نہیں کر سکتا کہ میرے بہت سے مذہبی بھائی اس کو بنظرِ عظمت دیکھتے ہیں لیکن میرا خیال یہ ضرور ہے کہ یہ کسی ملہم شخص کی تصنیف ہے لیکن میں اسے آسانی کے ساتھ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ یہ شخص وہی یوحنا حواری تھا۔ انجیل لوقا اور متی میں ایسے واضح اختلافات پائے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انجیل متی عہد لوقا میں

مشہور و معتبر نہ تھی ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ لوقا مسیح کا نسب نامہ انجیل متی کے خلاف تحریر کر دے۔ اور ایک دو لفظ کا اضافہ بھی نہ کرے جس سے یہ اختلاف رفع ہو جائے۔

ان اقتباسات کے پیش کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ مقدس انجیل ضائع ہو گئی اور خود مسیحیوں کو اس امر کا اقرار کرنا پڑا ہے کہ حضرت مسیح کی انجیل آج دنیا میں موجود اور محفوظ نہیں۔

اب پارسیوں کی کتاب کا حال ملاحظہ فرمائیے:

ایرانی قوم نہایت قدیم قوم ہے۔ ان کی کتابیں کبھی محفوظ رہی ہوں گی لیکن کتاب ژند تو زرتشت کے عہد سے بھی پہلے نادر الوجود ہو چکی تھی۔ ژند کے معنی چقماق کے ہیں جس سے آگ نکلتی ہے کتاب کا نام اس لئے ژند ہوا کہ اس کے اندر بھی روشنی موجود ہے۔ کہتے ہیں کہ کتاب ژند کے پچیس ۲۵ باب تھے اور اب صرف ایک انیسواں ۱۹ باب پایا جاتا ہے ژند کے بعد اس کا درجہ پاژند نے حاصل کیا ہے لیکن سکندر کی فتح ایران کے بعد وہ بھی عنقا ہو گئی۔ سکندر کے بعد تین سو سال تک طوائف الملوکی رہی اور مذہبی حالت بھی بہت خراب تھی۔ جب اردشیر بابکا ایران کا بادشاہ بنا تب ژند اور پاژند کی جگہ دساتیر لکھی گئی۔ اور اسی کو آسمانی کتاب کا درجہ دیا گیا لیکن جب مانی نے اپنا مذہب ایجاد کیا تب دساتیر کو بھی تلف کر دیا اور پارسیوں کی تمام کتابوں کو نیست و نابود کر ڈالا۔ یہ جملہ واقعات اسلام سے پہلے کے ہیں۔ دساتیر کے متعلق اہل تحقیق کا بیان ہے کہ وہ صرف دعاؤں کا مجموعہ ہے اور صبح و شام پڑھی جانیوالی دعائیں اس میں درج ہیں۔ استا کے متعلق مشہور ہے کہ وہ نزولِ قرآن کے بعد لکھی گئی۔ اور اس کتاب کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ترجمہ ثبت کیا گیا ہے، بنام ایزد بخشائندہ بخشائش گر۔ مندرجہ بالا حالات اور واقعات سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ سکندر کی غارت گری کے بعد پارسیوں کے پاس ایسا کوئی صحیفہ نہ تھا جو آسمانی کہلانیکا مستحق ہو۔

وید

ہندوستان میں نہایت قدیم کتاب 'وید' سمجھی جاتی ہے۔ وید کی عزت کو آریہ و سناتن دھرمی دونوں تسلیم کرتے ہیں۔ اس اجمالی عظمت کے اقرار کے بعد آریہ و سناتن

دھرمیوں میں زبردست اختلاف ہوجاتا ہے۔ آریہ کہتے ہیں کہ وید صرف منتر بھاگ کا نام ہے
سناتن دھرمی کہتے ہیں کہ برہمن بھاگ بھی اصلی وید ہے۔ برہمن بھاگ اپنی حجم کے اعتبار سے دوچند
زیادہ ہے اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ وید کو ماننے والی قومیں یا تو ۲/۳ حصہ وید کو اصل سے
خارج کررہی ہیں یا ۲/۳ حجم کو وید اصلی میں داخل کررہی ہیں۔ ہر دو صورت میں کتاب مذکور
کا غیر محفوظ ہونا ثابت ہوجاتا ہے۔ زمانۂ حاضرہ میں سب ہندو کہتے ہیں کہ وید چار ہیں مگر
منوجی مہاراج کی سمرتی میں صرف تین ویدوں رگ، یجر، سام کا نام آیا ہے، چوتھے اتھروید
کا نام نہیں آیا سنسکرت کی اور بھی قدیم ترین کتابیں ایسی ہیں جن میں یہی تین نام پائے جاتے
ہیں لیکن بعض پرانی کتابیں ایسی بھی ہیں جن میں تقریباً ستائیس کتابوں میں اسم وید کا استعمال
کیا گیا ہے۔ سب ہندو وید کو خدا ساز بتاتے ہیں مگر نیائے درشن کا مصنف گوتم، وید کو
کلامِ انسانی بتاتا ہے گوتم اس درجہ کا شخص ہے کہ اس کا شاستر چھ شاستروں میں سے ایک ہے
اور ان ہر شش شاستروں کو بطور مسلمہ آریہ اور سناتن دھرمی سب تسلیم کرتے ہیں۔

ہندوستان کے قدیم مذاہب میں سے جین مت بھی ہے جینی لوگ وید کے ایک حرف
کو بھی صحیح نہیں سمجھتے اور وید کا اکاش وانی ہونا بھی وہ قطعاً نہیں مانتے۔ یہ لوگ بھی اپنی قدامت
کو ویدوں کے زمانہ سے ماقبل کی بتلاتے ہیں اور اپنی کتابوں کو وید سے قدیم تر ظاہر کرتے ہیں۔
ہمارے ان مختصر فقرات سے ناظرین بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ حفاظتِ الٰہی نے مندرجہ بالا کتب میں
سے کسی کا ساتھ نہیں دیا اور اسی لئے ہر ایک کتاب کے وجود یا اجزائے وجود پر خود اسی مذہب کے
لوگوں نے شک وگمان اور ظنون واوہام کے خلاف چرچار کھے ہیں۔ غور فرمائیے کہ حفاظتِ الٰہیہ
نے نہ صرف یہ کہ ان کتابوں کی حفاظت نہیں کی بلکہ اس زبان ولغت کی حفاظت بھی چھوڑ دی
جن میں یہ کتابیں لکھی یا نازل کی گئیں تھیں۔ غور کرو عبرانی جو تورات کی زبان تھی اور خالدی یا
کالدی جو مسیح کی زبان تھی اور دری جو ژند اور پاژند کی زبان تھی اور سنسکرت قدیم جو وید کی
زبان تھی، اب دنیا کے کسی پردہ پر کسی براعظم یا کسی ملک، یا کسی ضلع یا کسی شہر میں بطور زبان مستعمل نہیں

قدرت نے ان السنہ کو ناپید کر لے سے اپنا فیصلہ قطعی صادر کر دیا ہے کہ اب انسانوں کو ان کتابوں کی بھی ضرورت نہ رہی جو ان زبانوں میں درج کی گئی ہیں اب اس حفاظتِ الٰہیہ کا اندازہ کرو جو قرآن مجید کے متعلق ہے کہ اس کا زیر وزبر اور حرف حرف توالی و تواتر کے ساتھ ثابت شدہ ہے۔ بلکہ جن میں ایک ایک حرف پورے یقین کے ساتھ اسی طرح ثابت شدہ ہے جیسا کہ مراکو میں موجود ہے۔ اگر حفاظتِ الٰہیہ خود کارفرما نہ ہوتی تو ایک ایسی کتاب میں ہزاروں غلطیوں کا ہو جانا نہ صرف ممکن بلکہ ضروری تھا جس کا پیش کرنیوالا ولا تخطہ بیمینک سے مخاطب ہو (آپ تو اپنے دائیں ہاتھ سے خط کھینچنا بھی نہیں جانتے) برہان بالا حفاظتِ خداوندی کے متعلق (جس کی پیشینگوئی آیت قرآنی میں کی گئی ہے) قطعی اور یقینی ہے۔ سیکڑوں طرح کے ہنگامے خلفاء بنی امیہ اور بنی عباس کے زمانہ میں ہوئے سادات قتل کئے گئے مسلمانوں میں زبردست باہمی اختلافات پیدا ہوئے، مگر قرآن مجید کا کسی منکر یا ملحد سے آج تک کہ چودہ سو برس کے قریب ہو چکے ہیں ایک حرف کبھی محرف نہ ہو سکا۔ چنانچہ وہ بجنسہ موجود ہے اور ہم بالیقین کہہ سکتے ہیں کہ قیامت تک اسی طرح محفوظ رہیگا کیونکہ اگر دنیا میں ایک جلد بھی اس کتابِ الٰہی کی موجود نہ رہے تب بھی لاکھوں حافظ ہوتے رہتے ہیں اور ہمیشہ یونہی ہوتے رہیں گے درحقیقت حفاظت اسی کو کہتے ہیں کہ جس میں کچھ بھی اور کبھی بھی ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہو اور پیشینگوئی اسی کا نام ہے کہ اندھا اور آنکھوں والا کسی مذہب کا کیوں نہ ہو ہر وقت اس پر یقین کر سکتا ہے اور کسی طرح کا شک اس کے پاس نہیں پھٹک سکتا۔

پیشینگوئی ۸

قرآن کے نزول، ترتیب اور جمع کے بارے میں

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۔ (پ ۲۹)

قرآن پاک کا جمع کر دینا اس کا پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم اسے پڑھنے لگیں تو آپ اسکے تابع ہو جایا کیجئے۔

صحیح بخاری و مسلم میں روایت ہے۔ حبرالامت حضرت ابن عباس رضی فرماتے ہیں کہ نزولِ وحی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت مشقت اور دشواری پیش آتی تھی۔ کیونکہ آپ حضرت جبرائیل کے ساتھ ساتھ کلامِ الٰہی کو تلاوت فرماتے جاتے تھے بایں خیال کہ کوئی کلمہ مجھ سے رہ نہ جائے یا اس میں کوئی بے ترتیبی واقع نہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس مشکل کے پیش نظر ارشاد فرمایا کہ آپ ایسا نہ کیجئے۔ حضرت جبرائیل جب ہمارا کلام پڑھیں تو آپ ہمہ تن متوجہ ہو کر اس کو سنتے رہیں۔ آپ کو یاد کرا دینا، آپ کی زبان پر جاری کر دینا اور پھر تبلیغ کے وقت بھی اس کا یاد رکھوانا اور لوگوں کے سامنے اس کا پڑھوا دینا یہ سب ہمارے ذمہ ہے۔

قرآن مجید یکبارگی نازل نہیں ہوا بلکہ تھوڑا تھوڑا تئیس برس میں، وقتاً فوقتاً نازل ہوتا رہا اس لئے اس کتاب کی ترتیب اور تدوین نہایت مشکل اور دشوار کام تھا۔

لیکن اس اہم اور مشکل کام کو بھی رب العالمین نے اپنے ہی ذمہ لیا جس طرح دنیا میں بھی ہر ایک مصنف کتاب اپنی تصنیف کردہ کتاب کی ترتیب و تدوین کا کام خود سرانجام دیتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ بعد میں کسی آیت کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوئی مشرق سے لے کر مغرب تک تمام دنیا ایک ہی ترتیب کے ساتھ قرآن مجید کی قرأت کر رہی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی پورے قرآن کے حافظ تھے۔ اور آپ کی برکت سے بہت سے صحابہ بھی حافظ تھے اور بعدہ آپ کی امت میں بھی اب تک لاکھوں کروڑوں حافظ پائے جاتے رہے ہیں۔ جو ایک ایک حرف اور زیر و زبر پر حاوی ہیں۔ یہ عہد اب تک کسی مذہبی کتاب کی بابت نہ دیکھا اور نہ سنا گیا اور قیامت تک یونہی انشاءاللہ تعالیٰ جاری رہیگا۔

اس پیشینگوئی سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جمع و ترتیب کی جو صورت و شکل موجودہ دنیا میں پائی جاتی ہے وہ ٹھیک اسی ترتیب و قرأۃ کے موافق ہے جو علمِ الٰہی اور قرأۃ سماوی میں مقرر ہے یہ وہم کہ افرادِ امت میں سے کسی ایک نے اس میں کچھ تصرف کیا ہے بالکل غلط اور قطعاً باطل ہے۔ اس

برہان کے خاتمہ پر تکمیل مدعا کی غرض سے یہ بھی لکھ دینا ضروری ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمان ذوالنورین نے بھی حفاظت و جمع قرآن اور کتابتِ قرآنی میں بہت بڑی خدمت انجام دی ہو۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبِ وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں سات نسخے قرآن مجید کے لکھوائے اور ان کو سات نائبانِ سلطنت کے پاس اپنے دستخط و مہر رسالت سے مزین کر کے بھجوایا اس سے ان کا مقصد حفاظتِ قرآن ہی تھا تاکہ اس کے رسم الخط میں آئندہ چل کر کوئی تفاوت پیدا نہ ہو جائے۔ کاتبِ وحی کے قلم، خلیفہ راشد کے دستخط اور مہر رسالت سے مزین شدہ قرآن مجید آئندہ زمانہ کے کاتبین کے واسطے صحت و نقل اور مقابلہ کے لئے بے بہا گوہر تھا گویا کہ خلیفہ راشد نے نقل و صحت میں شک و اختلاف مٹانے کے لئے اصل شے قائم کر دی تاکہ بحالتِ ضرورت اس کی جانب رجوع کیا جائے۔ یہ قرآن مجید ہی کی خصوصیات میں سے ہے، دنیا کی اور کسی مقدس کتاب کو یہ درجہ حاصل نہیں۔ لہٰذا معترضین کا یہ کہنا کہ حضرت عثمان رضؓ نے قرآن میں تصرف کیا تھا نہایت لغو اور قطعاً ناقابلِ التفات ہے۔

اسلام میں پانچ نمازیں فرض ہیں جن میں سے تین میں قرآن مجید بآوازِ بلند پڑھا جاتا ہے اور چونکہ ہر شخص مجاز ہے کہ جہاں سے چاہے جتنا چاہے قرآت کرے اس لئے دنیا میں پھیلے ہوئے کروڑوں انسان صدہا مقامات پر قرآن مجید کے مختلف اجزا و سور کی روزانہ قراۃ کیا کرتے ہیں ایک پڑھتا ہے اور بیسیوں سینکڑوں مقتدی سنا کرتے ہیں اور اقتدا کرنے والوں میں بھی بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی ہوتی ہے جن کو خود بھی وہ آیات جو امام پڑھ رہا ہے یاد ہوتی ہیں۔ یہ طریقہ عہدِ نبی صلعم سے جاری تھا اور ہر شہر ہر قصبہ اور ہر قریہ میں برابر اسی پر عملدرآمد رہا ہے۔ خلافت عثمان رضؓ سے پہلے قرآن پڑھنے والوں کی تعداد لاکھوں کروڑوں تک پہنچ گئی تھی اور اس کے نسخے صدہا بلکہ ہزارہا بستیوں میں موجود تھے اس لئے حضرت عثمان رضؓ کے حیطۂ اختیار سے باہر تھا کہ سب کی زبانوں پر، سب کے دماغوں پر

اور سب کی کتابوں پر قبضہ کر کے ایک ہی لفظ کی کمی بیشی کر سکتے۔

حضرت عثمان رضؓ سے مسائل فقہیہ میں جمہور کا اختلاف

بعض وہ مسائل فقہیہ ہیں جن میں صحابہ کا اختلاف حضرت عثمان رضؓ سے تھا مثلاً منیٰ میں پوری نماز پڑھنا اور قصر نہ کرنا اور محرم کا کسی غیر محرم کے شکار کو استعمال کر سکنا۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے چھوٹے چھوٹے مسائل میں بھی بعض صحابہ نے ان کا خلاف کیا اور ہر ایک اپنے اپنے اجتہاد فقہی پر محکم رہا تو پھر کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ عثمان رضؓ قرآن مجید کے متعلق کوئی خود ساز تبدیلی کرتے اور صحابہ اس پر خاموش رہ جاتے۔

حضرت عثمان رضؓ اور اہلِ مصر کی بغاوت

اس سے بھی بڑھ کر ہم دیکھتے ہیں کہ اہل مصر نے حضرت عثمان رضؓ کے بعض افعال پر سخت نکتہ چینی کی ان کو بیت المال کا اسراف سے خرچ کرنے والا یا اپنی قوم کو بہت زیادہ عہدے و مناصب دینے والا بنایا ہے اور انھیں امور پر اپنے زعم میں اہلِ مصر نے ایسی بغاوت کی کہ اس کا اختتام امیر المومنین کی شہادت پر ہوا لیکن ہم کسی مصری اور اس عہد کے کسی متعصب ترین انسان کو بھی قرآن مجید کے متعلق حضرت عثمان رضؓ کی شان میں ایک حرف بھی کہتا ہوا نہیں سنتے۔

خلافتِ مرتضوی اور مصحفِ عثمانی

حضرت علی مرتضیٰ ان کے بعد خلیفہ ہوتے ہیں اور وہ اپنی تمام خلافت کے زمانہ میں قرآن حکیم کی ترتیبِ عثمانی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتے اور نہ اس ترتیب کے خلاف زبان سے کوئی لفظ نکالتے ہیں بلکہ ہمیشہ نمازوں اور وعظوں میں اسی قرآن کا ورد فرماتے ہیں۔

رفعِ مصحف کا واقعہ صفین میں

امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضؓ اور امیر معاویہ رضؓ میں جنگ صفین ہوتی ہے۔ اہلِ شام قرآن مجید کو بلند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے تمہارے درمیان یہ قرآن مجید حکم ہوگا اس وقت حزب مرتضوی میں سے کوئی ایک بھی نہیں کہتا کہ اہلِ شام کے قرآن پر کیا اعتماد ہے حالانکہ فریق برسرِ جنگ

کو اگر ذرا بھی گنجائش ایسے لفظ کہنے کی مل جائے تو ہمارے رب کی اس تدبیر کو کالعدم کر سکتا ہے لیکن شامیوں کے پیش کئے ہوئے قرآن ہی کو قرآن ماننا پڑا اور عارضی صلح منعقد ہو گئی۔ ان واقعات سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمان رض نے حفاظت قرآن کے متعلق ایسی خدمت ادا کی جس پر تمام عالم اسلام کا اتفاق تھا، جاہل و عالم ان کے مداح اور نقاد ان کے اس فعل حمیدہ میں ذرا بھی شک رکھتے تھے اور یہ اتفاق کامل صرف قرآن مجید ہی کے متعلق حاصل ہے لہٰذا قرآن کی اس پیشینگوئی کا ظہور اس کا کھلا ہوا معجزہ ہے۔

پیشینگوئی ۹

قرآنِ حکیم سینوں میں محفوظ رکھا جائے گا

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ — یہ قرآن تو وہ روشن آیتیں ہیں جو علم والوں کے سینہ میں رہتی ہیں۔

یعنی کتاب اللہ لوگوں کے قوت حافظہ میں محفوظ رہے گی وہ کتابت کی محتاج نہیں۔

اس کے تحت میں ابن کثیر اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: یحفظہ العلماء یسّر اللّٰہ علیہم حفظاً وتلاوۃً وتفسیراً یعنی حق تعالیٰ نے اس کتاب کا حفظ کرنا تلاوۃ کرنا اور اس کی تفسیر بیان کرنا آسان کر دیا ہے۔

اس آیت میں قرآن مجید کی بہت بڑی خصوصیت بتلائی گئی ہے کہ اس کی آیات واضح الدلالۃ اور ہر طرح تحریف اور تغیر سے محفوظ ہیں بخلاف دوسری کتابوں کے کہ ان کی حفاظت اس طرح نہیں ہوئی اور نہ ان کو اس طرح حفظ کیا گیا۔

ساری کتاب کو حفظ کر لینا ایک انوکھا خیال تھا کیوں کہ قرآن مجید سے پیشتر دنیا میں کوئی کتاب حفظ نہیں کی گئی تھی اس خیال کا پیدا ہونا ہی اس کے الہامی ہونے پر بیّن دلیل ہے۔ اس پیشینگوئی کے مطابق دنیائے اسلام کے ہر ملک، ہر صوبہ، ہر ضلع اور ہر شہر میں حفاظ

قرآن کی کافی تعداد پائی جاتی ہے ۔ جو اس صحت، اتقان اور یقین واثق کے ساتھ تلاوتِ قرآن پاک کرتی ہے کہ ان کی قرأۃ سے مطبوعہ کتاب کی تصحیح کی جاتی ہے اور ان حفاظ کو مطبوعہ یا قلمی کتاب سے صحت کی ضرورت نہیں پڑتی ۔ قرآن حکیم کی اس پیشینگوئی اور ارشادِ خداوندی کے مطابق قرآن مجید حفاظ کی قوتِ حافظہ میں محفوظ ہے اس کی حفاظت وصیانت کتابت پر موقوف نہیں ۔

پیشینگوئی ۲۱

قرآن مجید کا حفظ کر لینا آسان ہوگا ۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (پارہ ۲۷)

ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لئے آسان بنا دیا پھر کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا ۔

کلام الملوک ملوک الکلام ۔ کلام اللہ شہنشاہ کا کلام ہے اس قدر شیریں وجامع اور مختصر ہے کہ اتنی ضخیم اور بڑی کتاب کا حفظ یاد کر لینا نہایت سہل اور آسان ہے ۔ بوڑھے، جوان، خورد سالہ بچے، مرد وعورت اور شہری ودیہاتی سب طرح کے لوگ دنیا میں حافظِ قرآن پائے جاتے ہیں یہ قرآن پاک کا بہت بڑا امتیاز اور اعجاز ہے جب مسلمانوں میں ہزاروں ولاکھوں کی تعداد میں دنیا کی تمام اقوام اور تمام ممالک کے سامنے قرآن مجید کو حفظ سنانا شروع کیا تب دوسروں کو اُمنگ آنی چاہئے تھی اور دوسروں کو بھی ایسا جوش پیدا ہونا چاہئے تھا کہ وہ بھی اپنی اپنی مذہبی کتابوں کو حفظ کر لیتے کیونکہ ان کے سامنے قرآن کی نظیر موجود تھی ۔ مگر پوری دنیا میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں نکلا نہ یہودی نہ عیسائی، نہ پارسی نہ ہندو اور نہ کوئی اور کہ اپنے مذہب کی کتاب کو حفظ کر لیتا ۔ اس کی وجہ بھی خود قرآن نے بتلادی کہ یہ خصوصیت اللہ تعالیٰ نے صرف قرآن مجید میں ہی رکھی ہے کہ وہ یاد کرنیوالوں کو جلد اور آسانی سے یاد ہو جاتا ہے ۔

غور کرو رب العالمین نے اور کسی کلام کے اندر خواہ کسی زمانہ میں وہ کلام اسمان ہی سے زمین پر اتارا گیا تھا یہ خصوصیت یہ خاصیت اور یہ مابہ الامتیاز رکھا ہی نہیں اس لئے کوئی دوسری کتاب کسی اور مذہب والے کو ازبر کیونکر یاد ہو سکتی تھی اور کیونکر کوئی شخص حفاظتِ قرآن کی طرح ایسی صحت اپنے تیقن کے ساتھ اپنی کتاب کے حافظ بنانے کی جرأت کر سکتا تھا۔ یہ ہے قدرت کی زبردست طاقت اور یہ ہے فطرت کی ناقابلِ تسخیر قوت جس کے مقابلہ سے دنیا عاجز ہے۔

پیشینگوئی ۱۱

قرآن کی کتابت اور طباعت برابر ترقی پذیر رہیگی

وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ قسم ہے اس کتاب کی جو لکھی ہوئی ہو کھلے کاغذ میں۔

رق اس جھلی کو کہتے ہیں جو کتابت کے لئے خاص طور پر بنائی جاتی ہے۔ صحیفہ اس بیاض کو کہتے ہیں جو لکھنے کے لئے تیار کی جاتی ہے (المنجد)۔

اس آیت میں قرآن مجید کو کتاب بھی فرمایا اور مسطور بھی اور پھر اس کو منشور بھی بتایا۔

کون نہیں جانتا کہ نشر کے معنی میں بسط اور امتداد شامل ہے اور اسی کو آج ہم لفظ اشاعت سے تعبیر کرتے ہیں۔

ناظرین غور فرمائیں کہ جس کثرت سے قرآنِ عزیز کی کتابت و طباعت اور اشاعت دنیا کے گوشہ گوشہ میں ہو رہی ہے وہ سب اسی پیشینگوئی کا اثر ہے۔ دنیا میں اور کسی کتاب کی اسقدر خدمت اور اشاعت آج تک نہیں ہوئی اور نہ آئندہ ہو جتنی قرآنِ عزیز کی ہوئی ہے۔ قرآنِ پاک کی کتابت و طباعت میں جو فنکارانہ خدمتیں نت نئی ہو رہی ہیں اور دلکش و دلفریب نئے نئے نمونے سامنے آرہے ہیں وہ اسی آیت کی ایک طرح کی تفسیر و تشریح ہے۔ پھر کلام الہٰی کی تفاسیر اور تراجم کا جو سلسلہ آج عالمگیر پیمانہ پر جاری ہے۔ انسانی برادری کی بے شمار زبانوں میں

اور خصوصیت سے جنگ عظیم ثانی کے بعد ایشیا و افریقہ کے مغربی استعمار سے نجات پانے اور قومی استقلال کے حصول کے بعد قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر کی اشاعت کا سلسلہ برابر ترقی پذیر ہے۔ حکومتیں علمی ادارے اور ریسرچ انسٹی ٹیوٹس آج پورے یورپ و ایشیا کے ممالک میں قائم ہیں اور قرآن کریم کے متن کی تشریح و توضیح اور علوم قرآنی کو جدید سائنٹفک اصولوں پر پرکھنے کا کام عقیدت مندوں کے پہلو بہ پہلو اسلام کے حریف ہی کر رہے ہیں اور جدید دور کی تحقیقات و انکشافات بھی قرآن کی صداقت اور اس کے مضامین کی تائید کر رہے ہیں۔ کاش مسلمانوں میں ایسا طبقہ اٹھ کھڑا ہو جو قدیم و جدید علوم میں زیادہ نہیں حقیقی شغف اور درک رکھتا ہو تو قرآن کی ہدایت و رہنمائی سے بنی نوع انسان کا جو طبقہ محروم ہے مستفید ہونے لگے۔

پیشینگوئی ۱۲

(باطل) قرآن مجید کا کبھی بھی مقابلہ نہ کر سکے گا

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ؕ	یہ بڑی معزز کتاب ہے اس میں باطل نہ آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے (یہ کلام) نازل ہوا ہے (خدائے) باحکمت اور لائق حمد کی طرف سے۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں عموم ہے لہٰذا دنیا بھر کے انسان اور جنات سب مل کر بھی اگر چاہیں کہ قرآن مجید میں کسی قسم کا تغیر اور کسی طرح کی کمی بیشی کر دیں تو یہ ان کی قوت و طاقت سے باہر ہے چنانچہ روافض نے اس میں کچھ اجزا کو بڑھانا چاہا لیکن وہ ایسا نہ کر سکے اور ان اجزا کو قرآن کا جز نہ بنا سکے۔ اسی طرح روافض نے اس میں سے کچھ اجزا کو کم کرنا چاہا تو وہ ایسا بھی نہ کر سکے۔

حضرت زجاج فرماتے ہیں فیاتیہ الباطل من بین یدیہ سے مراد اس میں کمی کرنا ہے اور فیاتیہ الباطل من خلفہ سے مراد اس میں اضافہ کرنا ہے۔ قرآن کریم

ان دونوں سے محفوظ ہے ۔

فلسفۂ قدیم (باطل من بین یدیہ) اور فلسفہ جدید (باطل من خلفہ) نے بہت زور مارا مگر قرآن حکیم کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور اس کے کسی مضمون اور کسی اصول کا بھی مقابلہ نہ کر سکا نہ فلسفہ قدیم نے اس میں کچھ گھٹایا اور نہ فلسفہ جدید نے کچھ بڑھایا۔ یہ ایسی مکمل کتاب ہے کہ اس میں اب کسی کو دخل کی گنجائش ہی نہیں ۔

فلسفہ قدیم کی بنیاد غور و فکر، تحقیق و تدقیق اور معلومات سے مجہولات تک رسائی پر تھی کیوں کہ اس دور میں، انسان عہد حاضرہ کے وسیع تجرباتی اور مشاہداتی وسائل سے محروم تھا۔ آلات کی جدید فوج اس وقت تک شرمندۂ ظہور نہ ہوئی تھی اس لئے حکماء و فلاسفہ قدیم کا سب سے بڑا ہتھیار قیاس تھا اور ظاہر ہے کہ قیاسی نتائج میں قطعیت کا تصور ہی پیدا نہیں ہوتا ۔

فلسفہ جدید میں غور و فکر، تحقیق و تدقیق اور تنقید کے پہلو بہ پہلو تجربات و مشاہدات ہمعنان نظر آتے ہیں بلکہ یہ تجربات و مشاہدات کا میدان جس قدر وسیع سے وسیع تر ہوتا جاتا ہے اسی قدر افکار و خیالات (تھیوریز) میں کون و فسخ اور رد و قبول کا عمل سرعت کے ساتھ جاری ہوتا ہے ۔ عناصر میں برابر اضافہ ہوتا رہا ہے حالانکہ جدید ترین عناصر کو عناصر بسیط کی حد میں بعد از وقت بسیار ہی لایا جا سکتا ہے ۔ اس لئے فلسفہ جدید ہو یا قدیم وہ انسانی افکار و مشاہدات اور تجربات کا امتزاج ہے جس کے اصول و فروع ہر نئی تحقیق کے آگے چراغِ رہگذر سے زیادہ نہیں ۔

پیشینگوئی ۱۳

تحفظ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ — اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا ۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ — ان کفار کے مقابلہ میں آپکے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہو۔

حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ — اللہ تعالیٰ آپ کے لئے بس اور کافی ہے اور آپ کی تابعداری کرنے والے مومنین کے لئے۔

فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا — آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا جو وعدہ کیا تھا وہ کس طرح حرف بحرف پورا ہو کر رہا وہ ان واقعات سے ظاہر و باہر ہے کہ آپ کو قتل کر دینے کے منصوبے باندھے گئے اور کیا کیا سازشیں نہ کی گئیں اور پھر آپ فوجوں کی حفاظت یا کسی مضبوط قلعہ میں بھی نہ رہتے تھے لیکن چونکہ خداوند عالم وعدہ کر چکا تھا اس لئے دشمنوں کی تمام تدبیریں ناکام رہیں اور وہ آپ کا کچھ نہ کر سکے۔

اگرچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعض غزوات میں زخمی ہوئے اور یہود نے آپ کو زہر دیا مگر مجمع اور مقابل ہو کر آپ کو کوئی قتل اور ہلاک نہ کر سکا اس طرح قرآن شریف کی یہ پیشینگوئی حفاظتِ نبوی کے متعلق پوری ہوئی۔

ترمذی شریف میں حدیث ہے کہ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیا جاتا تھا لیکن جب آیت واللہ یعصمك من الناس نازل ہوئی تب آپ نے فرمایا کہ سب جاؤ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کر لی ہے۔

پیشینگوئی ۱۳

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں حریفوں کی ناکامی کے متعلق

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ اَوْ يَقْتُلُوكَ اَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝ — جب آپ کے ساتھ کافر لوگ خفیہ تدبیریں کرتے کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا شہر بدر کر دیں تو خدا نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

اس آیت میں پانچ پیشگوئیاں کی گئی ہیں :

(۱) کفار کا خفیہ تدبیر کرنا (۲) قید کرنے کا ارادہ (۳) قتل کی سازش (۴) شہر سے باہر نکالنے کا منصوبہ (۵) خدا کا آپ کی حفاظت کے لیے موثر تدبیر کرنا۔ چنانچہ کفار کا اپنے ہر ارادہ میں ناکام ہونا اور حضور صلعم کا آخر تک قتل و قید وغیرہ سے محفوظ رہنا دنیا نے آنکھوں سے دیکھا اس آیت میں چونکہ ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس لئے ہم اس کو ذرا تفصیل سے بیان کر دینا چاہتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ یہ پیشگوئی کس طرح حرف بحرف پوری ہوئی ۔

جب مدینہ منورہ میں ایک معقول تعداد مسلمانوں کی فراہم اور مہیا ہو چکی جنکی طاقت اور خطرہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا تب کفار مکہ کو اپنے مستقبل کی فکر دامن گیر ہوئی اور ان کو نمایاں طور پر نظر آنے لگا کہ ہماری عزت اور زندگی کی حفاظت اسی پر منحصر ہے کہ مذہب اسلام کا استیصال کلی طور پر کر دیا جائے ۔ چونکہ مکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کے تقریباً سب ہی لوگ جا چکے تھے اور آپ تنہا رہ گئے تھے، لہٰذا ان کے اس فیصلہ پر پہونچنا بہت ہی آسان تھا کہ اس دین کے بانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتمہ کر دیا جائے اور اس کام میں غفلت کرنا خطرہ سے خالی نہیں کیونکہ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی مکہ سے نکل گئے اور مدینہ میں اپنی جماعت سے جا ملے تو پھر اس نئے مذہب کے خطرہ کا مقابلہ کرنا بہت دشوار ہوگا ۔ یہ خیالات قریش کے ہر شخص کی زبان پر اور ہر شخص کے دماغ میں پیدا ہوتے تھے، حتیٰ کہ مکہ کی فضا میں ان خونی خیالات نے تمام قبائل کا احاطہ کر لیا اور پھر ماہ صفر کی آخری تاریخوں میں نبوت کے چودھویں سال آپ کے خاندان بنو ہاشم کے سوا تمام قبائل قریش کے بڑے بڑے سردار الندوہ میں اسی مسئلہ پر غور و خوض کے لئے جمع ہوئے ۔ اس اجلاس میں مشہور سرداران قریش ابوجہل بن ہشام، عتبہ و شیبہ ابناء ربیعہ، طعیمہ بن عدی، نضر بن حارث، ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن اسود، نبیہ و منبہ ابنا حجاج، امیہ بن خلف، ابوسفیان

ابن حرب، جبیر بن مطعم، حکیم بن حزام ان قابلِ تذکرہ لوگوں کے علاوہ اور بھی بہت سے سردار شریک تھے۔ اور ایک بہت بڑا تجربہ کار بوڑھا شیطان نجد کا باشندہ بھی اس اجلاس میں شریک ہوا یہی شیخ نجد اس اجلاس کا پریذیڈینٹ بھی تھا۔ اس پر تو سب کا اتفاق تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک ہی تمام خطرات پیش آئندہ کا مرکز و منبع ہے لہٰذا زیر بحث مسلہ یہ تھا کہ آپ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے۔

ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ محمد صلعم کو پکڑ کر زنجیروں سے جکڑ دو اور ایک کوٹھری میں بند کر دو کہ دمیں جسمانی اور بھوک و پیاس کی تکلیف سے ہلاک ہو جائے۔ اس پر شیخ نجدی نے کہا کہ یہ رائے اچھی نہیں کیونکہ اس کے رشتہ دار اور پیرو اس بات کو سن کر اسے چھڑانے کی کوشش کریں گے اور فساد بڑھ جائے گا۔ دوسرے شخص نے رائے دی کہ اسے جلا وطن کر دو اور پھر کہیں داخل نہ ہونے دو۔ اس رائے کو بھی شیخ نجدی نے دلائل سے رد کر دیا۔ غرض اس جلسہ میں اسی طرح تھوڑی دیر تک بھانت بھانت کے جانور بولتے رہے اور شیخ نجدی ہر ایک رائے کا غلط اور نامناسب ہونا ثابت کرتا رہا۔

بالآخر ابوجہل بولا اور کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہر ایک قبیلہ سے ایک ایک شمشیر زن انتخاب کیا جائے کہ یہ تمام لوگ بیک وقت چاروں طرف سے محمد صلعم کو گھیر کر ایک ساتھ وار کریں۔ اس طرح قتل کا عمل انجام پذیر ہوگا تو محمد صلعم کا خون تمام قبائل پر تقسیم ہو جائے گا۔ بنو ہاشم تمام قبائل قریش کا مقابلہ نہیں کر سکتے لہٰذا وہ بجائے قصاص کے دیت قبول کرینگے اور دیت بڑی آسانی سے سب مل کر ادا کر دیں گے۔ ابوجہل کی اس رائے کو شیخ نجدی نے بہت پسند کیا اور تمام جلسہ نے اتفاق رائے سے اس ریزولیشن کو پاس کیا۔

ادھر دارالندوہ میں یہ مشورہ ہو رہا تھا ادھر آنحضرت صلعم کو خدا تعالیٰ نے بذریعہ وحی کفار کے تمام مشوروں کی اطلاع دیدی اور ہجرت کا حکم نازل فرمایا۔

اب جو آنیوالی رات تھی اسی رات میں مشرکوں کا ارادہ تھا کہ آپ کو گذشتہ شب

کی قرار داد کے موافق قتل کیا جائے ۔

چنانچہ انھوں نے شام ہی سے آکر آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور اس انتظار میں رہے کہ جب آپ رات کے وقت نماز پڑھنے کے ارادہ سے باہر نکلیں گے تب آپ پر اکیلمنت حملآور ہوں گے۔ آپ وحی الٰہی کے موافق رات کی تاریکی میں گھر سے نکلے اول آپ نے سورۂ یٰسین کی ابتدائی آیات فہم لایبصرون تک پڑھیں اور پھر ایک مٹھی خاک ان کفار کی طرف پھینکدی اور صاف نکلے ہوئے چلے آئے کفار میں سے کسی کو بھی آپ نظر نہیں آئے اور حضرت ابوبکر صدیق رض کو اپنے ہمراہ لے کر وہاں سے روانہ ہو گئے اور مکہ کی نشیبی سمت چار میل کے فاصلہ پر کوہ ثور کے ایک غار میں چھپ کر بیٹھ گئے ۔

رات کی تاریکی میں جب یہ دونوں محب و محبوب غار ثور کے قریب پہونچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر چھوڑ کر حضرت ابوبکر صدیق رض اس غار کے اندر داخل ہوئے اور وہاں جاکر اس غار کو صاف کیا۔ اس کے اندر جہاں جہاں سوراخ تھے ان کو ٹٹول ٹٹول کر ان میں اپنے بدن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر رکھے اس طرح تمام روزن بند کر کے پھر آنحضرت صلعم کو اندر لے گئے یہ دونوں آفتاب و ماہتاب تین دن اور رات غار میں چھپے رہے ۔

ادھر قریش کے بڑے بڑے سردار انعامی اشتہار مشتہر کر کے خود بھی سراغ رسانوں کو اپنے ہمراہ لے کر غار ثور کے منہ تک پہونچ گئے ۔ ان کے ہمراہی سراغ رسانوں نے کہا کہ بس اس سے آگے سراغ نہیں چلتا یا تو محمد صلعم یہیں کسی جگہ پوشیدہ ہیں یا یہاں سے آسمان پر اڑ گئے

کسی نے کہا اس غار کے اندر بھی تو جا کر دیکھو، دوسرا بولا ایسے تاریک اور خطرناک غار میں انسان داخل نہیں ہو سکتا ہم اسے مدت سے اسی طرح دیکھتے آئے ہیں، تیسرے نے کہا دیکھو اس کے منہ پر مکڑی کا جالا تنا ہوا ہے اگر کوئی شخص اس کے اندر داخل ہوتا تو یہ جالا صحیح و سالم نہیں رہ سکتا تھا، چوتھے نے کہا وہ دیکھو کبوتر اڑ رہے اور انڈے نظر آرہے ہیں جن کو

کبوتر بیٹھا ہوا سہ رہا تھا اس کے بعد سب کو اطمینان ہوا اور کوئی اس غار کی طرف نہ بڑھا۔
الغرض کفار اپنی تلاش و جستجو میں خائب و خاسر اور نامراد ہو کر واپس چلے گئے اور تین دن کی کوشش و
جستجو کے بعد تھک کر اور مایوس ہو کر بیٹھ رہے اور آپ صلعم مع حضرت ابو بکرؓ بحفاظت
خداوندی مدینہ منورہ پہونچ گئے۔ اس طرح یہ پیشینگوئی بجمیع اجزائیہ ظہور پذیر ہوئی اور
کفار کا اپنے مرارادہ میں ناکام ہونا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر دم تک قتل و قید وغیرہ سے
محفوظ رہنا دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

پیشینگوئی ۱۵

دنیا میں آپؐ کا نام نامی ہمیشہ بلند رہیگا

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (پارہ ۳۰) اور آپ کے ذکر کو ہم نے بلند کیا۔

مشرق سے لے کر مغرب تک زمین کے چپہ چپہ پر اور پانی کی سطح پر بلند آواز سے اذان
واقامت میں آپؐ کا نام بار بار لیا جاتا ہے اور ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کیا جاتا ہے، مدارس میں
احادیث (جو آپؐ کے اعمال و اقوال کا مفصل بیان ہے) پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں، خانقاہوں
اور معابد میں خدا ہی خوب جانتا ہے بے شمار درود شریف روزانہ پڑھے جاتے ہیں اس رفعت
ذکر کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی۔

پیشینگوئی ۱۶

تنگدستی کے بعد صحابہؓ غنی ہو جائینگے

وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (پارہ ۱۰)

اگر تم کو (اے مسلمانو) تنگدستی کا اندیشہ ہے تو اللہ تعالیٰ عنقریب تم کو اپنے فضل سے غنی اور بے نیاز کردے گا۔

عرب کا ملک کوئی زراعتی ملک نہیں ہے وہاں کے باشندوں کی آمدنی کا دار و مدار تجارت ہی پر رہتا ہے۔ تو مسلموں کو یہ خوف اور اندیشہ بالکل قدرتی تھا کہ اگر غیر مسلموں سے معاشی و تجارتی تعلقات منقطع ہو گئے تو کہاں سے کھائیں گے پئیں گے اس آیت میں مسلمانوں کو اسی طرف سے اطمینان دلایا جا رہا ہے۔

چنانچہ وعدۂ خداوندی اور پیشنگوئی کے مطابق ایسا ہی ہوا ان تاجروں کو اللہ تعالیٰ نے مسلمان کر دیا سامانِ تجارت دور دور سے بکثرت آنے لگا۔ بارشیں خوب ہوئیں پیداوار بھی اچھی ہونے لگی۔ فتوحات اور غنیمتوں کے دروازے کھل گئے۔ اہلِ کتاب وغیرہ سے جزیہ کی رقم وصول ہونے لگی۔ غرض مشیت کی ایک حرکت نے اسباب غنا ہر طرح کے جمع کر دیئے۔

سوف، فعل مضارع پر جب آتا ہے تو مضارع کو حال کے معنی سے نکال کر مستقبل بعید کے معنی میں کر دیتا ہے لہٰذا یہ پیشنگوئی انقراض عہدِ نبوت کے بعد پوری ہوئی صحابہؓ کی دولتمندی اور غنا کا یہ حال تھا کہ ان کو اپنی دولت کا خود بھی ٹھیک ٹھیک اندازہ نہ ہوتا تھا عبدالرحمٰن قرشی الزہریؓ کا جب انتقال ہوا تو ایک ہزار اونٹ تین ہزار بکریاں اور ایک سو گھوڑے ان کے پاس موجود تھے۔ نقد اور اسباب اس کے علاوہ تھا۔ ان کی ایک عورت کو ۱/۴ کے حساب سے تراسی ہزار روپیہ نقد دیا گیا تھا۔

ابو محمد طلحہ بن عبداللہؓ کے لنگر میں ایکہزار درق روزانہ کے مصارف تھے۔

زبیر بن عوام کے ایکہزار غلام تھے جو کما کر لایا کرتے تھے۔ حضرت زبیرؓ ان کی کمائی کو خیرات کر دیا کرتے تھے اور ایک حبہ اپنے پاس نہ رہنے دیتے تھے۔

پیشنگوئی ۱۷

اصحابِ رسول صلعم اور آپ کے متبعین کی ترقی تدریجی ہوگی پھر کمال پر پہونچیگی

كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ (صحابہ کی مثال کھیتی کی سی ہے کہ اس نے اپنی

فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ   سوئی نکالی پھر اس نے اپنی سوئی کو قوی کیا پھر
لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْکُفَّارَ۔   وہ اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوگئی
(پارہ ۲۶)   کہ کسان کو بھلی معلوم ہونے لگی (یہ نشوونما صحابہ کو اسلئے دیا تھا) کہ کافروں کو ان سے جلائے۔

صحابہ میں اول ضعف تھا پھر دم بدم قوت بڑھتی گئی۔ اس آیت میں بشارت ہے فتوحات اسلامیہ کی اور بعد میں ان میں قوت پیدا ہونیکی۔

قرآنی الفاظ نے آغازِ اسلام کے ضعف اور پھر اس کی تدریجی قوت اور تقویت کی کتنی صحیح تصویر کھینچ دی ہے۔

یہ ایک بڑی جامع اور بلیغ مدح صحابہ ہے اور درحقیقت یہ ایک تمثیل ہے جو خود قرآن مجید نے بیان کی ہے اور شاتمین صحابہ کے خلاف ایک حجت قوی اور دلیل قطعی ہے۔ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْکُفَّارَ۔ چنانچہ کافر لوگ عہدِ صحابہ کی فتوحات اور ترقیوں سے آج تک جلتے بھنتے چلے آرہے ہیں۔

اس آیت میں چھ واقعات اور مدارج بیان کئے گئے ہیں:

(الف) کھیتی کی سوئی کا زمین سے سر نکالنا۔

(ب) سوئی کا مضبوط ہونا۔ یہ ہر دو مدارج مکہ معظمہ میں پورے ہوئے۔

(ج) سوئی کا موٹا ہونا۔

(د) اپنی نالی پر کھڑے ہو جانا۔ یہ ہر دو مدارج مدینہ منورہ میں جاکر پورے ہوئے۔ پھر دو بیرونی نتائج کا ذکر فرمایا گیا۔

(ہ) کسان کا اس کھیتی کو دیکھکر خوش ہونا یعنی اللہ کا رضوان جیسا کہ آیت تکمیل میں ہے وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

(و) کفار کا انہیں دیکھ کر حسد اور غصہ سے جل مرنا۔ یہ سب ان اشخاص و اقوام کے متعلق ہے جو اسلامی ترقیات اور فتوحات کو برداشت نہیں کرتے تھے۔

مہاجرینؓ کے متعلق پیشنگوئیاں

پیشینگوئی ۱۸

مہاجرین کو ہر طرح کی وسعت اور فراخی حاصل ہوگی

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ (پارہ ۵)

جو کوئی شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کریگا اسے ملک میں جائے پناہ بھی بہت ملیگی اور وسعت مال بھی حاصل ہوگی۔

مُرَاغَمًا رغم سے ماخوذ ہے جس کے معنی مٹی کے ہیں یعنی بلاد و امصار فتح ہوں گے اور (سَعَةً) فراخی مال و متاع بھی حاصل ہوگی۔ اس آیت میں دنیا کے متعلق وعدہ ہو۔ چنانچہ ان کو بڑی بڑی جائدادوں کا مالک بنایا، لاکھوں کروڑوں کی تجارت ان کے قبضہ میں آئی۔

جبکہ مکہ کی فضا اہلِ ایمان کے لئے تنگ تھی، ان پر پے در پے ستم ڈھائے جا رہے تھے۔ ان کے لئے آزادانہ آمد و رفت بھی مشکل تھی۔ عسرت و غربت ان کو گھیرے ہوئے تھی۔ افلاس، بیچارگی، مجبوری اور ستم کشی ہر طرف سے ان پر سایہ فگن تھی۔ اس وقت مہاجرین کو آیت شریفہ میں وسعت و کشادگی کی بشارت دی گئی جبکہ اسباب ظاہری اور ماحول بہتری کی نشاندہی نہ کرتا تھا۔

مگر دنیا نے دیکھا کہ ہجرت جو بیچارگی کا نقطۂ عروج تھا وہ اہلِ ایمان کے لئے مستقبل میں ان کی شاندار کامیابیوں کا نقطۂ آغاز ثابت ہوا۔

ماہ و سال گذرتے گئے اور قافلۂ اسلام نے رفعت و شوکت کیطرف تیز گامی سے بڑھنا شروع کیا، مکہ کے بے بس اب مدینہ میں اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے اور مہاجرین د

وانصار میں وہ بھائی چارہ قائم ہوا جس کے نتائج بدر تا فتح مکہ مسلمانوں کے حق میں یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتے رہے اور وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین کے عہد میں شام، عراق، ایران، مصر، خراسان اور سوڈان کے فاتح سب کے سب مہاجرین ہی ہیں۔ خالد بن ولید سیف اللہ، ابوعبیدہ عامر بن الجراح، امین الامت، سعد بن وقاص، عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی سراح وہ بڑے بڑے جرنیل ہیں جنہوں نے ان ممالک میں نورِ اسلام پہونچایا اور وہاں کے نعیم مقیم کو اہلِ ایمان کے لئے عام کر دیا تھا۔

پیشین گوئی ۱۹

مظلوم مہاجرین کو دنیا میں اچھے ٹھکانے اور آخرت میں اجر عظیم ملے گا

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (پارہ ۱۴)	اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے ہجرت کی ظلم اٹھانے کے بعد ہم ان کو دنیا میں بھی بہت اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا اجر تو کہیں بڑھ کر ہے کاش انہیں خبر ہوتی۔

اس آیت میں ہجرت کرنیوالوں کے لئے دو وعدے کئے گئے ہیں اول جیسا کہ حسن بصری شعبی اور قتادہ نے بیان فرمایا ہے کہ ہم ان مہاجرین کو دنیا میں بھی حیران و سرگرداں نہیں پھرنے دیں گے بلکہ ان کو اچھے طور سے جگہ دیں گے۔ چنانچہ مہاجرین مکہ کو بھی مدینہ پہونچکر بالآخر ہر طرح کی حکومت وعزت اور خوشحالی حاصل ہو گئی اور ریاست مکہ ہی نہیں سارا صوبہ حجاز کل ملک عرب بلکہ اطراف مشرق ومغرب بھی ان کے زیرِ نگیں آ گئے۔

دوسرے اجرِ آخرت۔

کون کون مقدس اور پاکباز لوگ اس وعدۂ صدق کے موافق مورد الطاف باری ہوئے۔ یہ دیکھنے کے لئے مہاجرین کے اسماء مبارکہ پر نظر ڈالو، ان کے حالات پڑھو، ان کی زندگی

کامیابی سے ان کے اخروی اجر کبیر کا اندازہ لگاؤ۔ ایک مختصر آیت نے کس طرح سینکڑوں بزرگوں کے انجام کا اعلان فرما دیا۔ یہی ایک آیت قرآن حمید کے کلام ربانی ہونے پر اور مہاجرین کی دنیا و دین میں کامیابی پر روشن دلیل ہے۔ دنیوی و اخروی سعادت کا بیان حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکر میں بھی ہے۔ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ کہا کہ ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہاں جو کوئی تقویٰ اختیار کرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ احسان (نیکی) کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

آیت بالا سے ظاہر ہے کہ مہاجرین کے لئے اللہ تعالیٰ نے سعادت دارین کو اسی طرح جمع فرما دیا تھا جس طرح یوسف علیہ السلام کے لئے جمع فرما دیا تھا۔

جب بھی دنیا میں صحیح مقاصد کے لئے ہجرت کی گئی ہے وہ خیر و برکت آسائش و وسعت کا سبب بنی ہے اور جب بھی مہاجرین یا ان کے جانشینوں نے مقاصد ہجرت سے کنارہ کشی کی تو وہ بھی بام عروج سے گر کر ذلت کے کنوئیں میں جا گرے۔

پیشینگوئی نمبر ۲۰

تابعین و تبع تابعین کے متعلق

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝	اور ان میں سے دوسروں کے لئے بھی (آپ کو بھیجا) جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے اور وہ
(پارہ ۲۸)	(اللہ) ہر طرح زبردست اور حکمت والا ہے۔

اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد جو لوگ پیدا ہوں گے وہ بھی آپ کی تعلیم کتاب و حکمت سے بہرہ ور اور فیضیاب ہوں گے اس میں تابعین و تبع تابعین وغیرہم کی پیشینگوئی ہے جن کی تصدیق اجلہ اخیار و افاضل

اور ابرار امت سے عموماً اور حضرات ائمہ مجتہدین و فقہاء و محدثین اور دیگر اولیاء و بزرگان دین سے خصوصاً ہو چکی ہے۔ جن کے زہد و تقویٰ، علم و معرفت اور علمی و عملی کارناموں سے صفحاتِ تاریخ مزین ہیں اور اسلامی احکام کے استخراج و استنباط میں جو باریک بینی اور کاوش انہوں نے کی ہے اس کی مثال دیگر مذاہب میں نہیں ملتی۔

غزواتِ نبوی و اسلامی فتوحات

پیشینگوئی ۲۱

غزوہ بدر کے متعلق

وَاِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّھَا لَکُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ لَکُمْ وَیُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ وَیَقْطَعَ دَابِرَ الْکٰفِرِیْنَ۔	اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا کہ دو جماعتوں میں سے ایک جماعت تمہارے ہاتھ لگے گی اور تم چاہ رہے تھے کہ غیر مسلح جماعت تمہارے ہاتھ آجائے دراں حالیکہ اللہ کو منظور یہ تھا کہ حق کا حق ہونا ثابت کردے
(پارہ ۹)	اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔

غزوہ بدر میں ایسے مسلمان شامل تھے جو اسلحہ اور سامانِ جنگ کے اعتبار سے بے حیثیت تھے لہٰذا ان کی تمنا یہ تھی کہ مڈبھیڑ معمولی دشمن کے ساتھ ہو جو پورے طور پر مسلح نہ ہو تاکہ مقابلہ برابر کا رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان دشمنوں کو سامنے لا کھڑا کیا جو آلاتِ حرب سے پورے طور پر مسلح تھے۔ لڑائی کے لئے تیار ہو کر آٹھ منزل آگے بڑھ آئے تھے اور انہوں نے صاف صاف اعلان کر دیا تھا کہ ان کا مقصد مدینہ پر یورش کرنا ہے۔ یہ لوگ تعداد میں بھی مسلمانوں سے تین گنا تھے۔ بظاہر مقابلہ کسی طرح نہیں ہو سکتا تھا لیکن حقیقی فتح و نصرت کے سرچشمہ جناب باری تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔ اہل حق کو فتح ہوئی اور کافروں کو

رسوائی وذلت کے ساتھ شکست ملی اور کفر کی جڑ کٹ گئی۔

اس غزوۂ بدر کے متعلق آیتِ ذیل میں بھی پیشینگوئی ہے:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ — جماعت شکست کھائے گی اور پشت پھیر کر بھاگ جائے گی۔

صحیح بخاری میں حضرت عکرمہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے فرمایا کہ جب کفار کو بدر میں شکست فاش ہوئی تب وہ سمجھ گئے کہ اسی جماعت کی شکست کا اعلان آیتِ بالا میں فرمایا گیا ہے۔

بخاری جلد ۲ صـ۷۱۱ پر امام بخاری رحؒ کہتے ہیں کہ مکہ میں سورۂ دخان کی آیت يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنْتَقِمُونَ ﴿١٦﴾۔ ترجمہ ہم اہلِ مکہ کو سخت پکڑ کے دن بدلہ لینگے۔ جنگِ بدر کے متعلق فتح کی خبر دینے کے واسطے نازل ہوئی ہے۔ الغرض قرآن کا وعدہ پورا ہوا اور پیشینگوئی کے مطابق مسلمان باوجود ضعیف اور کمزور ہونے کے قوی اور طاقتور دشمن کے مقابلہ میں فتحمند اور کامیاب ثابت ہوئے۔

اگر یہ وعدہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوتا تو وہ اس بے سروسامانی میں کبھی کامیاب نہ ہوتے اور نہ ان میں اس وعدہ کو پورا کرنے کی کوئی ظاہری طاقت تھی۔ معلوم ہوا کہ یہ وعدہ خدا ہی کا وعدہ تھا اور اسی نے یہ آیت نازل فرمائی تھی۔

پیشینگوئی ۲۲

غزوۂ خیبر کے متعلق

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ

بیشک اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ وہ آپ سے بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے اور اللہ کو معلوم تھا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا سو اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ؕ (پارہ ۲۶) — نے ان کے دلوں میں اطمینان پیدا کر دیا اور ان کو لگے ہاتھوں ایک فتح بھی دیدی۔

اس آیت میں فتح خیبر کی طرف اشارہ ہے۔

خیبر مدینہ منورہ سے سو میل کے فاصلہ پر شام کے راستہ میں یہود کی ایک مستحکم گڑھی تھی اور یہیں دولتمند اور پُر قوت یہود کی ایک بستی بھی آباد تھی۔ اس جنگ میں کل ۱۹ مسلمان شہید ہوئے اور یہود کے ۹۳ آدمی کام آئے اور سرزمین حجاز پر ان کا سب سے زیادہ مضبوط قلعہ مسخر ہو گیا۔ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ ۔ اس میں اس بیعت کا ذکر ہے جو آپؐ نے مقام حدیبیہ میں مسلمانوں سے عزم جہاد پر حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر سن کر لی تھی۔ اس بیعت کا مشہور نام بیعت الرضوان ہے۔ یہ آیت صلح حدیبیہ سے متعلق ہے۔

حدیبیہ میں مسلمانوں نے دیکھا کہ جو حق عبادت چار ہزار سال سے دنیا کو بلا روک ٹوک حاصل تھا یعنی بیت اللہ میں پہونچکر عمرہ ادا کرنا اس سے مسلمانوں کو روکا جاتا ہے۔ جہاں کسی دشمن سے دشمن کو بھی گزند نہ پہونچایا جاتا تھا۔ جہاں باپ اور بیٹے کے قاتل کو بھی کوئی گرفتار نہ کرتا تھا وہاں ابراہیم خلیل اللہ کے دین حنیف کے زندہ کرنیوالے پیغمبر اور اس کے جاں نثاروں کو جانے سے اور سنت ابراہیمی کے مطابق عبادت کرنے سے منع کیا جاتا ہے لات وعزیٰ اور ذو الخولیصہ کے ماننے والے۔ پتھروں، درختوں، مورتیوں اور استھانوں پر ناک رگڑنیوالے، ستارہ پرست، تثلیث پرست، دہریے، نفس پرست اور خود پرست لوگ مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے حرم کی سرزمین پر آتے جاتے ہیں لیکن ان اللہ کے بندوں کو جو احرام باندھے ہوئے ہدی وبُدن اور قربانی کے جانور اپنے ساتھ لائے ہوئے ہیں ایک قدم بھی آگے بڑھنے نہیں دیا جاتا۔ یہ مصائب کچھ کم نہ تھے کہ اتنے میں ابو جندلؓ آجاتے ہیں پاؤں میں زنجیر لگی ہے جو گھسٹتی چلی آرہی ہے، سانس پھولا ہوا ہے، معلوم ہوا کہ مکہ میں ان کو اس جرم میں قید کیا گیا تھا کہ وہ اسلام لے آئے ہیں۔ اب ان کو بھاگنے کا موقعہ ملا اور لشکر اسلام میں

پہونچ گئے امن مظلوم کو حاصل کرنے میں کفار نے کہا کہ وہ باہمی عارضی صلح کرنے پر رضامند ہیں بشرطیکہ ان کا یہ قیدی واپس کر دیا جائے۔

اجتماعی مفاد پر شخصی فائدہ کو قربان کرنا پڑا نبی کریم صلعم کے دیدار اور آپ کی بشارت سے ابوجندل بھی اس قدر شاد کام تھے کہ انہیں پھر قید میں جانا کچھ گراں معلوم نہ ہوا۔ الغرض یہاں مسلمانوں کو اس قدر صبر و ضبط اور سکون و وقار اور حلم کا نمونہ بن جانا پڑا کہ نزول سکینہ ربانی کے بغیر کوئی شخص ایسے دل شکن اور روح فرسا حالات برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ یہ بھی ایک امتحان تھا اس میں کامیابی کے دو ہفتہ بعد اہل مدینہ کو حکم ہوا کہ اہل ایمان اور صرف خدا کی سچی پرستار جماعت ہی یہودان خیبر کے مقابلہ کو جائے۔ وہ قوم یہود جنہوں نے گیارہ قلعے مستحکم بنا رکھے تھے، جو منجنیق اور دیگر آلات کا بہترین استعمال کرتے تھے جس سے عرب کے لوگ بالکل ناواقف تھے۔

جنگ خیبر میں مسلمانوں نے جلادت و بسالت، جواں مردی و شجاعت اور فنون حرب سے واقفیت، مدافعت و پیشقدمی کے ایسے ایسے جوہر دکھائے کہ کھلے میدانوں، چوڑی چوڑی خندقوں، مستحکم اور مضبوط قلعوں، سنگین دیواروں اور مضبوط حصاروں کو انہوں نے جیت لیا اور ان کی پیشقدمی کو کوئی بھی دفاعی تدبیر نہ روک سکی۔

پیشینگوئی بالا میں مسلمانوں کی صفتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور دنیا کو بتلایا ہے کہ مسلمانوں نے جو مظالم و آلام برداشت کئے ہیں ان میں لاچاری اور معذوری کا اتنا دخل نہ تھا جتنا مسلمانوں کی اس قوت ارادی کا تھا کہ دین حقہ کے مقابلہ میں ہر ایک مصیبت کو خندہ پیشانی اور کشادہ روی سے سہ جانا ہی اشاعت دین کا بہترین ذریعہ ہے ورنہ بڑی سے بڑی جنگ آزما، زور دار اور قلعوں والی قوم (یہود) کی ہستی بھی ان کے سامنے ہیچ تھی جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ڈھائی سو میل کا سفر کرنے اور مکہ کی سرحد پر پہونچ جانے کے بعد صرف پانچ میل کے فاصلہ سے صلح حدیبیہ کے بعد واپس ہوئے تھے تب کفار اور اہل عرب

نے مسلمانوں کے متعلق کیا رائے قائم کی ہوگی ؟ ظاہر ہے کہ یہی رائے ہو سکتی ہے کہ قریش کے سامنے یہ ننگے بھوکے، بے سرو سامان کر ہی کیا سکتے تھے لیکن جب انہیں لوگوں نے مدینہ سے آٹھ منزل پہلے جا کر خود سر جنگ جو امن کے دشمن حفاظتی تدابیر اور جنگی تیاریوں پر فخر کرنے والے مکار ان یہود کو فتح کر لیا تب کسی اور ہی حقیقت کا انکشاف ہوا ہوگا یہی کہ ان لوگوں کا عجز و مسکنت صرف رضائے الٰہی اور نصرت ربانی کے لئے ہے ۔ یہ وہ شیر ہیں کہ جب تک ان کو چھیڑا نہ جائے تب تک حملہ آور نہیں ہوتے ۔

یہ پیشینگوئی پوری ہوئی اور اہل ایمان کی دو مختلف اور متضاد صفات کمال کو دکھلا کر پوری ہوئی ۔ آیت بالا میں لفظ اَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ غور طلب ہے، سکینہ الٰہی کا فیضان یہ ہے کہ یہ حالت کبھی آئندہ بھی متزلزل نہ ہو لہٰذا یہ ایک پیشینگوئی ہے کہ بیعت رضوان والے ہی وہ باایمان لوگ ہیں جن کے ایمان میں کبھی تزلزل واقع نہ ہوگا اور سکینہ الٰہی ان کے قلوب کو ہمیشہ مطمئن اور پرسکون رکھے گا ۔ بڑی سے بڑی آزمائش ان کے پایۂ استقلال کو نہ ہلا سکیگی ۔

پیشینگوئی ۲۳

غزوۂ احزاب کے متعلق

اَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ۔ (پارہ ۲۷)	کیا دشمن یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم سب اکٹھے ہو گئے اور ہم ہی غالب رہینگے ۔ سو عنقریب یہ جماعت شکست کھائیگی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائینگے ۔

مسلمانوں پر یہ نہایت زور کا حملہ تھا ۔ یہودی ، قریشی ، نجدی اور کنعانی سب ہی قبائل اس حملہ میں شامل ہو گئے تھے اور غضب یہ تھا کہ مدینہ کی آبادی کے اندر رہنے والے یہودی ان باہری حملہ آوروں سے ملے ہوئے تھے ۔ مسلمانوں کی کمزوریوں کی اطلاع اور ان کی

تدبیروں کی خبریں لحمہ بہ لحمہ دشمنوں کو پہونچاتے رہتے تھے مسلمانوں کے کلیجے منہ کو آرہے تھے اور وہ کفار کی کثرت اور ان کی قوت و طاقت کو دیکھ کر گہری فکر میں پڑ گئے تھے۔ دشمنوں کی یہ فوج مختلف لشکروں کا مجموعہ تھی ہر ایک لشکر حزب کہلاتا تھا اور مجموعہ احزاب کو جند کہتے تھے۔

کافروں کو اپنے باہمی اتفاق اور مکمل ساز وسامان پر بڑا غرور اور گھمنڈ تھا۔ اب کلام الٰہی کو دیکھو اعلان کرتا ہے کہ ایک فوج ہے جو بہت سے لشکروں پر مشتمل ہے اسے ہر جگہ ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ چنانچہ اس پیشینگوئی کے مطابق یہ ہوا کہ نزول آیت کے پچیس دن بعد محاصرہ کرنیوالے قبائل کی فوجیں باہمی پھوٹ کا شکار ہوگئیں اور راتوں رات وہ سب لوگ چمپت ہوگئے۔ اور اس واقعہ کے بعد پھر کسی قوم کو مدینہ پر حملہ آور ہونے کی ہمت نہ ہوئی۔

ناظرین غور فرمائیں کہ ریاست مکہ کے عین شباب، قوت اور غلبہ کے سارے ظاہری آثار و قرائن کے وقت ایک بظاہر بالکل بے یار و مددگار شخص کی زبان سے ایسی زبردست پیشینگوئی کا ادا ہونا اور پھر اس کا حرف بحرف پورا ہوجانا کیا اعجاز قرآنی کے دلائل میں سے ایک زبردست دلیل نہیں ہے؟

پیشینگوئی ۲۴
فتح مکہ کے متعلق

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝ (سورہ فتح)

ہم نے تو تمہارے لئے عظیم الشان فتح مقدر کردی ہے۔ تاکہ معاف کرے اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے گناہوں کو اور پوری کردے آپ پر اپنی نعمت اور چلائے آپ کو سیدھا راستہ اور مدد کرے اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست

اس پوری آیت بلکہ سورۂ فتح کا نزول صلح حدیبیہ کے اس موقعہ پر ہوا ہے جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ منورہ کو تشریف لے جا رہے تھے اس وقت آپ مقام کراع الغمیم میں تھے۔

فتح سے مراد فتح مکہ ہے جیسا کہ حضرت انس رض کی رائے ہے یا صلح حدیبیہ جیسا کہ متعدد صحابہ رض کا قول ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس آیت کو تلاوت کیا تب حضرت عمر رض نے فرمایا اَوَفَتحٌ هُوَ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا والذی نفسی بیدہ انہ لفتح مبین۔ حضرت صدیق اکبر رض کا قول ہے ماکان فتح فی الاسلام اعظم من صلح حدیبیہ، چونکہ یہ صلح جو بظاہر نہایت گر کر کی گئی تھی پیش خیمہ تھی اسلام اور مسلمانوں کی زبردست فتح کا اس لئے اس کو فتح کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اس آیت کے نزول سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے انتہا مسرور اور خوش تھے اور آپ نے فرمایا کہ یہ آیت مجھ کو دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے سارے ذنوب کی مغفرت اور عصمت کا بھی اعلان فرمایا ہے۔

غفر کے معنی ستر اور حجاب کے ہیں گناہوں اور آپ کے مابین حجاب کا یہ مطلب ہے کہ نہ پہلے کوئی گناہ ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ حجاب کی دو صورتیں ہیں۔ گناہ سے حجاب ہو جائے یا عقوبت سے حجاب ہو جائے۔ یہ لفظ جب پیغمبر کے لئے استعمال کیا جائے تو یہ مطلب ہوگا کہ آپ کے اور گناہ کے مابین حجاب ہو گیا ہے اور آپ سے گناہ کا وقوع ممکن نہیں ہے اور جب مسلمانوں کے لئے استعمال ہو تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ گناہ اور عقوبت کے مابین حجاب حائل ہو گیا اور مسلمان عذاب سے محفوظ کر دیئے گئے۔

آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت پر دلالت کرتی ہے، نہ کہ معاذ اللہ صدور ذنب پر۔ اس معنی کے متعلق علامہ زرقانی رح نے فرمایا ہے وھذا اقول فی غایۃ الحسن۔

چونکہ اس سورت کی متعدد آیات میں مختلف واقعات کی اطلاع اور پیشنگوئی کی گئی ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اولاً مختصر طور پر اس کو بیان کر دیا جائے تاکہ اصل پیشنگوئی کے سمجھنے میں سہولت اور آسانی ہو۔

(الف) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں خواب دیکھا کہ ہم مکہ معظمہ میں امن و امان کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ کر کے حلق و قصر کیا آپؐ نے یہ خواب صحابہؓ سے بیان فرمایا اس میں آپ نے مدت اور وقت کی تعیین نہیں فرمائی تھی مگر شدت اشتیاق کی بنا پر اکثر صحابہؓ کی رائے ہوئی کہ اسی سال عمرہ نصیب ہوگا اور آپ کا ارادہ بھی اسی سال عمرہ کرنے کا ہو گیا۔

(ب) آپ چودہ سو صحابہؓ کے ہمراہ مکہ کے لئے روانہ ہو گئے اور قربانی کے لئے جانور بھی ہمراہ لے لئے۔ جب کفار مکہ کو آپ کے آنے کی خبر اور اطلاع ہوئی تب انہوں نے ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ بالاتفاق طے کر لیا کہ آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے حالانکہ ان کے یہاں حج وغیرہ سے دشمن کو بھی نہیں روکا جاتا تھا اور پھر یہ مہینہ ذیقعدہ کا تھا جو اشہر حرام میں سے ہے۔ جب آپؐ مقام حدیبیہ پر پہونچے جو مکہ سے نہایت قریب ہے تب آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی اور کسی طرح نہیں اٹھی آپ نے فرمایا حبسہا حابس الفیل اور فرمایا واللہ اہل مکہ جو مجھ سے مطالبہ کریں گے جس میں حرمات اللہ کی حرمت قائم رہے اس کو منظور کر دوں گا۔

(ج) وہاں سے آپ نے مکہ والوں کے پاس قاصد بھیجا کہ ہم لڑائی لڑنے نہیں آئے ہم صرف عمرہ کرنا چاہتے ہیں اور عمرہ کر کے واپس ہو جائیں گے لیکن وہاں سے کوئی جواب نہیں ملا۔

تب آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا اور دہی پیغام پہونچایا حضرت عثمان رضؓ کو قریش نے روک لیا ان کی واپسی میں جو دیر لگی یہاں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دیئے گئے اس وقت آپؐ نے باین خیال کہ مبادا جنگ ہو جائے تمام صحابہؓ سے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر جہاد کی بیعت کی۔ بیعت کی خبر سن کر قریش خوف زدہ ہو گئے اور حضرت عثمانؓ کو واپس بھیجدیا اور پھر کچھ چند روسا بغرض صلح آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلحنامہ لکھنا قرار پایا اس سلسلہ میں مسلمانوں کو غصہ بھی آیا اور کہا کہ تلوار سے معاملہ صاف اور ایک طرف کر دیا جائے لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی جملہ شرائط منظور فرمالیں اور صحابہؓ نے بھی انتہائی صبر و ضبط سے کام لیا۔ بالآخر صلحنامہ تیار ہو گیا اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ آپؐ اس سال واپس چلے جائیں آئندہ سال

تشریف لاکر عمرہ ادا فرمائیں دس سال تک ہمارے تمہارے درمیان کوئی جنگ نہیں ہوگی اس درمیان میں جو کوئی آدمی ہمارے ہاں آئیگا ہم اس کو واپس نہیں کریں گے اور جو کوئی آدمی ہمارے یہاں سے آپ کے یہاں چلا جائے اس کو آپ واپس کر دیں گے۔ صلح مکمل ہو جانے اور صلحنامہ کے لکھ جانے کے بعد آپ نے وہیں قربانی کر دی اور حلال ہو گئے اور مدینہ کیلئے روانہ ہو گئے۔

(د) راستہ ہی میں یہ سورہ فتح نازل ہوئی اور یہ سب واقعہ آخری ۶ھ میں پیش آیا۔

(ھ) حدیبیہ سے واپس تشریف لاکر اوائل ۷ھ میں آپ نے خیبر فتح کیا جو مدینہ سے شمالی جانب چار منزل پر شام کی جانب یہود کا ایک شہر تھا اس حملہ میں کوئی شخص ان صحابہ کے علاوہ شریک نہ تھا جو حدیبیہ میں آپ کے ساتھ تھے۔

(و) سال آئندہ یعنی ذیقعدہ ۷ھ میں آپ حسب معاہدہ عمرۃ القضاء کے لئے تشریف لے گئے اور امن و امان کے ساتھ مکہ پہونچ کر عمرہ ادا فرمایا۔

(ز) عہدنامہ میں جو دس سال تک لڑائی بند رکھنے کی شرط تھی قریش نے اس کو توڑا تب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم دس ہزار آدمیوں کی جمعیت لیکر رمضان ۸ھ ۶۲۹ء کی دسویں تاریخ کو مکہ کی طرف روانہ ہوئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے قریب پہونچ کر اسلامی لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا میمنہ پر خالد بن ولید رض میسرہ پر زبیر بن العوام مقدمۃ الجیش میں ابو عبیدہ بن الجراح کو متعین فرمایا اور خود بنفس نفیس حضرت ابوبکر رض، عمر رض وعثمان رض کے ساتھ قلب لشکر میں رونق افروز ہوئے۔ اسلامی علم حضرت علی رض کے ہاتھ میں تھا زبیر رض کو بالائے مکہ اور خالد بن ولید رض کو نشیبی مکہ کی طرف داخل ہونیکا حکم فرمایا اور یہ ہدایت کی کہ جو شخص تم سے تعرض کرے اور مکہ میں داخل نہ ہونے دے اس سے جنگ کرو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ ذی طوی کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے۔ عکرمہ ابوجہل کے بیٹے صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو وغیرہم نے کچھ آدمیوں کو مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے واسطے جمع کر رکھا تھا چنانچہ ان کا مقابلہ خالد بن ولید رض سے ہو گیا۔ اس جنگ میں تین مسلمان شہید ہوئے اور مشرکین کی طرف سے ۱۳ آدمی مارے گئے باقی آدمیوں کو امان دینے کے بعد اسلامی لشکر اس مہینہ کی ۲۰ تاریخ کو فاتحانہ مکہ میں داخل ہوا اور قرآن میں

جو فتح کا وعدہ ہوا تھا اس کے پورا ہونے سے کوئی چیز اس کو روک نہ سکی اور اس طرح یہ قرآنی پیشینگوئی پوری ہوئی۔

پیشینگوئی ۲۵

خلافتِ راشدہ اور مسلمانوں کی سلطنت و حکومت کے متعلق

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ

(پارہ ۲۸)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ کرتا ہے کہ انہیں زمین میں حکومت عطا کریگا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دے چکا ہے اور جس دین کو ان کے لئے پسند کیا ہے اس کو ان کے واسطے سے قوت دیگا اور ان کے خوف کے بعد اس کو امن سے تبدیل کر دیگا (بشرطیکہ) میری عبادت کرتے رہیں کسی کو میرا شریک نہ بنائیں اور جو کوئی اسکے بعد بھی کفر کریگا سو ایسے ہی لوگ تو نافرمان ہیں۔

مِنْکُمْ۔ خطاب نوعِ انسان سے ہے یعنی تم انسانوں سے جو طبقہ بھی ایمان اور مقتضیات ایمان پر عمل پیرا ہوگا (لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ) ان کو اللہ تعالیٰ حکومت عطا کرے گا۔

یہ استخلاف یا حکومتِ ارض اسی ایمان و عمل صالح کی برکت سے حاصل ہوگی۔ آیت بالا کی پوری قدر و منزلت اس وقت ہوگی جب اس کا زمانۂ نزول بھی پیش نظر ہے۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی ہے جبکہ مسلمان تمام تر حالتِ مغلوبیت میں تھے اور رسولِ خدا کی تکذیب ہو رہی تھی۔ اس وقت اس وعدہ سے پیشینگوئی کر دینا بجز حق تعالیٰ کے اور کسی کا کام نہیں ہو سکتا۔ اس مقام پر فقہا نے کہا ہے کہ گویا نص ہے خلفاء اربعہ کے حق ہونے کی ان کی ذوات میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ استخلاف فی الارض اور تمکین دین پوری طرح پورا ہوا۔

آیت میں وعدہ ہے اور ان لوگوں سے وعدہ ہے جو تعلیم نبوت کے ترجمان اور عمل صالح کی صفت سے متصف تھے۔ وعدہ میں مندرجہ ذیل چھ پیشینگوئیاں شامل ہیں۔

(اول) ارض کی خلافت۔ (الف) خلافت کے لفظ پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ نے قیام خلافت کے اعزاز کو ہمیشہ اپنے ہی اقتدار و اختیار اور انتخاب میں رکھا ہے۔ خلافت آدم کا ذکر تھا تب بھی یہی فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ میں زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کرنیوالا ہوں۔ سیدنا داؤد علیہ السلام کی خلافت کا ذکر ہوا تب بھی یہی فرمایا۔ یا داؤد انا جعلنک خلیفۃ فی الارض اے داؤد ہم نے تجھے ارض کا خلیفہ بنایا ہے۔

اب مومنین صالحین امت محمدیہ کے ساتھ وعدہ ہوا تو بھی یہ ہی فرمایا لیستخلفنھم یعنی اللہ تعالیٰ ان کو خلیفہ بنائے گا۔

اس سے ایک تو یہ ثابت ہو گیا کہ خلفاء راشدین کا نام قرآن مجید میں خلفاء رکھا گیا ہے دوم یہ کہ ان کا تقرر و انتخاب من جانب اللہ تھا۔

(ب) آیت کا نزول ۵ھ نبوت میں ہوا ہے کیونکہ اس سورۃ نور میں واقعہ افک بھی درج ہے جو باتفاق علماء سیر ۵ھ نبوت کا واقعہ ہے اس لئے معلوم ہوا کہ اس وعدہ میں وہ لوگ شامل ہیں جو ۵ھ نبوت سے پہلے ایمان لائے ہوئے تھے اسی لئے امنوا و عملوا الصلحات ماضی کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں۔ اس وعدہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر کوئی ایسا شخص جس کا اسلام یا اس کی ولادت نزول آیات کے بعد ہوئی اور وہ خلافت راشدہ (جس کا تقرر بارگاہ الٰہی سے ہوتا ہے) کا دعویٰ کرے تو اس کا یہ دعویٰ صحیح نہ ہوگا۔

(ج) الارض کے معنی عام بھی ہیں اور خاص بھی اگر اس کے معنی وعدہ کی زمین کے لئے جائیں تب تو اس سے وہی خاص معنی لئے جائیں گے یعنی ارض موعودہ اور جب اس کے معنی مطلق لئے جائیں تب معنی میں بھی عمومیت ہوگی۔ قرآن مجید میں اس کا اطلاق عام و خاص ہر دو معنی میں ہوا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد لہ ما فی السموات والارض یہاں پر الارض سے مراد تمام کرۂ زمین

ہوگا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا وکذٰلک مکّنّا لیوسف فی الارض
یہاں فی الارض سے مراد ملک مصر ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں یا قوم ادخلوا الارض المقدسۃ
التی کتب اللہ لکم اس میں الارض سے وعدہ کی وہ زمین مراد ہوگی جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے
یہ بھی قرار دیدیا ہے۔ ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا
عبادی الصّٰلحون۔

اب قرآنی پیشینگوئی فی الارض سے وعدہ کی زمین مراد ہوگی یعنی فلسطین کی موعودہ
زمین جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو دی تھی جو ہزاروں سال
سے اس خانوادہ عالیشان کی ایک شاخ بنی اسرائیل میں چلی آئی تھی اس کا قبضہ اب خلفاء امتِ
محمدیہ کو دلایا جائے گا اس خاص معنی کے لحاظ سے بھی آیت میں صریح پیشینگوئی موجود ہے۔ کیونکہ
نزولِ قرآن بلکہ حیاتِ نبوی تک کوئی ایسے آثار و قرائن نمودار نہ تھے کہ مسلمان عرب سے آگے
بڑھ کر ارضِ مقدسہ کے مالک ہوجائیں گے کیونکہ دشمن تو (خصوصاً سلطنت روما جو ارضِ مقدسہ
پر قابض تھی) یہ تیاریاں کئے ہوئے تھے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد
فوراً یکبارگی عرب پر حملہ کر دیا جائے۔ مصر اور حبش یا جگذار بادشاہ بھی اپنے اپنے ممالک سے حملآور
ہوں اور خود قیصر بھی شام کی طرف سے آگے بڑھے اور اس تدبیر سے تمام عرب پر دفتِ واحد
میں ہی تسلط تام بھی کر دیا جائے اور اس نوخیز مذہب کا جس نے عیسائیت پر عرب میں غلبہ
حاصل کر لیا تھا اور جس نے اپنے دلائل سے تثلیث کی بنیادوں کو سارے عالم کی نگاہوں میں
متزلزل کر دیا تھا کام ایکلخت تمام کر دیا جائے۔ دشمنوں کی ان تیاریوں پر قرآن فرما رہا ہے
کہ زمین موعودہ برگزیدہ مومنوں کو ملے گی چنانچہ عہدِ فاروقی میں ایسا ہی ظہور پذیر ہوا اور
کما استخلف کی تشبیہ کامل طور پر پوری ہوگئی۔

اس پیشینگوئی کے مفہوم الارض میں عام ممالک بھی داخل ہیں اور اسی لئے فلسطین، عراق،
شام، ایشیاء کوچک، مصر و ایران، بحرین و خراسان، مراکو و ٹیونس اور سوڈان وغیرہ۔

تمام ممالک جو حملہ کرنیوالے دشمنوں کی سلطنتوں میں داخل تھے سب کے سب خلفاء کے قبضۂ اقتدار میں آگئے (دوم) آیت استخلاف میں صرف فتوحاتِ ملکی ہی کا ذکر ہوتا تو کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ جس خلافت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ صرف برکات دنیوی پر مشتمل تھی مگر آیت میں غور کرو گے تو اس میں سکنتِ دین، عزت اسلام اور شوکت مذہبی کا بھی وعدہ ہے ممکن ہے کہ کوئی کہنے والا کہہ دیتا لکم دینکم ولی دین میں مذہب غیر اسلام کو بھی لفظ دین سے تعبیر کیا گیا ہے اس لئے اس کے ساتھ الذی ارتضیٰ لھم کے پاک الفاظ بھی نازل کر دیئے گئے۔ اگر ہم قرآن مجید ہی سے ارتضیٰ لھم کا مشار الیہ معلوم کرنا چاہیں تو آیت تکمیل میں یہ الفاظ ملیں گے ان الدین عند اللہ الاسلام۔ یہ آیات استحکام کے ساتھ واضح کر دیتی ہیں کہ خلفاء کا دین ہی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ اور محبوب دین ہے۔ (سوم) ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔

اس آیت میں امن بسیط اور آسائش تام اور رفاہیت کامل کا اظہار ہے جو خلفاء راشدین کی خلافت میں حاصل ہوا تھا سرورِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ وہ پیشنگوئی جو حضور صلعم نے سیدنا حضرت عدی بن حاتم رضہ سے فرمائی تھی کہ وہ اپنی عمر میں دیکھ لیگا کہ ایک عورت صنعاء سے تن تنہا چل کر حج کریگی اور راستہ میں اسے خوفِ الٰہی کے سوا اور کسی کا ڈر نہ ہوگا اس کا ظہور بھی زمانہ خلافت ہی میں ہوا تھا۔ پس یہ الفاظ مقدس اندرونی و بیرونی نظم و نسق پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ الفاظ ماسبق کشور کشائی و گیتی ستانی کے مظہر ہیں۔

دنیا میں کسی فاتح کے زمانہ میں ان دو اوصاف کا جمع ہونا نہایت دشوار ہوا ہے سکندر مقدونوی اور تیمور تاتاری کی فتوحات کو دیکھو سکندر مقدونیہ سے اٹھتا ہے ایران کو تباہ کرتا مصر کو خاک میں ملاتا اور کابل کا خاتمہ کرتا ہوا ایشیا کوچک تک پہونچتا ہے۔ تیمور کو دیکھو کہ تاتار سے اٹھا ترکستان پر قبضہ جماتا تخت بابل پر جلوہ آرا ہو کر ہندوستان میں فتح و ظفر کے جھنڈے لہراتا بغداد کو زیر و زبر کر کے سلطان یلدرم کو انگورہ میں اسیر کر کے پھر روس کو مسخر کرتا تاتار جا پہونچتا ہے۔ چین اس کے عزم سے لرزہ براندام ہے اور منگولیا اور کوریا کی

سلطنتیں اس کے سامنے خراج پیش کر رہی ہیں۔ لیکن ان دونوں کے ملکی نظم و نسق کو دیکھو تو بالکل ہیچ صفر کی برابر ہے۔

قرآن پاک کی پیشینگوئی بتلا رہی ہے کہ خلافت ان دو اوصاف عالیہ کی جامع ہوگی اور وہ حکومت کا ایک ایسا نمونہ دنیا میں چھوڑے گی جس کی تقلید کرنے سے آجتک فرانس، امریکہ کی جمہوریتیں بھی درماندہ اور عاجز ہیں۔

(چہارم) لیعبدو ننی کے لفظ نے خلفاء کے خلوص و صدق، ارادت و استحکام، علم و عمل پرہیزگاری۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بندے کی قبولیت کا اظہار وہ انتہائی عزت و فخر ہے جو انبیاء کرام کے لئے خاص تھا، یہاں اس شرف میں خلفاء راشدین کو بھی شامل کر دیا گیا۔

(پنجم) لایشرکون بی کے فرمانے سے وصف کی تکمیل ہوگی۔

اوصاف عالیہ کی تقسیم اثبات و سلب پر کی جاتی ہے قل ھو اللہ احد اللہ الصمد وصف ثبوت ہے اور لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد صفت سلبی ہے یہاں بھی نفی شرک نے توحید کا کمال، اعتقاد کا رسوخ، ایمان کی سلامتی دوام عمل کو بخوبی واضح کر دیا۔

(ششم) شَیْئًا کے فرمادینے سے شرک جلی کے ساتھ شرک خفی کی بھی نفی ہوگئی۔ ریاء و سُمعہ کا شائبہ بھی جاتا رہا اور نور صدق و صفا کا کامل ظہور ہوگیا۔

ان علامات کے بعد یہ بھی فرمادیا کہ خلفاء کی برکتوں کا انکار یا اس پیشینگوئی کا اشتباہ بہت برے انجام تک پہونچا دیتا ہے۔ اور بارگاہِ الٰہی سے اسے الفسق کا خطاب مل جاتا ہے۔ ناظرین غور کریں کہ جس خلافت کی خبر دی گئی ہے اور جس کی تمکندی، نصرت دامن اور دینداری و صداقت گستری کی بابت پیشینگوئی فرمائی گئی ہے خلافت راشدہ میں ٹھیک اسی طرح ہر ایک بات پوری اتری جس کی شہادت نہ صرف مسلمانوں کی تاریخ بلکہ حریفوں کی تحریرات اور ممالک غیر کی تواریخ سے بھی بخوبی حاصل ہو سکتی ہے۔

پیشینگوئی ۲۶

مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوگا۔

وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (پارہ ۲۳) ہمارا لشکر ہی برابر غالب آتا رہے گا۔

آیت میں بتلایا گیا ہے کہ انجام کار غلبہ حق ہی کو ہونا ہے۔ باطل کی شان و شوکت محض عارضی اور کسی مصلحت تکوینی کے تحت ہوتی ہے۔ یہ معنی اس صورت میں ہوں گے جبکہ غلبہ سے مراد غلبہ مادی لیا جائے اور اگر غلبہ سے مراد بجائے مادی غلبہ کے محض قوت دلائل لی جائے تو یہ غلبہ ہر دور میں اور ہر وقت اہل حق کو حاصل رہا ہے اور رہے۔

جب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ ملی تھی اور نہ مدافعت حربی کا حکم ہوا تھا اس وقت تک وہ برابر گوناگوں جور و ستم کا نشانہ بنتے رہے لیکن جب ان کی مظلومانہ حالت اور مجرمانہ بے بسی پر رحم کھا کر اللہ تعالیٰ نے ان کو دفاعی جنگ کی اجازت دیدی اور مسلمانوں کی جمعیت تو منظم ہوگئی حتیٰ کہ اس پر لفظ جند کا اطلاق صحیح ہوگیا اس وقت سے پھر مسلمانوں کو کسی جگہ شکست نہیں ملی، وہ فتح پر فتح حاصل کرتے گئے نصرت و ظفر ان کی ہمعنان رہیں۔ عراق فلسطین، شام و ایران، خراسان و ترکستان، مصر و سوڈان کے واقعات بتا رہے ہیں کہ مسلمانوں کو ایک دفعہ بھی شکست نہیں ہوئی اور ہر جگہ انہیں غلبہ حاصل رہا ایسی زبردست پیشینگوئی کا اعلان وہی مالک الملک فرما سکتا ہے جس کے قبضہ اور اقتدار میں اقوام عالم کی عزت و ذلت کی ترازو ہے اور جس کا علم عہد مستقبل پر بھی اتنا حاوی ہے کہ انسان کا علم عہد ماضی پر بھی نہیں۔

آیت میں مزید غور طلب لفظ جندنا ہے۔ یعنی الٰہی لشکر۔ ظاہر ہے کہ الٰہی لشکر صرف وہی ہو سکتا ہے جس کا مقصد صرف اعلاء کلمۃ اللہ ہو اور جس کا مدعا فتح بلاد اور خزانے بھرنے والوں سے ماوراء ہو۔

جب بھی یہ ارفع و اعلیٰ مقصد بدل جائے گا تب وہ لشکر جندنا کہلانے کا مستحق نہ ہوگا۔

اور جب وہ جہاد کی صفت سے عاری ہوگیا تو اس کا بہت سے مقامات پر مغلوب ہو جانا، اقوامِ غیر کے سامنے مقہور ہو جانا بھی باعث حیرت نہ رہے گا۔

پچھلی صدیوں میں مسلمان غلبۂ تام سے محروم ہوگئے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ صفت جہاد (الٰہی لشکر) سے دور ہوگئے لہٰذا آیتِ بالا دو حرف پر مشتمل ہے۔

(۱) مسلمانوں کو کبھی شکست نہ ہوگی جب تک ان کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ رہیگا۔

(۲) مسلمانوں سے اللہ کا یہ وعدہ قائم نہ رہے گا جب ان کے مقاصد بدل جائینگے۔

پیشینگوئی ۲۷

مسلمانوں کو روئے زمین پر سیادت اور حکومتیں حاصل ہونگی

وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ (پارہ ۲۰) تم کو اے مسلمانوں اللہ تعالیٰ زمین پر حکومت دیگا۔

یہ آیت عام مسلمانوں کی طرف خطاب فرماتے ہوئے نازل فرمائی گئی ہے اور ان سے وعدہ کیا گیا ہے کہ روئے زمین پر ان کی حکومتیں اور سلطنتیں قائم ہوں گی۔

اسی پیشینگوئی کا ظہور تھا کہ بنی امیہ نے دمشق میں ایک ہزار مہینے تک حکومت کی اور بعد ازاں ہسپانیہ پر صدیوں تک حکمراں رہے۔

اسی پیشینگوئی کا ظہور ہے کہ عہدِ فاروق سے لے کر آج تک مصر پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہے اور مختلف خانوادے یکے بعد دیگرے سریر آرا سلطنت ہوئے۔

اسی پیشینگوئی کا ظہور تھا کہ دمشق میں انقراض دولت امویہ کے بعد عباسیوں نے بغداد میں پورے جاہ و جلال کے ساتھ چھ صدیوں تک حکومت کی۔

اسی پیشینگوئی کا ظہور تھا کہ عباسیہ کے غلاموں ترکوں نے ترکستان و خراسان وغیرہ میں حکومت قائم کی، پھر انہیں کی ایک شاخ ہندوستان میں نو۹ صدیوں تک حکمران رہی۔

الغرض فراعنۂ مصر، اکاسرۂ ایران اور قیاصرۂ روما کے ممالک پر اموی، عباسی، ترک وکرد اور غلامان وافغانان اور دیگر اقوام کے مسلمانوں کی حکومتیں اسی پیشینگوئی کے تحت میں ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ایسی جامع پیشینگوئی صرف اللہ تعالیٰ ہی فرما سکتا ہے جو عالم الغیب اور قادر مطلق ہے۔

پیشینگوئی ۴۶

مسلمانوں کو اس دنیا میں بھی خوشحالی نصیب ہوگی

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ (پارہ ۱۴)

جن لوگوں نے یہاں نیکی اور اچھے کام کیے ہیں ان کے لئے اس دنیا میں بھی خوبیاں ہیں اور عالم آخرت تو اور زیادہ بہتر ہے اور اہلِ تقویٰ کا وہ گھر واقعی اچھا ہے۔

آیت میں الذین احسنوا سے اہلِ ایمان مراد ہیں (ھٰذہ الدنیا) اس دنیا کی بھلائی سے کل نعمتیں مراد ہو سکتی ہیں مثلاً فتح و مالِ غنیمت، نیک نامی، فارغ البالی اور اطمینانِ قلب وغیرہ، بعض مفسرین حضرات نے فی ھٰذہ الدنیا کو احسنوا سے متعلق کیا ہے تب اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جنھوں نے اس دنیا میں نیکی کی ہے ان کو دار آخرت میں نیک اور اچھا بدلہ ملے گا۔

یہ آیات سورۂ نحل کی ہیں جو مکی ہے مسلمان دنیوی حیثیت سے جس ضیق و تنگی اور عسرت و افلاس میں زندگی بسر کیا کرتے تھے اس کا حال سب کو بخوبی معلوم ہے۔ حالت یہ تھی کہ کسی کے پاس تہبند ہے تو کرتہ نہیں کرتہ ہے تو سر بند نہیں کسی کو ایمان لانے کے جرم میں قید کیا جاتا تھا کسی کو گرم پتھر پر لٹا کر اس کی چھاتی پر دوسرا پتھر رکھا جاتا تھا کسی کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر ننگی پیٹھ کر کے لٹا دیا جاتا تھا کسی کے منہ میں لگام ڈالی جاتی تھی اور کوڑوں سے مارا جاتا تھا پھر اسے گھوڑے کی طرح پھرایا جاتا تھا۔

کفار سمجھتے تھے کہ یہی حالت ان کی ہمیشہ رہے گی لیکن اللہ کے کلام نے بتلادیا کہ یہ حالت بدلنے والی ہے اور مسلمانوں کی دنیوی حیثیت بھی شاندار ہونے والی ہے۔ چنانچہ فتوحات کے بعد ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمان کیسے تنعم و ترفہ اور عزت و شان پر پہونچ گئے تھے جسے دیکھ دیکھ کر صداقتِ قرآن کا اقرار کفار اشرار کو بھی کرنا پڑا تھا۔ سنن ابی داؤد میں حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ کے کنبہ سے دریافت فرمایا کہ تمہارے یہاں قالین بھی ہیں وہ بولے ہم اور قالین۔ فرمایا تم کو ملیں گے۔ پھر ایک وقت آیا جب کہ ان کے گھر میں قالین کا فرش تھا۔

پیشینگوئی ۲۹

مسلمان سب پر غالب رہیں گے

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم اسلام کے پابند رہے تو تم سب پر غالب رہو گے۔

(پارہ ۴)

آیت میں بتلایا گیا ہے کہ اگر تم نے شریعتِ محمدی کی پوری پابندی کی اور اخلاص کے ساتھ احکام خداوندی کی بجاآوری میں مشغول رہے تو فتح و نصرتِ الٰہی تمہاری لونڈی اور غلام بن کر رہے گی ورنہ تم دنیا میں ذلیل و خوار ہو جاؤ گے۔

چنانچہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی اور لڑائی کا سامان بہت کم تھا۔ اس کے علاوہ مسلمان جنگ کے واسطے تیار ہو کر بھی نہیں آئے تھے لیکن قوی اور زبردست دشمن کے مقابلہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری تابعداری کی وجہ سے کامیاب ہے اور جنگ احد میں باوجودیکہ مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی، سامان بھی کافی تھا جنگ کی تیاری بھی کی گئی تھی مگر جو جگہ تیر اندازوں کے واسطے حضورصلعم نے تجویز فرمائی تھی اس کو چھوڑ کر مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کی تھی۔ اس لئے فتح کے بعد ہزیمت اٹھانی پڑی۔

اسی طرح جب تک مسلمان اسلامی اصول کے پابند رہے دنیا پر غالب رہے اور جب سے اسلامی روایات کو خیر باد کہا اسی وقت سے رسوا و ذلیل ہو گئے اور اسی کی قرآن حکیم نے خبر دی ہے۔

پیشینگوئی ۳۰

مستہزئین مکہ کے بُرے انجام کے بارے میں

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ
(پارہ ۱۴)

آپ کو جس امر کا حکم دیا گیا آپ صاف صاف سنا دیجئے اور مشرکوں کی پرواہ نہ کیجئے ہم آپ کے لئے تمسخر کرنیوالوں کے مقابلہ میں کافی ہیں۔

مکی زندگی میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک طرف ہر طرح کی جسمانی و روحانی اذیتیں برداشت کرنا پڑی تھیں وہاں دوسری طرف طنز و تمسخر اور استہزار کا بھی ایک بے پناہ طوفان برپا تھا اور آپ کے زمانہ میں ایک زبردست گروہ صاحب اثر و وجاہت مستہزئین کا تھا جن کی باقاعدہ کمیٹی بنی ہوئی تھی۔ اس کمیٹی کے مقاصد یہ تھے کہ نبی کریم صلعم کے وعظ میں شور و شغب سے کھنڈت ڈالیں منہ چڑائیں اور آپ کی بے حرمتی کریں۔ اس کمیٹی کے گندے افعال پر غور کرو کیا ان زبردست موانع کی موجودگی میں کوئی شخص تبلیغ و اشاعت کا مہتم بالشان کام سرانجام دینے کی نیت کر سکتا ہے؟

لیکن آیت بالا میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جاتا ہے کہ آپ اپنا کام جاری رکھئے وعظ و نصیحت اور ابلاغ کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے۔ رہا مذاق اور تمسخر کرنیوالوں کا رویہ اور طریق کار اس کی بابت پیشینگوئی کی جاتی ہے کہ ہم ان کو خود سمجھ لیں گے۔

اس پیشینگوئی کی شہادت میں چند مستہزئین کے نام اور ان کا انجام ذکر کر دینا مناسب ہوگا۔

امیہ بن خلف، سیدنا حضرت بلالؓ پر ظلم و ستم توڑنیوالا حضرت بلالؓ ہی کے ہاتھوں سے

خاک وخون میں سلایا گیا اور جہنم رسید ہوا۔ عاص بن وائل گدھے پر سوار تھا ایک غار کے برابر پہونچا گدھے نے ٹھوکر کھائی تو وہ سر کے بل گڑھے میں اوندھے منہ جا پڑا وہاں ایک لخت زہریلا عقرب (بچھو) موجود تھا اس نے کاٹا سوجن ہو گئی اور سڑ کر مر گیا۔ نضر بن حارث مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہوا جو اس جماعت میں پیش پیش رہتا تھا اسود بن مطلب جو آپ کی نقلیں اتارا کرتا تھا ایک درخت کے نیچے سویا اٹھا تو سخت بے چین تھا کہتا تھا کہ میری آنکھوں میں کانٹے چبھوئے جاتے ہیں۔

عاص بن منبہ گدھے پر سوار تھا طائف کے راستہ میں کانٹا لگا اور اسی کے زہر سے ہلاک ہو گیا۔

منبہ بن حجاج اندھا ہوا پھر تڑپتا ہوا مر گیا۔

حارث بن قیس سہمی، پیٹ میں زرد پانی پڑ گیا تھا جو اس کے منہ سے نکلا کرتا تھا اسی ذلت کی حالت میں ہلاک ہوا۔

ولید بن مغیرہ۔ خزاعی سردار کا نیزہ اس کے اکحل میں لگا رگ جان کٹ گئی اور ہلاک ہو گیا۔

ابولہب۔ عدسہ وطاعون میں مبتلا ہو کر داخل جہنم ہوا۔ دوستوں اور عزیزوں نے بھی لاش کو ہاتھ نہ لگایا کوٹھ کی چھت پر چڑھ کر اس کے عزیز واقارب نے لاش پر اتنے پتھر پھینکے کہ لاشہ اس میں چھپ گیا اور وہی ڈھیر اس کی قبر بنا۔

اسود بن یغوث۔ بادِ سموم سے اس کا چہرہ جھلس گیا گھر آیا تو گھر والوں نے اسے شناخت نہ کیا گھر سے باہر تڑپ تڑپ کر مر گیا زبان پیاس کے مارے دانتوں سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ زبیر بن ابی امیہ وبا کا لقمہ بنا، مالک بن عیطلاطلہ کو لہو و پیپ کی قے آئی اور فوراً مر گیا۔

رکانہ بن عبد یزید نے نہایت بے کسی ونامرادی میں جان دیدی۔

علاوہ ان کے عتیبہ جو اسود بن عبد المطلب کا پوتا تھا۔ حارث بن زمعہ جو عتیبہ کا چچیرا بھائی تھا طعمہ بن عدی جو سخت بدزبان تھا۔ ابوقیس بن ناکہ جو نبی کریم صلعم کی ایذادہی

کو اپنی راحت سمجھتا تھا۔ امیہ بن خلف جو مشہور بدزبان تھا۔ ابوجہل جوان بدکرداروں کا سرغنہ تھا کتنے کفار سرکش اور مستہزئین تھے جو بری طرح ہلاک، تباہ اور برباد ہوئے۔

غور کرو آیت میں پیشینگوئی کتنے اشخاص کی ہلاکت پر مشتمل تھی اور پھر ہرایک کا انجام کیا سبق آموز حسرتناک اور عبرت انگیز ہے۔

اگر ان واقعات پر گہری نظر ڈالی جائے تو ہر دور کے مصلحین کی ہمت افزائی اور خدا کے نافرمانوں کے لئے سامانِ عبرت اور سرمۂ بصیرت ثابت ہوسکتے ہیں۔

پیشینگوئی نمبر ۳۱

حریف سردارانِ قریش آپکے دوست بنجائینگے

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ (پارہ ۲۸)	عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اور تمہارے دشمنوں کے درمیان محبت پیدا کردے گا۔

آیات ماسبق میں مسلمانوں کو کفار کی دوستی اور میل ملاپ سے منع کردیا گیا تھا اس پر مسلمانوں نے اس حکم کی پابندی میں اس قدر مبالغہ کیا کہ حسن معاشرت کے قانون سے بھی تجاوز ہوگیا۔

صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ اسماء بنت ابی بکرؓ مکہ سے ان کی والدہ آئیں اور یہ وہ وقت تھا جبکہ کفار مکہ اور آنحضرت صلعم کے درمیان معاہدہ ہوچکا تھا۔ حضرت اسماء نے بغیر آپ سے دریافت کئے اپنی ماں کو گھر میں بھی نہ آنے دیا اور نہ ان کے تحفے قبول کئے۔ حضرت اسماء نے آپ سے دریافت کیا کہ میری ماں مشرکہ ہے کیا میں اس کے ساتھ حسن سلوک کردوں اس پر یہ آیت نازل ہوئی عسى اللہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان محبت پیدا کردے گا لہٰذا اب آپ دشمنی اور مخالفت میں اتنا نہ بڑھو کہ حسنِ معاشرت

اور مکارم اخلاق سے بھی گذر جاؤ کہ آئندہ دوستی ہونے پر شرمندہ ہونا پڑے۔ یہیں سے دانشوروں کا مقولہ ہے کہ دشمنی کے وقت اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ دوستی ہو جائیگی بعد کسی نامناسب سلوک پر ندامت نہ اٹھانی پڑے اور دوستی میں بھی دشمنی کے زمانہ کو خیال میں رکھے کہ کوئی ایسی بات اس کے ہاتھ میں نہ دے کہ دشمن ہو جائے تو تجھے مشکل پیش آئے۔

مذکورہ بالا آیت میں ایک بشارت اور پیشینگوئی ہے جس میں ضمناً اسلام کی ترقی اور اس کے غلبہ کی طرف صاف اشارہ ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی ان کفار سے دوستی ہونے کی بجز اس کے کوئی اور صورت نہ تھی کہ یا تو وہ کفار مسلمان ہو جائیں یا مغلوب ہو کر مسلمانوں کی سرداری قبول کر لیں۔

چنانچہ اس آیت کے نزول کے تھوڑے ہی زمانہ کے بعد اس کا ظہور کامل طور پر ہوا، مکہ فتح ہوا، کفار مغلوب ہوئے اور حلقۂ اسلام میں داخل ہو کر مسلمانوں کے بھائی ہو گئے۔

اس سے پہلے علی مرتضیٰ اور ان کے اقارب میں سخت دینی عداوت تھی، وہی عداوت بعد میں محبت سے بدل گئی۔ ابو سفیان کو نہایت قہر کی نظروں سے دیکھتے تھے پھر ایک ہو گئے۔

حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے صبر و ضبط اور فرماں برداری کا ثمرہ عطا کیا۔ اور اعزہ و اقارب میں یگانگی نے بیگانگی کی جگہ لے لی کل کے دشمن آج باہم شیر و شکر ہو گئے اس کے تحت چند مثالوں کو پیش نظر رکھنا چاہیئے! اور یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ لغت عرب میں لفظِ عسیٰ کا استعمال پسندیدہ چیز کی تمنا کے اظہار کے لئے کیا جاتا ہے اور وقوع کے قرب کو ظاہر کرتا ہے واقعات ذیل سے واضح ہو جائیگا کہ پیشینگوئی کے مطابق جو لوگ آپ کے اور مذہبِ اسلام کے شدید ترین دشمن تھے وہ کس طرح محبِ رسول اور دین کے دلدادہ بنے۔

(۱) عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پھوپھیرا بھائی تھا مگر اسلام کا اتنا سخت مخالف کہ حضرت محمد صلعم سے اس نے علانیہ کہدیا تھا کہ اے محمد اگر تو زینہ لگا کر آسمان پر چڑھ جائے اور میری آنکھوں کے سامنے آسمان سے اترے اور تیرے ساتھ چار

فرشتے بھی ہوں اور وہ تیری نبوت و صداقت کی شہادت بھی دیں تب بھی میں ایمان نہیں لاؤں گا۔ پھر بھی عبداللہ بتوفیق ربانی ۸ھ میں دربارِ نبوی میں حاضر ہوتا ہے اور اقرار شہادتین کرکے دولتِ ایمان سے فیضیاب ہوتا ہے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ عبداللہ نے ضرور کچھ دیکھا جو آسمان پر زینہ لگا کر چڑھنے اور اترنے اور فرشتوں کی شہادت دینے سے بھی بڑھ کر تھا۔

(۲) ثمامہ بن اثال نجد کا فرماں رواں تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر مدینہ حضور صلعم کا لایا ہوا دین اور آپ کا وجود اس کے نزدیک سب سے زیادہ قابل نفرت تھے وہ مدینہ میں صرف تین دن محبوس اور قید رہا جس روز آزاد ہوا اسی روز دل وجان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فریفتہ اور شیدائی ہوگیا اور محبت کا صید بن گیا۔

(۳) عمرو بن العاص۔ اسلام کی مخالفت میں اس قدر چالاک تھا کہ قریش نے دربار نجاشی میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا تاکہ مہاجرین پناہ گزین حبش کو ملزموں کی طرح حاصل کرکے واپس لائے وہی چند سال کے بعد گردن جھکاتے اور شرم سے آنکھیں نیچے کئے ہوئے حاضر ہوتا ہے اور پھر مبلغ اسلام بن کر جاتا ہے اور ملکِ عمان کے داخل اسلام ہونیکی بشارت اور خوشخبری لے کر آستانۂ نبوی میں حاضر ہوتا ہے اور ملک مصر کا فاتح اول بنتا ہے۔

(۴) ابوسفیان صخر بن حارث نے احد غزوۂ سویق اور احزاب وغیرہ میں مسلمانوں پر حملے کئے۔ ٹڈی دل فوجیں لایا مگر کچھ عرصہ بعد دین اسلام لاکر اور فتنہ ارتداد میں ثابت قدم رہ کر فتوحات شام وغیرہ میں گرانقدر خدمات انجام دیتا ہے۔

(۵) ابوسفیان بن حارث۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچازاد بھائی شاعر وزبان آور شروع شروع میں اسلام اور مسلمانوں کی ہجو میں کلام کہتا پھر بہدایت ربانی حاضر ہوتا ہے اور اھل الجنۃ کے خطاب سے مشرف ہوتا ہے۔

(۶) سہیل بن عمرو صلح حدیبیہ میں کفار کی طرف سے کمشنر معاہدہ تھا۔ جب یہ اسلام میں

داخل ہوئے تو انہیں کے خطبہ نے بعد از وفات نبی صلعم اہل مکہ کو استقامت و استقلال بخشا اور بالآخر شہید ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے۔

(۷) عکرمہ بن ابوجہل شروع شروع میں اسلام کی مخالفت اور کفر کی محافظت میں باپ سے آگے آگے تھے لیکن جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہونے کا موقعہ ملا آپ کے جاں نثار اور عاشق زار بن گئے۔ فتوحات میں خالد بن ولید کے یہی دست و بازو رہے اور ذو ہزار کفار پر اکیلے بھاری سمجھے جاتے تھے۔

(۸) حکیم بن حزام قرشی اسدی انہوں نے ساٹھ سال کفر میں پورے کئے۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کے خلاف بہت بڑا حصہ لیا، پھر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں ساٹھ سال پورے کئے۔ ایک حج کے موقعہ پر ایک سو اونٹ اور ایک ہزار بکروں کی قربانی کی اور ایک سو غلام آزاد کئے۔

(۹) عبدیالیل ثقفی۔ یہ وہ شخص ہے جبکہ آنحضرت صلعم کوہِ صفا پر تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے گئے تو اس نے لڑکوں غلاموں اور اوباشوں کو حضور صلعم پر پتھر پھینکنے اور کیچڑ ڈالنے کے لئے مقرر کیا تھا لیکن چند سال کے بعد یہ خود پانچ سرداروں کے ہمراہ حاضر ہوتا ایمان لاتا اور اپنی قوم میں مبلغ اسلام بن کر جاتا ہے اور تمام قبیلہ اس کی کوشش سے ایک دن مسلمان ہو جاتا ہے۔

(۱۰) بریدہ بن الحصیب اسلمی کفار سے قریش کے انعام صد شتر کی خبر پایا اور چند شتر سوار اپنے ہمراہ لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ پکڑ لانے یا ہلاک کرنے کا عزم کر کے گھر سے روانہ ہو جاتا ہے مگر جب چہرۂ انور پر نظر پڑتی ہے اور کان میں آواز دلنواز آتی ہے تو اپنی پگڑی کو اپنے نیزے پر باندھ کر حضور صلعم کا نشان بردار بن جاتا ہے اور غلامانہ ہمرکاب ہو کر آگے آگے چلتا ہے۔

ایسی مثالیں سینکڑوں کی تعداد میں پیش کی جا سکتی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت بالا اپنی پیشینگوئی میں کس قدر وسیع اور جامع ہے سینکڑوں ہزاروں کے جذبات قلب

اوران کے انجام کی اطلاع دینا صرف عالم الغیب کا ہی کام ہے۔

پیشینگوئی ۳۷

مسلمانوں کو کعبۃ اللہ میں داخل ہونے سے روکنے والے کعبے کے پاس تک نہ پھٹک سکیں گے

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ

(پارہ ۱)

جو لوگ اللہ کی مساجد میں ذکرِ الٰہی کئے جانے سے روکتے ہیں اور مسجدوں کی بربادی میں سعی کرتے ہیں ان سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا ان کو حق نہیں کہ وہ مسجدوں میں داخل ہوں مگر ہاں ڈرتے ڈرتے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل فتح مکہ ۶ھ میں عمرہ کا ارادہ فرمایا۔ کفار مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ آپؐ واپس مدینہ تشریف لے گئے۔ پھر آئندہ سال ۷ھ میں عمرہ کیا اور اس وقت مکہ میں صرف تین روز قیام فرمایا پھر ۸ھ میں مکہ فتح ہوا تب ان آیات کا نزول ہوا اور کفار کے وہاں داخلہ کو ہمیشہ کے لئے روک دیا گیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے وعدہ کیا ہے نصرت اور استخلاص مساجد کے بارے میں۔

چنانچہ یہ وعدہ پورا ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ مکہ فتح کیا اور اس وقت آپؐ نے اعلان کر دیا کہ اب اس سال کے بعد یہاں کوئی مشرک نہ آسکے گا۔

بعض حضرات مفسرین کے نزدیک اس پیشینگوئی کا تعلق فتح روم اور فتح بیت المقدس سے ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کو فتح کیا اور اس طرح یہ پیشینگوئی پوری ہوئی لیکن اکثر مفسرین کی رائے میں اس کا تعلق فتح مکہ سے ہے۔ چنانچہ مشرک کو کعبہ میں داخل ہونے کی ممانعت کا اعلان سید الحجاج حضرت ابوبکرؓ نے ۹ھ میں کیا اور آج تک یہ حکم جاری ہے۔ جو

لوگ اسلامی لباس اور وضع قطع میں وہاں چلے جاتے ہیں وہی خائفین کی تصویر ہوتے ہیں۔

پیشینگوئی ۳۳

اہلِ مکہ کے مصارف ان کیلئے حسرت بنینگے اور وہ سب مغلوب ہونگے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ

کافر اس لئے زر و مال صرف کر رہے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں۔ ہاں کچھ عرصہ تک اسی طرح خرچ کیا کریں گے پھر یہ مصارف ان کے لئے موجبِ حسرت ہونگے اور وہ مغلوب کئے جائیں گے۔

اس آیت میں پیشینگوئی فرمائی گئی ہے کہ کافروں کی مالی کوششیں بھی رائیگاں رہیں گی اور اپنی اس ناکامی کو محسوس کرنے کے بعد ان کو انتہائی حسرت ہوگی اور پھر اپنی انتہائی مغلوبیت کو پہنچینگے۔ کفار کے انفاق زر کا اندازہ ایک غزوۂ احد کے مصارف سے ہو سکتا ہے جس میں پچاس ہزار مثقال طلا اور ایک ہزار اونٹ چندہ جمع کیا گیا تھا۔ مزید براں فوج کو ایک ایک دن کی دعوت ایک ایک سردار کی طرف سے دی جاتی تھی۔ ان تمام کوششوں کا انجام بجز بیت ناکامی اور حسرت و افسوس ہی پر ہوا کیونکہ وہ اسلام کی ترقی نہ روک سکے اور نہ اسلام میں داخل ہونے والوں کو مرتد کر سکے۔ بلکہ انہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے آبائی مشرکانہ رسوم اور ضلالتِ قدیم کو تباہ ہوتے اور مٹتے دیکھ لیا تھا۔

اس پیشینگوئی کے مطابق جب کبھی دنیا کی کوئی طاقت اسلام اور مسلمانوں کو دین اور ایمان کی بنیاد پر ستانے کے لئے متحد ہو کر اپنے وسائل اکٹھے کریگی اور اپنی عددی سازو سامان، ذرائع و وسائل کی کثرت پر نازاں ہوگی تو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح ہر دور کے سچے مومنین کے مقابلہ میں ان کی مساعی ہمیشہ ناکام رہیں گی اور ان کی تمام مہمات چاہے کسی رنگ اور دنیا کے کسی حصہ میں ہوں خاطر خواہ نتائج پیدا نہ کر سکیں گی آخر میں ان کا

حصہ بجز حسرت و حرمان اور کچھ نہ ہوگا۔

پیشینگوئی ۳۷

کفار مسلمانوں کو عاجز نہ کر سکیں گے بلکہ وہ خود رسوا و خوار ہونگے

وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۔ (پارہ ۱۰)	یاد رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کرے گا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اطمینان دلایا ہے اور پیشینگوئی فرمائی ہے کہ کافر ذلیل و رسوا ہوں گے اور مسلمان ان پر غالب آئیں گے۔

یہ آیت اس وقت کی ہے جبکہ تمام معاہدہ شکن کفار کے نام چار مہینوں کا الٹی میٹم دیدیا گیا تھا۔ خیال ہو سکتا تھا کہ اکیلے مسلمان اتنے کثیر اور طاقتور قبائل اور اقوام کو بیک وقت الٹی میٹم دے رہے ہیں تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا اس آیت میں حق تعالیٰ نے دو امور کا انکشاف فرمایا ہے۔

اول۔ کفار باوجود اپنی قوت و طاقت اور افزونی تعداد وغیرہ کے کبھی مسلمانوں کو شکست نہ دے سکیں گے۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ہار کو اپنی ہار بتلایا ہے کیونکہ کفار کی عداوت مسلمانوں کے ساتھ صرف دین الٰہی کی وجہ سے تھی۔ اور ہمیشہ رہے گی۔

دوم۔ کفار کو ایسی شکستیں ہوں گی کہ وہ ذلیل اور رسوا ہو جائیں گے۔ آج تک وہ عرب میں بڑے بہادر و بڑے جنگجو اور انتقام گیر سمجھے جاتے تھے مگر مسلمانوں کے سامنے آتے ہی ان کی شجاعت اور بہادری کا پول کھل جائیگا اور وہ اپنے ملک میں ذلیل ہو جائیں گے۔ چنانچہ قبائل بنو اسد، بنو غسان اور بنو غطفان وغیرہ کی یورشوں کا حال اور ان کا انجام دو واقف دونوں پیشینگوئیوں کی صداقت پر گواہی دے رہے ہیں۔

نہ صرف اعداء اسلام کو میدان جنگ میں ہزیمت ہوگی بلکہ ان کے کمزور اور بوڑھے عقائم

قدیم رسم و رواج کے محل بھی اسلام کے فطری اصولوں اور تعلیماتِ الٰہی کے سامنے رفتہ رفتہ منہدم ہو جائیں گے اور اپنے عقائد و خیالات کی بے رونقی اور بربادی پر بھی یہ لوگ کفِ افسوس ملا کریں گے۔

پیشینگوئی ۲۵

مسلمان مشرکین عرب پر حملہ آور ہوں گے اور مشرکین مرعوب ہوں گے

سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَکُوْا بِاللّٰہِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ سُلْطَانًا ۚ
(پارہ ۴)

ہم ابھی کافروں کے دلوں میں رعب ڈالدینگے اس لیے کہ انہوں نے اللہ کا شریک ایسی چیز کو ٹھہرایا جس کے لیے کوئی دلیل اللہ نے نہیں اتاری۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم کفار کے دلوں میں ان کے کفر کی شامت سے رعب ڈال دیں گے ان کا کر و فر ظاہری ان کے کچھ کام نہ آئیگا مسلمانوں کے مقابلہ میں وہ مرعوب اور ذلیل ہوں گے۔

چنانچہ اس پیشینگوئی کے مطابق واقعات برابر پیش آتے رہے۔ روم اور ایران کے بادشاہوں اور ان کی جرار سپاہ کے دل میں صحابہ کرام کا رعب ڈال دیا جو کمبل پوش اور بے سروسامان تھے۔

مسلمانوں کے ساتھ عہد نبوی میں جو مختصر لڑائی جھگڑے ہوئے وہ صرف قریش یا قریش کے معاہد اقوام کی طرف سے تھے۔ جنھیں دشمنوں کی ناکامی ہوئی۔ مذکورہ بالا قبائل ایک ایک دو دو مقابل ہوئے اور جو کوئی قبیلہ مقابلہ میں آیا اسے پھر نبرد آزمائی کی جرأت نہ ہوئی حتّٰے کہ سات سال کی تھوڑی مدت میں تمام ملک میں امن و امان ہو گیا۔ وہ قبائل جو گھوڑ دوڑ میں ایک گھوڑے کے بدکا دینے پر پچاس پچاس برس تک لڑائی جاری رکھتے تھے، اور لڑائی کو معمولی

شعلہ سے بڑھ کر کچھ نہ سمجھتے تھے مسلمانوں کے سامنے ایسے مرعوب ہو گئے تھے کہ ان کے خلاف کرنے کی ان میں جرأت نہ رہی بلکہ قبائل سے جنگی عہدنامے توڑ توڑ کر رفتہ رفتہ مسلمانوں کی مخالفت سے دست بردار ہو گئے یہ سب کچھ اسی پیشینگوئی کا اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں میں رعب ڈالدیا تھا۔ بلاشبہ ایسے ملک میں جن کے ضمیر ہی میں خوں ریزی اور غارت گری تھی یہ علیحدگی یہ خاموشی اور مرعوبیت صرف قدرت ربانی ہی کا ظہور تھا۔

پیشینگوئی ۳۶

ولید بن مغیرہ کا اپنی ناشائستہ حرکتوں کی وجہ سے ناک اور چہرہ داغدار ہوگا۔

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ (پارہ ۲۹) سو ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے۔

ولید بن مغیرہ قرآن مجید کے جھٹلانے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمسخر کرنے میں سب سے آگے آگے رہتا تھا مسلمانوں کو اس کی یہ ناشائستہ حرکت نہایت ناگوار تھی لیکن مکہ میں اس کی مالداری اور عزت کی وجہ سے اس کو روکنے کی ہمت وطاقت نہیں تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے صدمہ اور رنج کو دور کرنے کے لئے قرآن میں وعدہ فرمایا کہ ہم اس کے وحشیانہ کفر کی پاداش میں اس کے چہرہ اور ناک کو داغدار کر دینگے یہ خبر مکہ میں اس وقت دی گئی جبکہ مسلمانوں میں دشمنوں سے مقابلہ کرنے کی معمولی طاقت بھی نہ تھی بلکہ انھیں اپنی جان بچانی مشکل ہو رہی تھی مگر جب ہجرت کے دو سال بعد بدر کی لڑائی ہوئی تو ولید کی ناک پر تلوار کا ایسا گہرا زخم لگا کہ اچھا ہونے کے بعد بھی اس کا نشان نہ مٹ سکا۔ یہ زخم جنگ میں تلوار کے ساتھ آیا۔ تلوار سے ٹھیک نشانہ پر زخم لگانا اور وہ بھی جنگ کی حالت میں نہایت دشوار ہے پھر ہاتھ اتنا تلا ہوا تھا کہ ناک پر اتنا زخم پہونچے کہ جس سے اس کا جڑا ہوا ناک کٹ کر بالکل الگ نہ ہو بلکہ اس میں ایک ایسا گہرا دیا نشان پڑ جائے جس کی قرآن حکیم نے خبر دی ہے یقیناً اس بات کی کھلی ہوئی شہادت ہے کہ یہ جو کچھ ہوا خدائی تائید اور

اسی کی مدد سے ہوا انسانی ارادہ اور اس کی طاقت کا اس میں ذرہ برابر دخل نہ تھا۔

پیشینگوئی ۳۷

ابولہب اور اسکی بیوی دونوں ہلاک اور تباہ ہونگے

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ برباد ہوگیا نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی، وہ مستقبل قریب میں ایک شعلہ زن آگ میں پڑیگا اور اس کی عورت بھی لکڑیاں لاد کر لانے والی اس کی گردن میں ایک رسی پڑی ہوگی مونجھ کی۔

ابولہب۔ بلفظ معنی شعلہ کا باپ۔ عرب میں کنیت کا رواج تھا۔ یہ کنیت ایک سردار قریش عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب کی تھی۔ یہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا چونکہ اس کے چہرہ کا رنگ بہت ہی سرخ تھا اس کے آتشی رخسار، کی بنا پر اسے ابولہب کہنے لگے تھے۔

یہ اتنے قریب کے عزیز ہونے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مشن کا شدید ترین مخالف تھا اور ریاست، مکہ کا با اثر رئیس تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے وعظ کوہ صفا والے میں حاضر ہوا تھا جب اس نے سنا کہ نبی صلعم حیات بعد الموت کیا اعتقاد کا تلقین کرتے اور اعمال پر آئندہ نتائج مرتب ہونیکی خبر دیتے ہیں تب اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے نبی صلعم کی طرف اشارہ کرکے نفرین و تحقیر کے انداز سے کہا تھا:

تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ اَلِهٰذَا دَعَوْتَنَا تجھے دن بھر تباہی رہے کیا تو نے ہم کو انہیں باتوں کے سنانے کو بلایا تھا (صحیحین عن ابن عباسؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو سراپا عفو اور ہمہ تن شکیب تھے حضور نے اس کے فقرہ کا کچھ جواب نہ دیا مگر غیرتِ الٰہی کو اپنے حبیب کے خلاف ایسے الفاظ کی برداشت کیونکر ہوسکتی تھی لہٰذا

جواب میں خود اس کے الفاظ لوٹا دیے گئے اور اس کے حسرت ناک انجام کا اعلان بھی بطور پیشینگوئی فرما دیا گیا۔

پیشینگوئی تین امور پر مشتمل تھی،

(الف) حضور صلعم کے خلاف اس کی جملہ تدابیر بے سود ہوں گی۔

(ب) اولاد اور مال اس کے کام نہ آئیں گے۔

(ج) وہ خود آگ کا ایندھن بنے گا۔

خوب یاد رہے کہ جب یہ صورت نازل ہوئی تھی تب ابولہب اپنی پوری قوت واقتدار کے ساتھ ایک زندہ شخصیت کا مالک تھا۔

ذرا خیال تو کیجئے کہ اس وقت کیسی کھلبلی مچی ہوگی، جب پیشینگوئی کی جارہی تھی کہ تباہی، ہلاکت اور نامرادی ہے اس کا مال و دولت اسے ذرا نہ بچا سکے گا اور اس کا مستقل سرمایہ اس کے کچھ بھی کام نہ آئیگا۔

اب غور کیجئے ابولہب، کے چار بیٹے تھے دو بحالت کفر باپ کے سامنے مرے۔ باپ کو ان سے فائدہ تو کیا پہونچتا دونوں لڑکے داغ بنے۔ دل وجگر کو کباب کر دیا، دو بیٹے اور ایک بیٹی مشرف بہ اسلام ہوئے اور باپ کو ان کے ایمان لانے کا غم بھی سہنا پڑا۔

ابولہب خود طاعون میں ہلاک ہوا۔ اہلِ عرب طاعون سے سخت خائف تھے اسکی لاش کو گھر سے نہ اٹھایا گیا بلکہ چھت کھود کر اوپر ہی سے اس قدر مٹی اور پتھر اس کی ناپاک لاش پر پھینکے گئے کہ وہی اس کی گور بن گیا۔

یہ پیشینگوئی تمام کفار کی آنکھوں کے سامنے اس آیت کے نزول کے پندرہ سال بعد ہو بہو پوری ہوئی۔

وامرأتہ یعنی ام جمیل بنت حرب ہمشیرہ ابوسفیان رسول خدا صلعم اور آپ کے مشن سے مخالفت اس کی بھی حد غلو تک پہونچی ہوئی تھی اور اس عورت کو نبی صلعم سے شدید

عداوت تھی وہ خود جنگل میں جاتی کانٹے اکٹھے کرتی اور رات کو آپ کے راستہ میں بچھا دیتی تھی۔
تفسیر خازن میں ہے کہ اس کی موت اسی طرح واقعہ ہوئی سر پر لکڑی کا گٹھا تھا راہ میں تھک گئی تو گٹھے کو پتھر سے لگا کر خود ستانے لگی۔ جب پھر چلنے کا ارادہ کیا اسی رسی کا جس سے لکڑیاں بندھی ہوئی تھیں پھندا گردن میں پڑ گیا اور لکڑیوں کا گٹھا پشت کیطرف جا لگا جس کے بوجھ سے وہ پھندا پھانسی کا بن گیا اور یہ ہلاک ہو گئی اور ایسی ہی آیت میں پیشینگوئی کی گئی تھی جو حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

پیشینگوئی ۳۸

مشرکین کعبۃ اللہ کے قریب تک نہ جائیں گے

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِھِمْ ھٰذَا۔ (پارہ ۱۰)

اے ایمان والو مشرک پلید ہیں اس سال کے بعد مسجد حرام کے نزدیک نہ آسکیں گے۔

یہ پیشینگوئی پوری ہوئی کہ قریب چودہ سو سال سے کوئی مشرک ہرگز کعبہ شریف کے قریب بھی پھٹکنے نہیں پایا۔

کعبۃ اللہ ممالک ایشیا کے عین وسط میں واقع ہے اور اتنے عرصہ میں بڑے بڑے انقلابات ہوئے مگر کوئی مشرک وہاں نہ جا سکا اور انشاء اللہ تعالیٰ نہ جا سکے گا جس رب العالمین نے چودہ سو برس اس کے وقار کو محفوظ رکھا آئندہ بھی حفاظت فرمائیگا۔

(از تاریخ گبن باب ۵۰ و سیر الاسلام باب ۱ صفحہ ۱۴ از نوید جاوید)

صحیح مسلم میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاخرجن الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب حتےٰ لا ادع فیہا الا مسلماً حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جزیرۂ عرب کو یہود و نصاریٰ سے پاک وصاف کر دوں گا یہانتک

کہ سوائے مسلمانوں کے اس میں کسی کو نہ چھوڑوں گا۔ عرب مبدأ اسلام ہے تو حکمتِ الٰہی کا تقاضہ یہی تھا کہ وہاں سوائے مسلمانوں کے کوئی نہ رہے۔ چنانچہ فاروق اعظمؓ نے بموجب اس حدیث کے یہود کو خیبر وغیرہ سے نکالا اور ان کو شام میں بسایا۔ اگر کوئی کہے کہ دنیا میں ایسے اور بھی ممالک ہیں کہ ہزاروں سال سے ان پر کوئی غالب نہیں آیا تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ یہ اتفاقات زمانہ ہے ان کی یہ حالت دعوی کے بعد نہیں ہوئی بخلاف یہاں کے کہ بعد حکم یہ صورت اب تک پائی جاتی ہے۔ پھر برہا برا انگریزی حکومت کا غلبہ ہوا۔ یہاں تو اس وقت سے اب تک کسی کا کبھی بھی غلبہ نہیں ہوا۔

منافقین کے متعلق

پیشینگوئی ۳۹

دنیا میں منافقین کا کوئی مددگار نہ ہوگا

وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ (پارہ ۱)

منافقوں کا دنیا بھر میں کوئی بھی کام بنانے والا اور ان کی مدد کرنے والا نہ ہوگا۔

اسلام سے پہلے قبائل عرب کو باہمی جنگوں میں سلطنت فارس یا سلطنتِ روما کی امداد مل جایا کرتی تھی لیکن جب منافقوں کے متعلق مدینہ سے اخراج کی پیشینگوئی فرمائی گئی تو یہ بھی بتلا دیا گیا کہ اب کوئی سلطنت ان کی امداد بھی نہ کر سکے گی، چنانچہ راہب فاسق نے جنگ احد میں شکست کھا کر سلطنت روم کے پادریوں سے بھی امداد طلب کی لیکن اسے کوئی بھی مدد نہ مل سکی۔ جبلہ ابن ایہم غسانی نے مرتد (یا دوبارہ عیسائی) ہو جانے کے بعد دربار ہرقل میں حاضرباشی کی مگر مسلمانوں کے خلاف سلطنت سے کوئی مدد نہ لے سکا یہی حال اکثر مخالفین اسلام کا ہوا اور پیشینگوئی اپنے الفاظ میں صحیح ثابت ہوئی۔

اور اگر کوئی امداد و معاونت پر آمادہ ہوا بھی تو وہ ناکام رہا کیونکہ وہ ایسی امداد کا ملنا جس کے نتائج ہزیمت و شکست ہوں امداد نہ ملنا ہی ہے ۔

پیشینگوئی ۳۰

منافقوں کو دوہری مار پڑیگی

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۔

ہم ان منافقوں کو یکے بعد دیگرے دوہرا عذاب دیں گے اور بعد ازاں وہ عذاب عظیم کیطرف لوٹائے جائیں گے۔

یہ آیت منافقین کے متعلق ہے جو جہاد سے بلا وجہ پیچھے رہ گئے تھے ان کے لئے عذاب اول یہ تھا کہ ان کو جھوٹے عذر پیش کرنے کے لئے بہت سے جھوٹ بنانے پڑے جس سے وہ اپنے ضمیر کے سامنے سب سے پہلے رسوا ہوئے پھر قوم و ملک کی نظر میں جھوٹے، غدار اور وعدہ شکن ثابت ہوئے اور سب کی نظروں سے گر گئے ۔

یہ اخلاقی عذاب سخت ہوتا ہے کیونکہ ضمیر انسانی ہر وقت اس کو ستاتا رہتا ہے اور دوسرا عذاب یہ تھا کہ مال و امداد سے محرومی رہی جس کی محبت نے ان کو جہاد کی شرکت سے دور رکھا تھا ۔

دونوں عذاب انہوں نے اپنی زندگی ہی میں چکھ لئے تھے ۔

عذاب الیم یہ تیسرا عذاب ہے جس کا تعلق آخرت سے ہے اور وہ اپنی کیفیت و کمیت کے اعتبار سے سب سے زیادہ دیرپا اور صبر آزما ہوگا جس سے بچاؤ اور حفاظت کی کوئی تدبیر بھی نہ ہو سکے گی ۔

پیشینگوئی ۳۱

منافقین ہر طرح خسران اور ٹوٹے میں رہینگے

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ

یہ شیطانی لشکر والے ہیں اور شیطان کا لشکر ہی

حِزْبُ الشَّیْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ (پارہ ۲۸) خسران زدہ ہوگا۔

سیاق عبارت سے ظاہر ہے کہ یہ پیشینگوئی ان منافقوں کے متعلق ہے جو یہود کو پسند کرتے تھے اور ان کے معاہد اور دوست بنے ہوئے تھے۔ آیت میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی و اتحاد شیطانی کام ہے اور اس آیت میں آگاہ کیا گیا ہے کہ یہ لوگ ضرور ضرور نقصان اٹھائیں گے اور رسوائی ان کی مستقبل میں منتظر ہے۔

چنانچہ جنگ احد کے بعد منافق لوگ نہ ادھر کے رہے اور نہ ادھر کے رہے اور قرآن حکیم کی یہ پیشینگوئی پوری طرح ثابت ہوئی۔

پیشینگوئی ۴۳

منافقین مدینہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس رہ سکینگے اور نہ کسی اور جگہ بلکہ جہاں کہیں بھی یہ جائینگے پکڑے جائینگے اور بری طرح قتل کیے جائینگے

لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ لَنُغْرِیَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَآ اِلَّا قَلِیْلًا ۚ مَّلْعُوْنِیْنَ ۚ اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا ۝ (پارہ ۲۲)	اگر منافقین اور وہ لوگ نہ باز آئے جن کے دلوں میں روگ ہے اور جو مدینہ میں افواہیں اڑایا کرتے ہیں تو ہم ضرور آپ کو ان پر مسلط کریں گے پھر یہ لوگ آپ کے پاس مدینہ میں قدرے قلیل رہنے پائیں گے اور وہ پھٹکار پڑے ہوتے ہوں گے پھر جہاں وہ جائیں گے پکڑے جائینگے اور بری طرح قتل کئے جائینگے

اس آیت میں پیشینگوئی ہے جس میں منافقین کا انجام بھی بتلایا گیا ہے اور ان کے انجام کی مدت اور ایام کا بھی تعین کر دیا گیا ہے۔

یہ آیت سورۂ احزاب کی ہے واقعۂ احزاب ۵ھ میں ہوا جس میں اُبی بن سلول کی جماعت سے تین سو سے زیادہ منافق زندہ تھے آیۃ میں بتلایا کہ ان سب کا حضرت رسول اکرم صلعم کی حیات

کے دوران ہی خاتمہ ہوجائیگا۔ یہ مدینہ سے نکال دیئے جائیں گے اور یہاں سے جانے کے بعد ذلت و خواری کے ساتھ قتل کیے جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور قبل ازاں کہ نبی کریم فخر ولد آدم چشم ظاہر بین کو نظارۂ عالم سے بند فرمائیں حضورؐ نے دیکھ لیا کہ مدینہ ایسے اشرار سے بالکل پاک صاف ہوگیا یہی راز تھا کہ سنہ ۹ھ میں جبکہ حضورؐ نے تمیم داری کی حدیث کو برسر منبر روایت فرمایا مدینہ کا نام طیبہ رکھدیا تھا۔

آیتہ مندرجہ ذیل پیشینگوئیوں پر مشتمل ہے:

(۱) لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ یعنی اللہ کا رسول ان کے خلاف کارروائی کرے گا۔

(۲) لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا شہر مدینہ میں ان کو رسول صلعم کے ساتھ رہنے کا زمانہ بہت کم ملے گا۔

(۳) ملعونین وہ لعنت زدہ ہوں گے ہر طرف سے ان پر پھٹکار پڑے گی۔

(۴) أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا مدینہ سے نکلنے کے بعد جہاں کہیں جائیں گے پکڑے جائینگے۔

(۵) قُتِّلُوا تَقْتِيلًا بدترین طریقہ سے قتل کیے جائیں گے۔

"تاریخ اسلام پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ منافقین مدینہ ان پانچوں پیشینگوئیوں کا مصداق بن کر ذلت و رسوائی کے ساتھ رسواکن اور عبرتناک انجام کو پہونچے۔ منافقین کی جماعت ظاہری طور پر مسلمان مگر دل سے کافر تھی ان کا ظاہر و باطن دن اور رات کی طرح متضاد تھا کھلے دشمن اور چھپے دشمن میں یہ فرق ہوتا ہے کہ جب تک مقابلہ جاری رہتا ہے خائن حزب اللہ اور حزب الشیطان دونوں گروہوں سے عارضی اور وقتی کچھ فائدہ حاصل کرلیتا ہے مگر جب حالات کروٹ لیتے ہیں اور حق و باطل کی کشمکش نصرت و ظفر پر اپنا سفر ختم کرتی ہے تو حزب شیطانی کا پردہ میں رہنے والا گروہ جو اسلامی اصطلاح میں منافق کہلاتا ہے کھلے دشمن سے بھی کہیں زیادہ رسوا اور ذلیل ہوکر جسمانی بلکہ روحانی اذیتوں میں گرفتار ہوجاتا ہے۔

چنانچہ عہد رسالت اور اس کے بعد ایسے عناصر ہمیشہ آخر میں ذلیل سے ذلیل تر ہوتے رہے ہیں۔

مخلفین جہاد کے متعلق پیشینگوئیاں

پیشینگوئی ۱۳۲

جہاد میں شریک نہ ہونیوالے عذر خواہوں کے بارے میں

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۔ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ۭ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ۝ (پارہ ۱۰)

پیچھے رہ جانیوالے رسول اللہ صلعم کے جانے کے بعد اپنے بیٹھے رہنے پر خوش ہو گئے انہوں نے برا سمجھا کہ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کریں اور یہ کہنے لگے کہ اس تیز گرمی کا اڑائی کے لئے نہ جاؤ آپ کہدیجئے کہ جہنم کی گرمی اس سے بھی زائد تیز ہے کاش وہ سمجھتے ہوتے ان کو چاہیئے کہ تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں یہ ان کے فعلوں کی جزا ہے تو اگر اللہ تعالیٰ آپ کو واپس لائے ان کے کسی گروہ کی طرف اور یہ لوگ آپ کے ساتھ چلنے کی اجازت مانگیں تو آپ کہدیجئے کہ تم لوگ کبھی بھی میرے ساتھ نہ چلوگے اور نہ میرے ہمراہ ہو کر کسی دشمن دین سے لڑو گے تم وہی ہو کہ پہلی بار بھی تم نے بیٹھے رہنے کو پسند کیا تھا سو پیچھے رہ جانیوالے معذوروں کے ساتھ اب بھی بیٹھے رہو۔

غزوہ تبوک جو موسم گرما میں ہوا تھا اور تیس ہزار مسلمان نہایت عسرت اور تنگی

کے عالم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان میں نکلے تھے اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے آپ کے ساتھ جہاد میں جانا ترک کر دیا تھا اور طرح طرح کے بودے عذر کر کے اپنے آپ کو معذور سمجھ بیٹھے تھے اللہ تعالیٰ نے پیشینگوئی کے طور پر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی پر ان میں سے ایک گروہ بارگاہِ رسالت مآب صلعم میں حاضر ہوگا اور آئندہ شریک جہاد ہونے کی اجازت کا خواستگار ہوگا۔ اس کے ساتھ قطعی پیشینگوئی کے الفاظ میں بتلا دیا، کہ اب ان لوگوں کو جہاد میں ہمرکاب نبوی کا شرف نہ دیا جائے گا اس واقعہ کو سورۂ فتح میں بھی بیان فرمایا ہے۔

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ۔

جب تم مغانم کے حاصل کرنے کے لئے چلو گے تب پیچھے رہ جانے والے کہیں گے کہ ہم کو بھی ساتھ چلنے دیجئے یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے حکم کو بدل دیں ان کو آپ کہہ دیجئے کہ تم ہمارے ساتھ ہرگز نہیں جا سکتے۔ یہی بات ہے جو اللہ نے پہلے بھی فرما دی ہے۔

ہر دو آیات سے آیتہ کے نزول کا زمانہ بخوبی معلوم ہو جاتا ہے۔ سورۂ فتح کا نزول غزوۂ حدیبیہ میں ہوا اور مغانم کثیرہ کا حصول خیبر سے شروع ہوا۔ لہٰذا یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حدیبیہ کے موقعہ پر ساتھ جانے سے انکار کیا تھا اور بعد ازاں خیبر وغیرہ میں وہی بچھڑ گئے جو حدیبیہ میں ہمرکاب تھے اور یہ مخلفین ہمرکاب نبوی جہاد کرنے کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا زمانہ ان آیات سے تقریباً پانچ سال بعد کا ہے۔

متعدد اقوام کے ہزاروں اشخاص کی نسبت ایسی پیشینگوئی جس کا تعلق عہدِ مستقبل سے ہو اور پھر وہ پوری طرح ظاہر ہو صرف رب العالمین ہی کے کلام میں ہو سکتا ہے۔

پیشینگوئی ۲۴

مخلفین جہاد کے متعلق

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

ان بادیہ نشینوں سے کہہ دیجئے کہ جو لوگ پیچھے رہنے والے ہیں کہ تم کو آئندہ قریبی زمانہ میں ایک سخت جنگجو قوم کی طرف بلایا جائیگا تم ان سے جنگ کرو گے یا وہ فرماں بردار ہو جائیں گے اگر تم نے اس وقت اطاعت کی تب تم کو اس کا اچھا اجر دیا جائیگا اور اگر تم نے اس وقت بھی حکم اپنے سے منہ پھیرا جیسا کہ اس سے پہلے کر چکے ہو تب تم کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔ (پارہ ۲۶)

اس آیت کو ہر دو آیات مندرجہ بالا سے ملا کر غور کرو تو چند امور ثابت ہوں گے۔

(۱) مخلفین (پیچھے رہ جانے والے) کو معیت رسول سے قطعاً محروم کر دیا گیا۔

(۲) مخلفین کو بعد رسول اللہ صلعم قریبی زمانہ میں دعوتِ جہاد دیئے جانے کی پیشینگوئی فرمائی گئی۔

(۳) بطور پیشینگوئی حریف کی صفات جنگ جوئی وغیرہ بھی بتا دی گئیں۔

(۴) اس جنگ کا انجام قتال یا دشمن کی فرماں برداری بھی بتلا دی گئی۔

(۵) اس دعوت کی اطاعت پر اجر حسنہ کا وعدہ۔

(۶) دعوت کی عدم تعمیل پر دردناک عذاب کی وعید۔

اب آپ عہد صدیقی پر نظر ڈالیں ان کی اس دعوتِ عام کے فرمان کو جسے واقدی نے لفظاً لفظاً نقل کیا ہے۔ پڑھیئے اور پھر ان عساکر کا نام معلوم کیجئے جو خدمتِ صدیقی میں آئے تھے قبائل و شعوب کے نام سے معلوم ہو جائیگا کہ اقوام تو وہی ہیں جن کو رسول اکرم صلعم کی ہمراہی میں جہاد کا کبھی

موقع نہیں ملا تھا، پھر آپ دیکھیں گے کہ ان کو روما جیسی عظیم سلطنت کے مقابلہ میں روانہ کیا جاتا ہے جو نصف دنیا پر حکمران تھی جو اپنی جنگ جوئی اور حرب رانی کا ثبوت ایران جیسی سلطنت کو جو نصف مشرقی دنیا کی گریٹ امپائر (عظیم سلطنت) تھی دے چکی تھی جس کی فوجیں باقاعدہ اور منظم تھیں جن کا نظامِ جنگ سب سے اعلیٰ تھا جن کو اپنی حدود ہی میں رہ کر صرف مدافعت کرنی تھی اور بادیہ نشینوں نے اپنے ملک سے سینکڑوں میل آگے بڑھ کر جہاں رسد و سامانِ جنگ اور اسلحہ کے پہونچانے کے وسائل بھی ناکافی تھے، حملہ کرنا تھا۔

نتیجہ وہی ہوا کہ اس جنگ نے دشمن کا خاتمہ کر دیا اور رعایا نے مصالحت سے فائدہ حاصل کیا اور ہزار دو ہزار داخلِ اسلام بھی ہوئے۔

اس آیت کا عرب شام میں ہونیوالے انقلاب اور فتوحات اعراب اور روما کی آئندہ معاشرت و انجام کے ساتھ واضح تعلق ہے۔

یہ آیت دعوت صدیق رضؓ و فاروق رضؓ کی اطاعت کو نبی کی اطاعت قرار دے رہی ہے، اور ان کی عدم اطاعت پر وعید و عذاب کا مستحق۔

اجرِ حسنہ کا لفظ نہ صرف آخرت کیلئے ہے بلکہ دنیوی منافع بھی اس میں شامل ہیں۔ اور یہ لفظ ایک مستقل پیشینگوئی ہے کہ حضرت صدیق و فاروق کے لشکروں میں شامل ہونے والے تمدن کی بلند ترین منزل ارتقاء پر پہونچ جائیں گے اور یہیں ہے انکی امارت بھی خوبیوں والی ہوگی۔

اس پیشینگوئی کے تمام اجزاء کا اس طرح پر پورا ہونا جس کی تصدیق ملکوں اور قوموں کی تاریخ سے واضح طور پر ثابت ہو قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونیکی قطعی دلیل ہے۔

پیشینگوئی ۴۵

غزوۂ تبوک سے واپسی پر منافقین جھوٹے اعذار پیش کرینگے

یَعْتَذِرُوْنَ اِلَیْکُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ (پارہ ۱۱)	یہ لوگ تمہارے سب کے سامنے عذر پیش کریں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے۔

خطاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مومنین بھی شریک ہیں اور ذکر منافقین مخلفین کا چل رہا ہے۔

نزول آیت کا زمانہ سفر تبوک کا زمانہ ہے۔ یہ بات بطور پیشنگوئی فرمائی جارہی ہے کہ جب لشکر اسلام مدینہ واپس پہونچے گا تو منافقین اپنے عذرات پیش کریں گے۔ یہ لوگ اپنے جھوٹے عذر بیان کریں گے اور اس پر قسمیں کھائیں گے مگر آپ ان کا ہرگز اعتبار نہ کریں وہ جان بچانے کی غرض سے ایسا کہیں گے آپ ان سے کہدیں کہ تمہاری عذر خواہی فضول اور بے اثر ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے تمہارے دلی ارادوں سے ہمیں باخبر اور آگاہ کر دیا ہے۔ چنانچہ پیشنگوئی کے مطابق ایسا ہی ہوا۔

جب رسول خدا صلعم غزوۂ تبوک سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ پہونچے تب منافقین کی ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور قسم کھاکر کہنے لگی کہ ہمیں اس جنگ میں شریک ہونے کی قدرت اور طاقت نہیں تھی ورنہ ہم ضرور آپ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوتے آپ نے ان کے جھوٹے عذروں کو قبول نہ فرمایا۔

منافقین کا وہی کام کرنا جس کی قرآن میں قبل از وقت خبر دی گئی تھی اس امر کی کھلی شہادت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا وہ حق تعالیٰ سے فیض پاکر ارشاد فرمایا۔ اپنی طرف سے ایک حرف بھی نہیں کہا۔

پیشینگوئی نمبر ۴۶

یہود و منافقین کے معاہدات کے بارے میں

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ

آپ نے منافقوں کی حالت پر غور کیا اپنے بھائیوں (اہل کتاب) سے کہہ رہے ہیں اگر تم نکالے گئے تو قطعاً ہم بھی ساتھ نکلیں گے اور ہم تمہارے معاملہ

وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ	ہم کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر جنگ ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے۔

اس معاہدے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے پیشینگوئی فرمائی:

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكٰذِبُونَ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ (پارہ ۲۸)	حالانکہ اللہ گواہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں اگر اہلِ کتاب نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر ان کے ساتھ لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے

اس آیت میں منافقین مدینہ کا ذکر کیا گیا ہے جو ایک بہت بڑی تعداد میں تھے انہوں نے یہودانِ بنی نضیر سے وعدہ کیا تھا کہ ہم جلاوطنی، قتال ہر حال اور ہر صورت میں تمہارے رفیق اور یار و ناصر ہوں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی کہ یہ لوگ ہرگز اپنے وعدوں پر عمل نہ کریں گے یعنی منافقین مدینہ جو یہودانِ بنی نضیر کی حمایت و رفاقت کا عہد کر رہے ہیں اوّل تو وقت پڑنے پر ان کا ساتھ نہ دیں گے نہ جلاوطنی میں نہ جنگ میں اور اگر بالفرض ساتھ دیا بھی تو ان کی امداد بے نتیجہ اور غیر موثر ثابت ہوگی یہ وقت پر خود ہی پیٹھ دکھا دیں گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا جب بنی نضیر نکالے گئے منافقین نے ان کا ساتھ نہیں دیا اور ان کی مدد کی۔ قرآن حکیم نے یہ بھی بتلا دیا تھا کہ اگر منافقین یہودیوں کی مدد بھی کریں گے، تب بھی وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ اور پھر یہودیوں کو مدد بھی نہ ملے گی یہودانِ بنی قریظہ کے موقعہ پر منافقوں نے ان کی مدد بھی کی مگر مسلمانوں کے سامنے ان کو بھاگنا ہی پڑا۔ بالآخر یہودیوں کے ساتھ منافقوں کی طاقت کا بھی خاتمہ ہو گیا اور پیشینگوئی کا آخری جز بھی پورا ہو گیا۔

اس پیشینگوئی کی پوری تصدیق ہوئی جبکہ بنو نضیر سے نوبتِ جنگ آئی۔ ان کی گڑھی کا محاصرہ ہوا۔ اس کے بعد وہ عرب سے نکالے گئے۔ مگر منافقوں پر مسلمانوں کا وہ رعب غالب آیا کہ نہ تو ان کی مدد کر سکے، نہ ان کے ساتھ جلا وطن ہوئے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر کو جھوٹا کرنے کے لئے بڑا موقع تھا کہ کچھ مدد کرتے یا دس بیس کوس دو چار روز کے لئے نکل جاتے مگر خدا کے

قادرِ مطلق بھلا کب تکذیب کر لے دیتا۔

یہ بھی من جملہ اخبار بالغیب کے ایک پیشینگوئی تھی جو پوری ہوئی اور یہ اعجازِ قرآن و صدقِ نبوت کی کھلی دلیل ہے۔

یہودیوں کے متعلق پیشینگوئیاں

پیشینگوئی ۴۷

یہودی مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکینگے

لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ۝

(پارہ ۴)

یہودی مسلمانوں کو معمولی اذیت اور آزار پہونچانے کے سوا اور کوئی نقصان نہ کر سکیں گے اور اگر مسلمانوں سے لڑائی ہوئی تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

یہودی پسِ پردہ سازشیں کرتے رہے۔ قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے رہے، خود جاسوسی کرتے رہے۔ بغاوت کرنے والوں کی چپکے چپکے روپیہ، ساز و سامان سے اعانت کرتے رہے اس پر بھی ان کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا تو میدان میں نکل آئے۔ یہ لوگ فنونِ حرب سے زیادہ واقف تھے۔ سارے عرب میں قلعہ شکن آلات انہیں کے پاس تھے منجنیق کا استعمال صرف یہی لوگ جانتے تھے، اس لئے عرب کا ہر ایک قبیلہ ان سے دبتا تھا۔ ایسے لوگوں کی شکست فاش کی پیشینگوئیاں ایسی تھیں جن کا کفار کو ہرگز یقین نہ آتا تھا لیکن ارباب تاریخ کے سامنے یہود ان بنی قینقاع، بنی نضیر، بنی قریظہ، خیبر، فدک اور یمامہ کے واقعات موجود ہیں۔ ہر ایک کا انجام اس پیشینگوئی کے عین مطابق ہوا۔

آیتِ بالا میں تین پیشینگوئیاں ہیں۔

(الف) ایذا رسانی سے بڑھ کر وہ کوئی نقصان مسلمانوں کا نہ کر سکیں گے۔

(ب) مقابلہ میں آئے تو شکست کھائیں گے۔

(ج) شکست کے بعد کوئی ان کی مدد تک کو بھی نہ کھڑا ہوگا۔

سینکڑوں میل کے بسنے والے متعدد قبائل پر ایسی زبردست پیشنگوئی کا اعلان صرف وہی پروردگارِ عالم فرما سکتا ہے جو مشارق و مغارب کا مالک ہے اور جب وہ چاہتا ہے فتح و نصرت عطا کرتا ہے۔

پیشینگوئی ۴۵

یہودی موت کی تمنّا کبھی بھی نہ کرینگے

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۞ وَلَا یَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ۞

(پارہ ۲۸)

آپ کہئے کہ اے یہودیوں اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم ہی بلا شرکت غیرے اللہ کے چہیتے ہو تو موت کی تمنا کر دکھاؤ اگر تم سچے ہو۔ اور وہ کبھی بھی اس کی تمنا نہ کریں گے بسبب ان اعمال کے جو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے سمیٹے ہیں اور اللہ خوب واقف ہے ان ظالموں سے۔

یہود کا عام دعویٰ یہ تھا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔ قرآن نے بتلایا کہ اگر تم اس دعوی کی صداقت پر یقین رکھتے ہو تو اپنی موت کے لئے دعا مانگو کیونکہ موت ہی عالم آخرت کی الطاف و عنایات کی پہلی منزل ہے۔ یہ ایک مسلّم امر ہے کہ اولیاء ربانی کی لئے حیات دنیوی حجاب ہے۔ یہ حجاب اٹھ جائے تو دوست کے وصال سے بہرہ ور ہو جائے۔ عربی میں مثل مشہور ہے:

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب یعنی موت وہ پل ہے جو حبیب کو حبیب سے ملا دیتا ہے۔ کسی ولی اللہ کی جانب سے موت کی آرزو کے معنی عرض داشت وصال ہیں اور

ایسی عرض و معروض کا بار بار پیش آنا اور ہر بار اس پر اصرار کرنا لوازم محبت اور شیفتگی میں سے ہے۔ یہاں یہودیوں سے فرمایا گیا کہ ایک دفعہ ہی موت کی تمنا کا اظہار اپنی زبان سے کرو۔ پھر بطور پیشینگوئی فرمایا گیا کہ یہودی ایسا کبھی نہ کریں گے۔ اور اس کی وجہ بھی بیان کر دی کہ اگرچہ ایسے ایسے بے بنیاد دعاوی ان لوگوں کی زبان پر جاری ہیں مگر اندر سے دل پکڑا ہوا ہے معاصی و سیئات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے جما ہوا ہے، دل و دماغ پر افعال شنیعہ کا اتنا قبضہ ہے کہ موت سے نفرت ہے اور رب کے حضور میں جانے سے طبیعت گریز کرتی ہے۔

یہودی اگر سچے ہوتے تو قرآن کے جھٹلانے اور اپنے زبانی دعوی کی صداقت جتلانے کے لئے یا کم از کم مسلمانوں کو سنانے ہی کو ایک دفعہ کہدیتے کہ الہی موت دے لیکن یہ اخبار تو مستجاب اللہ ہو چکا تھا کہ ایسا نہ ہوگا۔ اس لیے اتنا لفظ کہتے ہوئے زبان پر قفل پڑ جاتا تھا اور منہ پر مہر لگجاتی تھی! اور ایسے موقعہ پر کافر و مشرک بھی یہودیوں کی اس حالت کو دیکھ ہنستے تھے۔

اس پیشینگوئی کا مدعا یہ تھا کہ دنیا کے سامنے یہودیوں کے جھوٹے ادعا اولیار و انبیاء اللہ ہونیکی حقیقت کو ظاہر فرما دیا جاوے اور بتلا دیا جائے کہ صاحب جبروت اور مالک الملک کے حضور میں کسی مخلوق کو بھی بڑا بول بولنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔

پیشینگوئی ۴۹

یہودی ہمیشہ ذلیل و خوار رہیں گے

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۔	ذلت و محتاجی کی مار ان کے (یہود) اوپر پڑ چکی ہے اور وہ اللہ کے غضب میں آگئے ہیں۔
(پارہ ۱)	

تاریخ اور زمانہ شاہد ہے کہ تینوں پیشینگوئیاں حرف بحرف پوری ہو رہی ہیں۔

قرآن عزیز میں یہودیوں کے متعلق یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ دنیا میں ذلیل و خوار رہینگے

کبھی ان کو سلطنت اور حکومت نصیب نہ ہوگی۔

غلامی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی ذلت و خواری نہیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر آج تک یہودی ذلت اور خواری میں گرفتار ہیں ان کو کبھی دنیا کے کسی حصہ میں خود مختار حکومت قائم کرنے کا موقعہ نہیں ملا وہ ہر جگہ ذلیل و رسوا ہی نظر آتے ہیں، وہ مسلمانوں کے غلام ہیں یا نصاری کے۔ کسی جگہ با اختیار مالک و حکمران نہیں اور قیامت تک ان کی یہی حالت رہیگی۔ ظاہر ہے کہ انسان کبھی کسی قوم کی قسمت کا فیصلہ قیامت تک کے لئے نہیں کر سکتا۔ پھر ایسا قطعی فیصلہ جس پر صدیاں گذر جانے کے باوجود کبھی خلاف نہیں ہوا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ خدا کی بتائی ہوئی خبر ہے کسی انسان کی نہیں۔

پیشینگوئی نمبر ۵۰

یہودیوں پر ذلت و مسکنت مسلط کردی گئی

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ (پارہ ۴)	اور ڈالدی گئی ہے ان پر ذلت جہاں کہیں بھی وہ جائیں بجز اس کے کہ اللہ کی ذمہ داری پر رہیں یا لوگوں کی ذمہ داری سے رہیں۔

یہودیوں نے جب حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ اور ان کے ساتھیوں کو گزند پہونچانے کا مذموم ارادہ کیا تب حق تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرما کر ان حضرات کی تسلی فرمائی۔ اس آیت میں چند امور بتلائے گئے ہیں۔

(الف) آئندہ کو یہود دنیا میں ایک آزاد قوم کی شان سے آباد نہ رہ سکیں گے۔

(ب) وہ ذلت و مسکنت کا نشانہ رہیں گے یعنی ان کی اپنی سلطنت نہ ہوگی۔

(ج) بتایا گیا ہے کہ یا تو ان کو مسلمانوں کے ماتحت جزیہ گزار ہو کر رہنا پڑے گا اسی کو بحبل من اللہ، فرمایا کیونکہ ذمی قوم کو خود اللہ تعالیٰ نے حقوق عطا فرمائے ہیں جس کو حبل اللہ،

سے تعبیر کیا گیا۔

(د) یا ان کو دیگر قوم کا ٹیکس گذار اور باجگزار ہو کر رہنا پڑے گا جسے آیت حبل من الناس میں فرمایا ہے گویا ایک آیت میں چار پیشینگوئیاں ہیں۔

اس آیت کے بالعد زمانہ پر نظر ڈالو کیا کسی جگہ دنیا کے پردہ پر اس قوم کی حکومت قائم ہے؟ کیا ان لاکھوں کروڑوں میں کوئی شخص بھی ایسا ہے جو غیر قوم کا ٹیکس گذار نہ ہو؟ ہاں بحبل من اللہ کی تاثیر یہ ہے کہ وہ ترکی، ایران، مراکو اور ٹیونس میں مسلمانوں کے ماتحت جزیہ گذار پائے جاتے ہیں اور بحبل من الناس کا مصداق یہ ہے کہ وہ روس، امریکہ، انگلستان اور فرانس وغیرہ میں دیگر اقوام کے ماتحت آباد ہیں۔ اور ہر طرح کے ٹیکس ادا کرتے ہیں جنگِ عظیم ہوا تا ۱۹۱۸ء میں یہودیوں نے کروڑوں اربوں روپیہ اتحادیوں کو اس لئے دیا تھا کہ ان کی بھی ایک چھوٹے سے رقبہ پر آزاد سلطنت کے قیام کی کوئی صورت نکل آئے۔ ہر ایک قوم نے جو سینکڑوں من سونا ان سے لے رہی تھی سمجھ رکھا تھا کہ مفتوحہ علاقہ میں سے ان کی درخواست کو پورا کر دیا جائیگا جب جنگ عظیم ختم ہو گئی اور وعدوں کے ایفا کا وقت آیا تو یہودیوں سے کہا گیا کہ وہ سب فلسطین میں آباد ہو سکتے ہیں۔ اس طرح وہ چند اقوام کے ماتحت انتدابی سلطنت کے شہری بنائے گئے لیکن فلسطین کے حقیقی باشندوں نے ان باہر سے لائے ہوئے یہودیوں کے حقوق کو تسلیم نہیں کیا اب دیکھنا یہ ہے کہ یہودیوں کے سامنے کیا چیز پیش کی جاتی ہے! حکم بردارانہ حکومت!!؟

اب قرآنِ پاک کے الفاظ کو غور سے پڑھو کہ بحبل من الناس کا لفظ کتنا وسیع اور جامع ہے۔

ایک کتا کسی امیر کے پاس ہوتا ہے اسے وہاں دودھ گوشت وغیرہ سب کچھ ملتا ہے ہاں گلے میں زنجیریں بھی ڈال دی جاتی ہیں تو کیا اس کا یہ رتبہ ہو سکتا ہے کہ وہ خود کو ایک تہذیب آزاد انسان سے برتر خیال کرنے لگے صرف اس لئے کہ انسان کو ایسی غذائیں میسر نہیں جیسی مسٹر ڈاگ کو ملتی ہیں اس لئے خواہ فلسطین میں قوم یہود کامیاب ہو جائے یا نہ ہو جائے سگ بحبل من

الناس کی زنجیر گلے میں پڑی رہے گی اور یہ وہ زبردست پیشینگوئی ہے جس کے سامنے تمام یورپ کے وزراء دول کی ڈپلومیسی عاجز ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

۱۹۴۸ء میں حکومتِ اسرائیل کا قیام اور ۱۹۶۷ء میں اس کی مزید کامیابی، علاقوں میں وسعت اور اس کی عرب مقبوضہ علاقوں پر اپنی گرفت مضبوط کرنے اور ان علاقوں کو خالی نہ کرنے کی مسلسل پالیسی پر بضد رہنے سے یہ شبہات ہوتے ہیں کہ جب یہود پر ذلت و مسکنت مسلط کر دی گئی تھی قرآنی تصریح کے مطابق تو آج یہود کی یہ کامیابی کیسے ہم دیکھ رہے ہیں۔

اس سلسلہ میں پہلی بات تو قابلِ غور یہ ہے کہ قرآنی الفاظ ذلت و مسکنت کے ہیں جس کو اگرچہ مفسرین نے حکومتِ یہود کے معنی میں لیا ہے یعنی کبھی اور کہیں بھی ان کی حکومت قائم نہ ہوگی۔ لیکن یہ الفاظ جامع ہیں جن میں پیشینگوئی کی گئی ہے کہ یہود پر خدا نے ذلت و خواری مسلط کر دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو فرعون کے عذاب سے نجات دی ان میں جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا مگر ان کی گوسالہ پرستی اور بعد میں آنے والے انبیاء کی تکذیب اور قتل ایسے اسباب پر ان کو اللہ تعالیٰ نے ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ کا مستحق قرار دیا۔ چنانچہ جس طرح تیہ کے میدان میں ان کے بزرگ صحرا نوردی کرتے رہے اسی طرح نزولِ قرآن کے بعد سے اب تک دنیا میں کہیں بھی یہودیوں کو باوجود اپنی وافر دولت اور مالی خوشحالی کے عالمی برادری میں کوئی باوقار مقام نہ ملا۔

ہاں فلسطینی عربوں کی جلاوطنی اور یہودیوں کو دنیا کے ہر گوشہ سے لا لا کر ایک مصنوعی آبادی بنا کر برطانیہ، امریکہ اور روس نے ۱۹۴۸ء میں قیامِ حکومتِ اسرائیل کی تجویز اقوام متحدہ میں پاس کرانے کے بعد سلطنت یہود قائم کرائی جس کی عربوں نے مزاحمت کی اور انھوں نے تسلیم نہ کیا۔ مگر امریکہ کی سرپرستی، اسلحہ، سیاسی اور مالی امداد کے سہارے یہ سلطنت جو نہ قدیم طریقہ پر شمشیر کے بل پر قائم ہوئی اور نہ جدید دستوری اساس پر یعنی حق خود ارادیت کے نتیجہ میں بلکہ حقیقی اہلِ فلسطین کو حق خود ارادی سے

محروم کرنے اور غیر ملکی باشندوں کی مصنوعی آبادی کی بنیاد پر اس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جس کی بقا اپنے جنم داتاؤں کی مصلحتوں اور اعانت کی مرہونِ منت ہے۔ اس لئے بظاہر اس سلطنت کا قیام اگر ذلت و مسکنت کو صرف حکومت کے معنی میں لیا جائے تو تعجب کا باعث نہیں، کیوں کہ یہ سلطنت کمزور سہاروں پر قائم ہے۔ کسی بھی وقت وہ سہارے جواب دے سکتے ہیں ورنہ سلطنت ہوتے ہوئے بھی وہ ذلت و مسکنت کا شکار ہے۔ کیونکہ اس کی بقا و استحکام فطری اور پائیدار وسائل پر نہیں بلکہ سازشوں اور اہلِ حق کے حقوق غصب کرنے پر منحصر ہے۔ اس لئے اگر کوئی قوم قانونی نقطۂ نظر سے چاہے برائے نام اصطلاحی طور پر آزاد ہی کیوں نہ ہو جائے اگر وہ اپنی بقا کے فطری وسائل سے محروم ہے اور حقداروں کے حقوق کی پائمالی پر اس کی بنیاد ہے تو کسی بھی وقت اس کی ہستی نذرِ فنا ہو سکتی ہے۔ اور یہ بھی ذلت و مسکنت کی ایک شکل ہے اگر یہود کا دیگر اقوام سے مقابلہ کیا جائے تو ان کا دیگر اقوام کے مقابلہ میں بجز انفرادی دولت کے کسی بھی لحاظ سے کوئی وقیع درجہ نہیں۔ یہ بھی ایک طرح کی ذلت ہے۔ ورنہ نصاریٰ، مشرکین سب ہی راہِ مستقیم سے منحرف ہیں۔ مگر وہ چار دانگ عالم میں زندگی کے تمام شعبوں میں اہم مقام رکھتے ہیں جبکہ مصنوعی اسرائیل صفحۂ عالم پر ایک نقطہ سے زیادہ دکھائی نہیں پڑتا اور انقلاب کا ایک جھونکا اس کے لئے پیغامِ فنا ثابت ہو سکتا ہے۔

عیسائیوں کے متعلق پیشینگوئیاں

پیشینگوئی نمبر ۵۱

عیسائی دنیا میں خوشحال رہیں گے

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ	ان لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اس سے پاک ہے اور وہ تو بے نیاز ہے اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے۔

عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ

(پارہ ۱۱)

وہ اکی ملک ہے کیا تمہارے پاس اس کی کوئی سند بھی ہے یا اللہ کے خلاف بے علمی سے باتیں بناتے ہو کہدیجئے کہ جو لوگ اللہ کے خلاف جھوٹ کا افترا کرتے ہیں وہ فلاح نہ پائینگے، دنیا میں ان کے لئے کچھ حصہ ہے پھر ان کی بازگشت ہماری جانب ہے ۔

اس آیت میں صاف بیان نصاریٰ کا ہے جو حضرت مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں اور انہیں کی بابت متاع فی الدنیا فرمایا گیا ہے ۔

عام لوگ جب نصاریٰ کی کثرتِ دولت اور افزونی زر و مال کو دیکھتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں کہ اس سہ تن پرست قوم پر خدا کے اسقدر افضال و الطاف کیوں ہیں مگر آیتِ ربانی نے بتلادیا کہ یہ نہ لطف ہے اور نہ فضل بلکہ متاع فی الدنیا ہے اور دنیا کی زندگی کا سہارا جس کے ساتھ لایفلحون لگا ہوا ہے (یعنی فلاح و نجاح سے محرومی) یہ تو ممکن ہے کہ کوتاہ نظر ظاہر بین لوگ اس دولتمندی کی تمنا کرنے لگیں اور قارون کو دیکھنے والوں کی طرح۔ یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ یعنی جو قارون کو دیا گیا ہے کاش کہ ہمیں بھی مل جاتا وہی کہنے لگیں ۔

لیکن کیا کوئی شخص یہ پسند کرسکتا ہے کہ قارون کی دولت مع انجام کے اس کے حصہ میں آئے۔ یقیناً کوئی عقلمند ایسا پسند نہ کریگا لہٰذا ہم باطمینان کہہ سکتے ہیں کہ کوئی بھی مومن متاع فی الدنیا کا مصداق بننا پسند نہ کریگا جس کے ساتھ فلاح و نجاح کی نفی لگی ہوئی ہو۔ خیر یہ بحث تو الگ ہے اس مقام پر صرف یہ کہنا کافی ہے کہ نصاریٰ کے موجودہ تمول اور تعیش کی پیشینگوئی قرآن پاک میں موجود ہے اور یہ امر بھی قرآن پاک کے منجانب اللہ ہونیکی ایک بین دلیل ہے ۔

پیشینگوئی ۵۲ : عیسائیوں کے فرقوں میں ہمیشہ باہمی عداوت رہیگی

وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا

انہیں میں وہ بھی ہیں جو خود کو نصاریٰ کہتے ہیں

مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (پارہ ۶)	ہم نے ان سے عہد لیا انہوں نے بڑا حصہ اس کا فراموش کر دیا ہم نے ان میں عداوت اور بغض کو قیامت تک کے لیے بھڑکا دیا۔

رومن کیتھلک اور پراٹسٹنٹ، یونی ٹیرین گریک چرچ اسپین چرچ، انگلش چرچ اور امریکن چرچ کے اختلافات اور بغض و عداوت اور باہمی تکفیر کے حالات سے جو شخص آگاہ ہے وہ آیتِ بالا کی تصدیق بخوبی کر سکتا ہے اور جان سکتا ہے کہ یہ کلام منجانب اللہ ہے۔

پیشینگوئی ۵۳

عیسائیوں کو مسلمانوں سے نسبتاً قربت و مودت رہے گی

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى (پارہ ۶)	اہل ایمان سے محبت میں قریب تر تو ان کو پائے گا جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں۔

عراق و شام کے عیسائیوں اصحمہ نجاشی، اکیدر عدی بن حاتم اور ابو مریم غسانی وغیرہ حکمرانوں کا اسلام کا مطیع ہو جانا اسی پیشینگوئی کے تحت میں تھا۔ آج بھی انگلستان جرمنی اور امریکہ میں اسلام کی جسقدر اشاعت اور ترقی ہو رہی ہے وہ اس آیت کے تحت آتی ہے۔

پیشینگوئی ۵۴

بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھ میں آئے گا

اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (پارہ ۱)	ان لوگوں کو حق نہیں پہونچتا کہ وہ وہاں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے ان کو دنیا میں ذلت اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

یہ آیت قرآن مجید میں بیت المقدس یعنی یروشلم کے متعلق ہے دنیا میں ذلت سے مراد

قتل و اسیری اور جلاوطنی ہے، اور ان کے ملکوں و شہروں کو لے لینا اور انہیں عبادت گاہوں میں نہ آنے دینا۔

چنانچہ یہ بات حضرت عمرؓ کے زمانہ میں پوری ہوئی کہ یروشلم ملک شام کے ساتھ عیسائیوں سے لے لیا گیا اور ہیکل یروشلم کی خاص بنیاد پر اسلامی مسجد تیار کی گئی جو اب تک موجود ہے۔ اس مسجد کی تعمیر سے پیشتر جیولن قیصر نے ۳۶۳ء میں ہیکل کے پھر بنانے کا ارادہ کیا تھا مگر ہیکل کی نیو سے آگ کے شعلے نکلنے لگے جس سے مزدوروں کو اس کام سے رکنا پڑا اور جب سخت سے سخت محنت کر کے تھک گئے اور بہت سے کاریگر ہلاک ہو چکے تب اس مہم کو بالکل ترک کر دیا گیا (تفسیر انگریزی طامس اسکاٹکو کا ۱۲ باب ص ۴۴۲، اور ہندی تواریخ کلیسا ص ۴۴، (ماخوذ از نوید جاوید)۔

اس کے بعد اگرچہ تمام دنیا کے عیسائی بادشاہوں نے اپنی پوری طاقت اس پر قبضہ کرنے میں وقف کی اور صلیب کا نشان ہر ایک نے اپنے اپنے گلے میں پہن کر ۱۰۹۵ء میں یروشلم پر چڑھائی کی اور ساٹھ لاکھ عیسائی ان لڑائیوں میں مارے گئے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ (تواریخ کلیسا از نوید جاوید) (طامس اسکاٹ مفسر کے قول کے بموجب) اور اب تک یروشلم پر مسلمانوں کا قبضہ ہو کر ساڑھے بارہ سو برس سے زیادہ عرصہ گذرا اور سوائے مسلمانوں کے کوئی دوسرا مسجد اقصیٰ میں جانے نہیں پاتا (از نوید جاوید) نیز لکھا ہے کہ مسجد کا احاطہ حرم شریف کے نام سے موسوم ہے اس میں کوئی عیسائی ہرگز جانے نہیں پاتا اور اگر کوئی دغا و فریب سے داخل ہوا اور راز کھل گیا تو یقیناً اسے قتل کر دیا جائے۔ اور مقبلا کے غار سے جسے ابراہیم نے غار بنانے کے لئے خریدا تھا آج کل وہاں پر ایک مسجد ہے جس میں یہودیوں، عیسائیوں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ (از جغرافیہ نوید جاوید)، اور اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے مزار پر بھی کوئی نصرانی جانے نہیں پاتا۔ اب دیکھیے ان ساری باتوں پر غور کر کے دنیا میں کون کہہ سکتا ہے کہ اس پیشینگوئی کے پورا ہونے میں کسی کو کسی قسم کا شک و شبہ ہے۔

پیشینگوئی غلبۂ روم کے متعلق

الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ

(پارہ ۲۱)

قریب کے ملک میں رومی مغلوب ہوگئے ہیں اور وہ اپنے اس مغلوب ہونے کے بعد چند ہی سال میں غالب آجائیں گے حکم تو اللہ ہی کا ہے پہلے بھی اور پیچھے بھی اور اس روز مومنین بھی اللہ کی نصرت سے شاداں ہوں گے اللہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے وہی تو غلبہ اور قدرت والا اور وہی رحم فرمانے والا ہے۔

تشریح:۔ ادنی الارض یعنی قریب کے ملک سے مراد ذرعات و بصریٰ کے درمیان کا خطہ ہے جو شام کی سرحد حجاز سے ملتا ہوا مکہ کے قریب واقع ہوا ہے۔ یا فلسطین مراد ہے جو رومیوں کے ملک سے قریب تھا اور شام و ایشیائے کوچک کا علاقہ جہاں خسرو پرویز نے شکست پر شکست دی تھی اور ان کو مالک بیز مصر سے باہر نکال دیا تھا یا جزیرہ ابن عمرؓ جو فارس سے اقرب ہو حافظ ابن حجر عسقلانی نے اول قول کو ترجیح دی ہے۔

بضع سنین لغت و حدیث میں بضع کا اطلاق تین سے نو تک پر ہوا ہے۔ کلام الٰہی میں اطلاع دی گئی تھی کہ نو سال کے اندر اندر رومی پھر ایران والوں پر غالب آجائیں گے۔

قرآن پاک کی اس آیۂ کریمہ میں ایک عجیب و غریب پیشینگوئی کی گئی ہے یہ پیشینگوئی نہایت حیرت انگیز اور بظاہر بعید از قیاس تھی رومیوں کا اتنی بڑی شکست کے بعد ایسی فاتح قوم ایرانیوں پر غالب آجانا اور وہ بھی نو سال کے اندر اندر اہل دنیا کو قطعاً محال معلوم ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ابی بن خلف نے اسی آیۃ کو قرآن مجید کے صدق و کذب کا معیار ٹھہرایا اور حضرت ابوبکرؓ کو مجبور کیا کہ اگر وہ صداقت قرآن پر اعتماد رکھتے ہیں تو شرط لگائیں یہ واقعہ شہ نبوت کا ہے صدیق امتؓ نے سو اونٹوں کی شرط لگائی کیونکہ اسلام میں اس وقت تک شرط لگانے کی ممانعت نہیں ہوئی تھی۔

(ابن کثیر)

قرآن پاک میں روم کے ایران پر غالب آنے کی یہ پیشینگوئی اس وقت کی گئی تھی جب کہ ایرانی فتوحات عین شباب پر تھیں اور روما کی سلطنت اپنی تباہی اور خاتمہ کا اعلان کر رہی تھی اس زمانہ میں یہ کہنا کہ چند سال کے اندر اندر فاتح ایران کے مقابلہ میں مفتوح روم کو فتح حاصل ہوگی ایک مضحکہ خیز بات سمجھی جاتی تھی لیکن تاریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ یہ پیشینگوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی اور سلطنت ایران کے مقابلہ میں رومیوں کو نہایت شان و شوکت کے ساتھ فتح اور کامرانی حاصل ہوئی اور ٹھیک اسی مدت میں جو قرآنِ عزیز نے مقرر کی تھی۔ قرآن پاک کی اس پیشینگوئی کا صحیح ثابت ہونا چونکہ اس کے اعجاز اور وحی الٰہی ہونے کی بین دلیل تھی، بہت سے منکرین اسلام کلمہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

اب ہم اس اجمال کی کسی قدر تفصیل کرنا چاہتے ہیں تاکہ ناظرین کے سامنے اصل واقعہ کا پورا نقشہ آجائے اور معلوم ہو جائے کہ قرآن حکیم کی یہ پیشینگوئی کس طرح پوری ہوئی چھٹی صدی سنہ عیسوی میں دو سلطنتیں ساری دنیا پر حاوی تھیں فارس اور روم، فارس کا بادشاہ کسریٰ اور روم کا بادشاہ قیصر کہلاتا تھا۔ کسریٰ کی حکومت عراق، یمن اور خراسان اور قرب وجوار کے تمام ممالک پر حاوی تھی اور شاہان ماوراء النہر اور ہندوستان اس کے باجگذار اور سالانہ ٹیکس ادا کرنے والے تھے۔ قیصر ملک روم، شام اور دیگر ممالک قریبہ پر مسلط تھا اور شاہان مغرب مصر و افریقہ اس کے ماتحت اور اس کو خراج و ٹیکس ادا کرتے تھے یہ دونوں بڑی سلطنتیں باہمی رقابت اور حریفانہ نوک جھونک کی شکار رہا کرتی تھیں اور مدت دراز سے آپس میں ٹکراؤ اور جنگ کرتی چلی آتی تھیں انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کی تصریحات کے بموجب ان کی حریفانہ نبرد آزمائیاں سنہ ۶۰۳ء سے لیکر سنہ ۶۱۴ء تک برابر بارہ سال جاری رہیں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت عرب کے شہر مکہ میں سنہ ۵۷۰ء میں ہوئی اور ولادت سے چالیس سال کے بعد سنہ ۶۱۰ء میں تاج نبوت آپ کے سر مبارک پر رکھا گیا اور عہدۂ رسالت سپرد کیا گیا۔ عرب کے یمین میں روم اور یسار میں ایران واقع ہے۔ رومی سلطنت عیسائی اہل کتاب اور ایرانی حکومت مجوسی آتش پرست تھی اس زمانہ میں ایرانی تخت سلطنت کا مالک ہرمز کا بیٹا اور نوشیرواں کا پوتا خسرو پرویز تھا اور رومی

حکومت کا تاج اور اقتدار ہرقل کے ہاتھ میں تھا یہ دونوں سلطنتیں چونکہ عرب کی سرحدوں پر واقع تھیں اس لئے اہلِ مکہ کو قدرتی اور طبعی طور پر اس جنگِ عظیم سے گہری دلچسپی اور دلی لگاؤ تھا کہ یہ برابر اس جنگ کی خبر پہونچتی رہتی تھی مشرکین مکہ چونکہ بت پرست تھے اور ایرانی آتش پرست اس لئے طبعی اور قدرتی طور پر مشرکین مکہ کو ایرانیوں کے ساتھ دلی ہمدردی تھی۔ ان کو ایرانیوں کی فتح سے خوشی ہوئی اور ان کی کامیابی کے لئے دعا کیا کرتے تھے اور رومی چونکہ اہلِ کتاب اور عیسائی تھے مسلمانوں کو طبعی طور پر ایرانیوں کی بہ نسبت رومیوں سے زیادہ قربت اور ہمدردی تھی ایرانی فوج زیادہ منظم اور طاقتور تھی نیز رومی فوج کا ایک اعلیٰ جنرل قسطنطنیہ کے بازار میں نذرِ آتش کر دیا گیا تھا ایرانی رومیوں کے مقابلہ میں فتحیاب اور کامیاب ہوتے رومیوں کو ہزیمت اور پسپائی کا منہ دیکھنا پڑا ایرانی ایک طرف دجلہ اور فرات کی طرف سے شام کی طرف بڑھے اور دوسری جانب ایشیائے کوچک میں ہو کر اناطولیہ میں داخل ہوئے اس طرح رومی دونوں طرف سے پسپا ہوئے اور ان کے قبضہ و اقتدار سے شام، مصر و ایشیائے کوچک وغیرہ سب ممالک نکل گئے اور ہرقل کو قسطنطنیہ میں پناہ گزین ہونا پڑا بیت المقدس سے عیسائیوں کی سب سے زیادہ مقدس اور متبرک صلیب بھی ایرانی فاتحین لے گئے۔ قیصرِ روم کا اقتدار بالکل خاک میں مل گیا۔

مورخ گبن کہتا ہے کہ اس جنگ میں رومیوں کے تو ۹۰ ہزار آدمی مارے گئے اور کلیسا جلائے گئے مشرقی ممالک میں تو یہ نقصانِ عظیم ہوا ہی تھا خود یورپ میں بھی ان کی حالت بدتر اور ناقابلِ اطمینان تھی تمام یورپ میں غدر مچا ہوا تھا آسٹریا، ہنریس میں مظالم کے پہاڑ ڈھائے جا رہے تھے الغرض ایک طرف رومی سلطنت قسطنطنیہ، یونان، اٹلی اور افریقہ کے تھوڑے بقیہ حصوں اور ایشیائی ساحل کے تھوڑے سے بحری مقامات میں محصور ہو کر رہ گئی اور دوسری طرف خود رومن امپائر کی مملکت میں بغاوتیں برپا تھیں اور ان بغاوتوں سے افریقہ اور یورپ کے علاقہ بھی خالی اور مستثنیٰ نہ تھے۔ ان واقعات کو ذرا تفصیل سے اس لئے لکھا گیا ہے تاکہ ناظرین بخوبی اندازہ لگا سکیں کہ سلطنت روما کے زوال اور ان کے بے نام و نشان ہو جانے میں کوئی کسر باقی نہیں رہی تھی۔

قدرتی طور پر مشرکین مکہ ایرانی فتوحات سے بے حد مسرور و خوش تھے بلکہ اس فتح و کامیابی کو مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے لئے فال نیک تصور کرتے تھے اور مسلمانوں سے ببانگ دہل کہتے تھے کہ جس طرح ایرانیوں کو رومیوں کے مقابلہ میں کامیابی اور فتح حاصل ہوئی ہے اگر جنگ کی نوبت آئی تو ہم بھی تمہارے مقابلہ میں اسی طرح غالب اور کامیاب ہوں گے مسلمان ان حالات کی بنیاد پر سخت رنجیدہ اور پریشان خاطر تھے لیکن بجز صبر و رضا بحکم الٰہی کیا کر سکتے تھے کہ ان آیات قرآنی سے غلبہ روم کی خوشخبری دے کر امید و رجا کی شان پیدا کر دی۔ ترمذی میں حدیث ہے کہ جب ایرانیوں کے مقابلہ میں غلبہ روم کی بظاہر اسباب بالکل مستبعد پیشینگوئی کی گئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس قدر خوشی ہوئی کہ وہ مکہ کی گلیوں اور بازاروں میں بآواز بلند الم غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون کی تلاوت کرتے تھے چونکہ ابوبکر صدیقؓ سے بعض مشرکین نے کہا تھا کہ دیکھا آج ہمارے بھائی ایرانیوں نے تمہارے بھائی رومیوں کو شکست فاش دیدی اور ان کو بھگا دیا کل کو ہم بھی تم پر اسی طرح غالب آئیں گے۔ تب اس آیۃ کے نزول پر صدیق اکبرؓ نے نو سال میں انقلاب کے بارے میں مشرکین مکہ سے شرط کی آیۃ کا نزول بعثت نبوی کے پانچویں سال ۶۱۵ء میں ہوا اور اسی وقت ایرانیوں کے مقابلہ میں رومیوں کی شکست کا آغاز ہوچکا تھا۔ ۶۱۶ء میں یہ شکست اپنی انتہا کو پہونچ گئی آغاز شکست سے پورے آٹھ سال کے بعد ۶۲۲ء میں رومیوں میں ایک حرکت پیدا ہوئی اور انہوں نے ایرانیوں کے ظلم و تشدد سے تنگ آکر اور اپنے آپ کو منظم کر کے نہایت جوش و خروش کے ساتھ ہرقل کی قیادت میں ایرانیوں پر زبردست حملہ کر دیا قرآن حکیم کی پیشینگوئی کے مطابق ۶۲۳ء سے رومیوں کو اس حملہ میں کامیابی ہونی شروع ہوئی اور ۶۲۵ء میں اس شان سے رومیوں کی فتح پایۂ تکمیل کو پہونچی کہ انہوں نے مشرقی مقبوضات کا ایک ایک شہر واپس لے لیا اور مصر، شام، فلسطین اور ایشیائے کوچک کو پھر سلطنت قسطنطنیہ کے ماتحت کر لیا اور ایرانیوں کو باسفورس اور نیل کے کناروں سے ہٹا کر دجلہ اور فرات کے ساحلوں تک دھکیل دیا۔

ناظرین ذرا غور فرمائیں کہ آیتہ قرآنی بشارت در بشارت پر مشتمل تھی یعنی اس میں یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ مومنین کو بھی اس وقت نصرتِ الٰہی حاصل ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایرانیوں پر رومیوں کی حیرت انگیز فتح و کامرانی کا سال، مہینہ اور دن بھی وہی تھا جس میں مسلمانوں کی تین سو تیرہ کی قلیل جماعت کو نو سو سے زیادہ کافروں کی بھاری تعداد کے مقابلہ میں بدر کے میدان میں عظیم الشان فتح حاصل ہوئی تھی، قرآن مجید کی اس پیشینگوئی کے مطابق ادہر اہلِ کتاب نے آتش پرستوں پر فتح حاصل کی اور ادہر بدر کے میدان میں اہلِ توحید کو اہلِ شرک پر غلبہ تام حاصل ہوا غور کرو کہ ایک سطر کی عبارت میں چار قوموں، چار ملکوں، اور دو عظیم الشان سلطنتوں کے متعلق کھلے لفظوں میں پیشینگوئی کرنا اور وہ بھی بہ تعیین سن و سال اور پھر اس کا پورا ہو جانا کیا انسانی علم اور انسانی قدرت کے حدود میں ہے اور کیا یہ قرآن کے کتابِ الٰہی ہونے کی بین دلیل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس پیشینگوئی کی صداقت کو دیکھ کر بہت سے غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ (ترمذی تفسیر سورہ روم)

قرآن پاک میں غلبۂ روم کی پیشینگوئی کے سلسلے میں چند امور قابل غور اور خاص طور پر قابلِ لحاظ ہیں۔

۱۔ یہ پیشینگوئی ایسے ناسازگار حالات و کوائف میں کی گئی جبکہ رومیوں کی کامیابی کا ضعیف سا بھی احتمال نہیں ہو سکتا تھا۔

۲۔ اس پیشینگوئی میں غلبۂ روم کی کوئی طویل و عریض مدت مقرر نہیں کی گئی صرف نو ۹ سال بتلائے گئے اور یہ ظاہر ہے کہ رومیوں کو جس طرح شکست فاش ہوئی تھی اور جس ذلت و شدید نقصان کا ان کو سامنا کرنا پڑا تھا اس کے اعتبار سے یہ چیز قطعاً بعید از قیاس تھی کہ نو ۹ برس کی قلیل مدت میں جنگ کر کے ایرانیوں پر فتح حاصل کر لیں گے اور اپنی عظمتِ رفتہ کو دوبارہ واپس لے لیں گے۔

۳۔ تاریخ شاہد ہے دنیا جانتی ہے کہ یہ محیر العقول اور بظاہر اسباب مستبعد پیشینگوئی حرف بحرف پوری اور صحیح ثابت ہوئی اور ٹھیک اسی مدت قلیل میں جو قرآن پاک نے اس کے لئے مقرر کی تھی۔

پیشینگوئی ۵۶

کعبۃ اللہ میں حق آنیکے بعد پھر کبھی باطل اور بت نہیں آئینگے۔

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ۝ (پارہ ۲۲) — آپ کہدیجئے کہ حق آگیا اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ یہاں پر باطل کو نہ لوٹائیگا۔

مطلب یہ ہے کہ ظہورِ اسلام کے بعد سے کعبہ میں پھر کبھی بت پرستی پیدا نہ ہوگی اور نہ پہلی بت پرستی عود کرے گی۔

غور فرمایئے قریب چودہ سو برس گذر چکے ہیں اور اب تک ایسا ہی ہے۔ حدیث صحیح مسلم میں روایت ہے عن جابرؓ ان الشیطان قد یئس ان یعبدہ المصلون فی جزیرۃ العرب لکن فی التحریش بینھم۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان ناامید ہوا اس سے کہ اب نمازی لوگ عرب کے ٹاپو میں اس کو پوجیں لیکن ان میں فتنہ و فساد ڈالنے کی طاقت ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں عثمان بن طلحہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم ایام جاہلیت میں (یعنی مسلمان ہونے سے پہلے) کعبہ کو دوشنبہ اور جمعرات کو کھولا کرتے تھے۔ ایک دن آنحضرت صلعم لوگوں کے ساتھ کعبہ میں داخل ہونے کی غرض سے آئے۔ آپ کے ساتھ درشت کلامی کی اور آپ کو برا کہا۔ آپ نے حلم اور بردباری سے کام لیا اور فرمایا کہ اے عثمان ایک دن تو اس کنجی کو میرے ہاتھ میں دیکھے گا میں جسے چاہوں اسے دوں گا۔ میں نے کہا تب قریش مر جائیں گے اور ذلیل ہوجائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں اس دن قریش کو اور زیادہ عزت ہوگی اور پھر آپ کعبہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت میرے دل میں آپ کی اس بات نے ایسا اثر کیا کہ میں سمجھا ضرور یہ بات ہونے والی ہے۔

پھر جب آپ بعد فتح مکہ داخل ہوئے تب مجھ سے کنجی منگوائی میں نے لاکر حوالہ کی پھر جب آپ نے وہ مجھ کو واپس کی فرمایا یہ لو تمہارے پاس ہمیشہ رہیگی پھر جب میں نے پیٹھ پھیری مجھے پکارا میں حاضر

خدمت ہوا تب آپؐ نے فرمایا کہ وہ بات جو ہم نے کہی تھی کہ ایک دن یہ کنجی ہمارے ہاتھ میں ہوگی، پوری ہوئی یا نہیں میں نے عرض کیا کہ بیشک ہوئی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ بلاشبہ رسولِ خدا ہیں۔

اس حدیث میں دو پیشینگوئیاں ہیں ایک یہ کہ قبل ہجرت آپؐ نے عثمان بن طلحہ سے یہ فرمایا تھا کہ ایک دن یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی سو فتح مکہ کے دن ایسا ہی واقع ہوا۔ دوسرے یہ کہ جب آپؐ نے کنجی عثمان بن طلحہ کو فتح مکہ کے دن واپس کی آپؐ نے فرمایا کہ کنجی ہمیشہ تمہارے خاندان میں رہے گی۔ سو آج تک انہیں کے خاندان میں خانہ کعبہ کی کنجی ہے اور اس دنیا میں کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ جیسا آپؐ نے فرمایا تھا ویسا ہی اب تک ہو رہا ہے۔

تواریخ محمدی مصنفہ پادری عماد الدین میں ہے کہ پھر کعبہ کی کنجی عثمان بن طلحہ کو عنایت ہوئی اور آج تک ان کی اولاد میں چلی آئی ہے۔

پیشینگوئی ۵۷

مستقبل میں وہ چیزیں ظہور پذیر ہوں گی جن کو کوئی نہیں جانتا

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ	اللہ تعالیٰ نے تمہاری سواری اور خوبصورتی حاصل کرنے کے واسطے گھوڑے، گدھے، خچر پیدا کئے ہیں ابھی اور ایسی چیزوں کو پیدا کریگا جنکو تم نہیں جانتے۔
(پارہ ۱۴)	

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے گھوڑے، گدھے اور خچر سواریوں کا ذکر فرمایا ہے پھر بطور پیشینگوئی فرمایا کہ آئندہ زمانہ میں ہم اور سواریوں کو پیدا کریں گے جن کو اب کوئی نہیں جانتا۔ (بیضاوی ص۳۶۳)

چنانچہ ریل، موٹر، سائیکل، ہوائی جہاز اور خلا میں چلنے والے راکٹ وغیرہ اس پیشینگوئی کی زندہ مثالیں ہیں۔ خدا ہی کو بہتر معلوم ہے کہ آئندہ کیسی کیسی برق رفتار سواریاں انسانی خدمت کے لئے ایجاد ہوتی رہیں گی اور انسان اپنی تجارت، سیاحت اور انکشافات کو وسیع سے وسیع تر کرتا رہے گا اور تکریم بنی آدم کی معنویت نئے رنگ و روپ میں جلوہ گر ہوتی رہے گی اور خدا کا

یہ خلیفہ کائنات اور عناصر کے چھپے ہوئے راز دریافت کرتا رہیگا اور انسانی زندگی پر تکلف آرام دہ بنانے والے وسائل اور ذرائع برابر مہیا ہوتے رہیں گے۔

ناظرین غور فرمائیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ایسی سواریوں کے عالم وجود میں آنے کی اطلاع دی ہے جو ابتدا عالم سے لے کر زمانہ رسالتمآب صلعم تک بلکہ آپ کے بعد ایک ہزار سال تک کسی انسان کے دماغ میں ان کے وجود کا وہم وگمان بھی نہ تھا یہ جو کچھ ہوا دو سو، ڈھائی سو سال کے عرصہ میں ہوا۔ چونکہ قرآن نے سواریوں میں سے ایسی نئی سواری ظاہر ہونے کی خبر دی تھی جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی اس لئے یہ بات بالکل صحیح ہے کہ قرآن میں ریل، موٹر وغیرہ کے ایجاد ہونے کی خبر دی ہے اور ایسی خبر وہی دے سکتا ہے جو قیامت تک کے حالات سے باخبر ہے اور وہ صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔

پیشینگوئی ۵۸

تحویل قبلہ پر اعتراضات ہوں گے

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ (پارہ ۲)	بیوقوف لوگ (ضرور) کہیں گے کہ کس چیز نے ان مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے جس پر وہ اب تک تھے ہٹا دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو یہاں پر بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے اور اسی کو قبلہ بناتے تھے۔ سولہ سترہ ماہ تک اسی پر عمل درآمد رہا پھر باقتضا حکمتِ الٰہی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہو گیا اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے اس طرف آپ کا شدت شوق اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ آپ اس حکم کے انتظار میں بار بار آسمان کی طرف منہ اٹھا کر دیکھا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی مخالفین کے طعن کو بیان کر کے جواب دیدیا اور بطور پیشینگوئی ارشاد فرمایا کہ عنقریب بیوقوف لوگ جو نہ اسرار خداوندی سے واقف اور نہ اللہ کے خاص مقرب بندوں پر اعتقاد رکھتے ہیں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے حکم پر اعتراض کریں گے اور کہیں گے

کہ ان مسلمانوں کو کس چیز نے ان کے قبلہ بیت المقدس سے پھیر دیا جس کی طرف منہ کر کے مدت تک نماز پڑھتے رہے۔

چنانچہ پیشینگوئی کے مطابق یہ طعن یہود مدینہ، منافقین اور مشرکین عرب نے کیا جس کا جواب اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی دیدیا: اے نبی ان معترضین سے آپ کہدیں کہ مشرق و مغرب یعنی ہر جانب اور ہر سمت خدا کے نزدیک یکساں ہے ہر جگہ اس کا ظہور ہے مگر کسی سر اور مصلحت کیوجہ سے ایک جہت کو عبادت کرنیوالوں کے لئے مخصوص کر دیا ہے اور اس کے اس سر پر ہر ایک کو بصیرت حاصل نہیں ہوتی بجز اس کے جس کو اللہ تعالیٰ نوازے۔

پیشینگوئی ۵۹

فتح مکہ و خیبر اور صدق رویا کے متعلق

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝

(پارہ ۲۶)

بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا مطابق واقعہ کے تم لوگ مسجد حرام میں انشا اللہ ضرور داخل ہو گے امن و امان کے ساتھ سر منڈائے ہوئے اور تمہیں اندیشہ کسی کا بھی نہ ہوگا سو اللہ کو وہ سب کچھ معلوم ہے جو تمہیں معلوم نہیں پھر اس نے اس سے پہلے ہی ایک لگے ہاتھوں فتح دیدی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ۶ھ میں خواب دیکھا کہ میں مکہ گیا اور وہاں پہونچ کر طواف کرتا ہوں۔ چنانچہ اس خواب کے بعد آپ مکہ تشریف لے گئے لیکن صلح حدیبیہ کر کے آپ بغیر طواف کئے ہوئے واپس مدینہ آ گئے اس پر منافقین نے کہا کہ خواب سچا نہ تھا تب حق تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

مطلب یہ ہے کہ نفس مشاہدہ جو رسول صلعم کو خواب میں کرایا گیا وہ بالکل سچا ہے کہ آپ مع

مومنین یقیناً زیارت بیت اللہ اور طواف کریں گے۔

لیکن خواب میں یہ تو نہ تھا کہ اسی سال میں واقع ہوگا آخر آپؐ نے ایک سال بعد ذیقعدہ ۷ھ میں عمرہ ادا فرمایا اس طرح خواب سچا ثابت ہوا اور پیشنگوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ فَتْحًا قَرِيبًا سے مراد فتح خیبر ہے جس کے متعلق پوری بحث پیشنگوئی ۳۶ میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

پیشینگوئی ۵۱

سرزمین عرب بُت اور بُت پرستی سے پاک ہو جائے گی

يَمْحُو اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ (پارہ ۹)

اللہ تعالیٰ اپنے کلام سے باطل کو مٹا دے گا اور حق کی حقانیت کو ثابت کریگا۔

آیت میں باطل سے مراد بت ہیں، یہ معنی خود نبی کریم صلعم نے بتلائے۔ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو صحن کعبہ میں بت استادہ تھے نبی صلعم کے دست مبارک میں چھڑی تھی آپؐ چھڑی کے ساتھ بت کی طرف اشارہ کرتے تھے اور یہ آیت مبارکہ تلاوت فرماتے تھے:

قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

کہدے اے محمد حق آگیا اور باطل نکل گیا اور باطل نکلنے ہی کی چیز ہے۔

اس پیشینگوئی کا چودھویں صدی تک یہ اثر ہے کہ سارا ملک عرب بتوں کے وجود سے خالی اور بت پرستی سے کلیتہً پاک ہے اور تمام ادیان حتیٰ کہ بت پرست بھی نظریہ توحید کو تسلیم کرکے بت پرستی کی تاویلیں بیان کرتے ہیں آیت میں بکلمتہ امر غور طلب ہے کہ باطل کو محو کرنے اور حق کو ثابت کرنیکا کام کلمات الہیہ کا ہے۔ کلام الٰہی کی تاثیر ہی یہ ہے کہ اس کے سامنے باطل نہیں ٹھہر سکتا۔

چین، ہند اور آسام وغیرہ بت پرست ممالک ہیں، ہزارہا بندگان خدا کا بت پرستی سے

اہلِ عرب کی طرح بیزار ہو جانا اسی اصول پر تھا کہ جہاں جہاں قرآن حکیم کی اشاعت ہوئی وہاں وہاں بت پرستی معدوم ہو گئی۔ عیسائیوں میں مذہب پراٹسٹنٹ کا ظہور و قیام بھی قرآن مجید ہی کی تاثیر ہے۔ پراٹسٹنٹ والے اب تصویر پرستی نہیں کرتے نہ اپنے گرجاؤں میں مسیح و مریم اور یوحنا کی تماثیل کو رکھتے ہیں اور نہ ان کے سامنے کورنش و رکوع کرتے ہیں۔ ہندوستان میں آریہ سماج کی تحریک بھی اسلام کے نظریۂ توحید کا ایک ناقص عکس ہے اگرچہ عملی طور پر یہ تحریک نظریاتی معیار سے بہت دُور جا پڑی ہے۔

پیشینگوئی ۶۱

غیر اقوام کے اسلام لانے اور انکی جلیل القدر خدمات کے متعلق

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ۔ (پارہ ۲۶)	اور اگر تم روگردانی کروگے تو اللہ تعالیٰ، تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دیگا پھر وہ تم جیسے نہ ہونگے۔

اس آیت میں خطاب ہے (جیسا کہ قرآن مجید کی عبارت بالا سے واضح ہے۔) ان لوگوں سے جو جہاد سے منہ موڑنے والے تھے اور اس میں اس امر کی بھی تعلیم ہے کہ انسان کبھی کسی خدمتِ دین کو اپنی ذات پر موقوف نہ سمجھے اور عجب پندار میں مبتلا ہو کر اپنے کو ہرگز مدارِ دین نہ سمجھنے لگے۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں بطور پیشینگوئی فرماتا ہے کہ اگر تم ہمارے احکام سے اعراض کروگے اور جہاد سے دور بھاگو گے تو تمہاری جگہ ایک اور قوم کو اسلام میں داخل کریگا جو نیک ہوں گے اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔ ترمذی اور دوسری کتب احادیث میں حدیث ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی تب لوگوں نے آپؐ سے پوچھا کہ حضرت وہ کون لوگ ہیں جو ہماری جگہ آدیں گے۔ آپؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا یہ اور اسکی قوم بخدا دین اگر ثریا کے پاس ہوتا تو آلِ فارس سے ایک شخص اس کو وہیں سے حاصل کرتا اب شارحین کو اس میں اختلاف ہوا کہ آنحضرت کی مراد اس کی قوم سے کون لوگ ہیں۔

بعض حضرات کا قول انصار کے متعلق ہے اور بعض کا فارس و روم کے متعلق ہے. بعض نے اہل یمن مراد لئے ہیں اور بعض حضرات کا قول جو زیادہ اقرب معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنے دین کا محافظ، حامی اور مددگار کردے. چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ عرب کے بعد ترک کھڑے ہوئے.

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ بشارت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ہے کہ آپ فارسی الاصل تھے اور اس پر بڑے بڑے ائمہ نے اتفاق کیا ہے.

اب دیکھئے سوڈان، بربر، افریقہ، اندلس، خراسان، سندھ اور ہندوستان ان تمام مقامات پر جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کرنیوالی سب کی سب وہ قومیں ہیں جن کا ان منافقین کے ساتھ حسبی و نسبی کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے. کرد، ترک، مغل، خلجی، سوری، غوری اقوام نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جو شاندار خدمات انجام دیں ہیں وہ سب اسی پیشینگوئی کے تحت میں ہیں.

پیشینگوئی ۱۲۲

زید بن حارثہ رضؓ کی شہادت

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ (پارہ ۲۲)

جب آپؐ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپؐ نے بھی عنایت کی ہے.

اس آیت میں حضرت زید بن حارثہؓ کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ انعام یافتہ الٰہی ہیں اب رہا یہ امر کہ انعام یافتہ الٰہی کون لوگ ہوتے ہیں اس کو سمجھنے کے لئے آیتِ ذیل پر غور کرنا ہوگا:

فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ

اللہ و رسول کی اطاعت کرنیوالے ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا اور وہ انبیاء و صدیقین و شہداء اور صالحین ہیں.

نتیجہ یہ ہوا کہ جو شہید وہ انعام یافتہ الٰہی ہے اور جو انعام یافتہ الٰہی ہے وہ اگر نبی و صدیق نہیں تو ضروری ہے کہ شہید ہو یا صالح. آیتِ بالا حضرت زید بن حارثہؓ کی شہادت کی خبر دینے

والی تھی ۔

چنانچہ ۸ھ میں غزوہ موتہ کی سپہ سالاری کرتے ہوئے شہید ہوئے اور اسطرح قرآن کی یہ پیشینگوئی پوری ہوئی ۔

پیشینگوئی ۶۳

قرآن پاک کے مخاطبین اولین میں برپا ہونیوالے فتنہ کی پیش آگاہی

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً (پارہ ۹)

اور تم ایسے وبال سے بچو جو خاص انہیں لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ظلم کے مرتکب ہوئے ہیں ۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دنیا میں مصائب نازل ہوتے ہیں مہلکات اور حوادث کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور اس میں بلا امتیاز نیک و بد سب ہی مبتلا ہوتے ہیں، مثلاً وبا اور قحط یا دوسری قوموں کی سختی، باہمی نفاق اور پھوٹ، ان کا اثر کار نیک و بد اچھے اور بُرے سب پر ہوتے ہیں ۔

اس آیت کریمہ میں ایسے فتنۂ عام کی اطلاع دی گئی ہے کہ ظالم و غیر ظالم سب ہی اس کی لپیٹ میں آجائیں گے ۔ درحقیقت قومیت کے فقدان اور نظم ملی کے اختلال کی آفات میں کو ایک یہ بھی بڑی آفت ہے کہ اس مصیبت کا اثر خاص و عام سب پر پڑتا ہے، شہادت حضرت عثمان ذوالنورینؓ، واقعہ جمل، واقعہ صفین شہادت علی مرتضیٰؓ، سانحہ ہائلہ کربلا ایسے متعدد واقعات ہیں جو اس پیشینگوئی کی صحت پر پکار پکار کر گواہی دے رہے ہیں ۔

واقعات مذکورہ بالا میں بڑی تعداد قرآن پاک کے مخاطبین اولی کی تھی اور اسی لئے ضمیر منکم میں کاف خطابیہ استعمال کیا گیا ہے ۔

ان فتنوں کے وقوع کا امکان خلافت راشدہ کے بعد جو دنبوی برکات اور دینی انوار کی جامع تھی عام وہم و گمان سے بالاتر تھا لیکن رب العالمین کا جامع علم تمام آنیوالے واقعات پر حاوی

ہے اور اس کا کلام ایسے واقعات کی پیش آگاہی دے رہا ہے۔ لہٰذا ایسے الفاظ میں خبر دی گئی کہ ظالم و غیر ظالم سب اس فتنہ کا نشانہ ہوں گے اور سب ہی اس سے متاثر ہوں گے۔ یہ نہیں فرمایا گیا کہ لوگ فتنہ میں حصہ لیں اور اس میں شامل ہوں بلکہ لوگوں کو اس سے احتراز و اجتناب اور تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث میں جو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے اس فتنہ کی ان الفاظ میں اطلاع دی گئی ہے:

ستکون الفتن القاعد فیھا خیر من القائم والقائم خیر من الماشی و الماشی خیر من الساعی الحدیث۔

عنقریب ایسے فتنے برپا ہوں گے کہ بیٹھنے والا ان میں کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔

اس جگہ ہمارا مقصد ان دل سوز، روح فرسا واقعات کی تفصیل لکھنا نہیں بلکہ قرآن مجید کی پیشینگوئی کا اندراج کرنا ہے کیونکہ کلام الٰہی میں ان واقعات کی طرف اشارہ موجود تھا اور یہی اخبار عن الغیب اس کے کلام الٰہی ہونے پر دال ہے۔

پیشینگوئی ۶۷

یہودیوں کے کفر اور ایک ایسی قوم کے اسلام کی خبر جو کبھی کفر نہ کریگی

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴿ پارہ ۷ ﴾

یہ تو وہ لوگ ہیں جن کی قوم کو ہم نے کتاب، نبوت اور حکومت عطا کی تھی سو اگر یہ لوگ اسلام سے انکار کریں گے تو ہم نے ایسی قوم کو تیار کر رکھا ہے جو کبھی انکار و کفر نہ کریگی۔

یہ آیت سورہ انعام کی ہے اور سورۂ مذکورہ مکیہ ہے جبکہ اسلام نے ابھی مکہ سے باہر قدم نہ رکھا تھا۔ پیشینگوئی میں بتلایا گیا ہے کہ اگر یہ خود ساختہ یہودی ایمان نہ لائیں گے تو کیا ہوا دیکھو

بڑے بڑے خود سر قبائل جو خود مختار تھے اور مطلق العنانی کے سبب کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ وہ ایاد و قضاعہ اور ربیعہ و مضر سب کے سب تیرے مطیع اور منقاد ہونے والے ہیں۔ وہ شہر ابن یا دام ملک صنعاء منذر بن ساری ملک البحرین جیفر و عیاذ فرزندان جلندی۔ فرمانروایان عمان تیری اطاعت میں آنیوالے ہیں۔ نجاشی ملک حبشہ، کیدر، شاہ دومۃ الجندل تیرے فرماں بردار ہونے والے ہیں و ذی الکلاع حمیری جیسے اس کی رعایا سجدہ کیا کرتی تھی اور جس کے جلوس میں اس کے ہزار غلام چلا کرتے تھے۔ وہ ذی ظلیم ذی زود، ذی مران، ذی عمرو جو شاہان تاجدار تھے اور جن کے خاندان پشتہا پشت سے تخت و تاج کے مالک تھے آپ کے حلقہ بگوش ہونیوالے ہیں۔ ان تاجداروں کے حالات پڑھو جن کا علاقہ حیاتہ سے بڑا جن کی فوج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں سے کہیں زیادہ تھی جو کسی حسب میں آنیوالے تھے اور نہ ان کو کوئی طمع و حرص زر و مال کی تھی جن کے علاقہ میں مبلغین اسلام کے سوا کبھی ایک مجاہد و غازی تک کا بھی گذر نہ ہوا تھا۔ کس طرح خوشی خوشی انشراح خاطر اور طوع کلی و رغبت سے مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ سب کچھ رب العالمین ہی کی قدرت کا کرشمہ تھا کہ ایک یتیم بیوہ کے بچہ کی ہیبت اس قدر چھا جاتی ہے کہ بڑے بڑے بادشاہ لرزہ براندام ہو جاتے ہیں اور ایک خاک نشین سنگ بر شکم بستہ کی محبت دلوں میں اس طرح جاگزیں ہو جاتی ہے کہ سب کے سب جان و مال کو فرش راہ کئے ہوئے ہیں آیۃ میں لفظ وَکُلًّا میں غور کرو دُہری پیشینگوئی ہے ادھر ان لوگوں کے دلوں کو مطیع کر دینے کی اور ادھر حضور فداہُ ابی و امی کو اپنا کتب اسلام کا روز افزوں نظارہ دکھا دینے کی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ ملک جو خلیج فارس، بحر احمر، بحر روم اور کوہستان شام کے درمیان واقع ہے سرتاسر ایک حکم پر متفق، ایک ہی ملت کا شیدا ایک ہی ذات قدسی صفات پر فدا اور ایک ہی دین متین پر عمل پیرا ہو گیا تھا۔ پیشینگوئی میں کتنی وسعت تھی اور کس صداقت کے ساتھ نزول آیۃ سے دس بارہ سال کے اندر ہی پورا عرب نور ایمان سے تابناک ہو گیا اور کفر و ضلالت کی تاریکی چھٹتی چلی گئی۔

پیشینگوئی ۶۵

ارتداد اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کے متعلق

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ

(پارہ ۶)

اے ایمان والو تم میں اگر کوئی اپنے دین سے پھر جائیگا تو خدا ایسی قوم کو لائے گا جس سے وہ محبت کریگا اور جو خدا سے محبت کرتے ہوں گے وہ ایمان والوں کے لئے متواضع اور کافروں کے لئے سخت ہوں گے۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔

آیۃ میں بتلایا گیا ہے کہ مسلمانوں میں خال خال کوئی مرتد بھی ہوجایا کرے گا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ پیشینگوئی بھی کی گئی ہے کہ ایسے انفرادی نقصان کے ساتھ ساتھ اللہ تعالےٰ بڑی بڑی قوموں کو گرویدۂ اسلام بنادے گا۔ خدا کے ساتھ جن کے معاملات محبت و خلوص کے ہوں گے اہل ایمان سے ان کے تعلقات تواضع وانکسار کے ہوں گے۔ دشمنانِ دین کے ساتھ وہ غلبہ و فتح، عزت و نصرت کا کرشمہ کر دکھائیں گے۔ وہ دنیا کی جھوٹی تعریف یا جھوٹی ہجو سے بالاتر ہوں گے وہ علاً و فعلاً خدا کی راہ میں سرفروش و جانثار ہوں گے۔ آغاز اسلام سے "تا ایں دم" ہمیشہ اس پیشینگوئی کا ظہور ہوتا رہا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہوتا رہے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد مسیلمہ کذاب اٹھا اور اس کے ساتھ ہزاروں لوگ ہوگئے ان کا ارتداد بھی نرالا تھا مسیلمہ اور اس کے اتباع سب کے سب دبی زبان سے رسالت محمدیہ کا اقرار کرتے تھے، مگر مسیلمہ کیلئے بھی نبوت ثابت کرتے تھے۔ اسی قوم کے اندر ثمامہ بن اثال الحنفی اور ان کے اتباع ایسے لوگ موجود تھے جو ان مرتدین کے ساتھ جنگ آزما ہوئے اور انہوں نے قومیت یا قرابت کا ذرا بھی لحاظ نہ کیا۔ اسود عنسی نے دعوی نبوت کیا اور اس کے مقابلہ کے لئے اللہ تعالیٰ

احادیث کی پیشینگوئیاں

اسلام قیامت تک باقی رہنے والا مذہب ہے اس لئے اس کی پیشینگوئیوں کا دامن بھی قیامت تک وسیع اور محیط ہے۔ بہت سی وہ پیشینگوئیاں ہیں جو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پوری ہو چکیں اور کچھ حصہ وہ ہے جو صحابہ کرام کے زمانہ میں پورا ہوا اس کے بعد اسی طرح ہر دور میں ان کا ایک ایک حصہ پورا ہوتا رہا حتیٰ کہ پورے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ زمانہ کا کوئی دور ایسا نہیں گذرا جس میں آپ کی پیشینگوئی کا کوئی نہ کوئی حصہ آنکھوں کے سامنے نہ آتا رہا ہو۔

۱۹۴۷ء میں جب تقسیم ہند اور تبادلہ آبادی ہوا اس وقت ہنگاموں کی سرگذشت نہایت مختصر اور جامع الفاظ میں اگر آپ کو دیکھنی ہو تو صحیح مسلم کی اس حدیث کو پڑھئے جس میں کہا گیا ہے کہ ایک زمانہ آئیگا جس میں ایسی جنگ ہوگی کہ قاتل کو یہ بحث نہ ہوگی کہ وہ کیوں قتل کر رہا ہے اور مقتول کو یہ علم نہ ہوگا کہ وہ کس جرم میں قتل کیا جا رہا ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ان ہنگاموں میں قتل وقتال کا یہی نقشہ تھا کہ انسان دوسرے انسان اور ایک جماعت دوسری جماعت کے قتل کے درپہ تھی اور کسی کو اس تحقیق کی ضرورت نہ تھی کہ وہ اس کا موافق ہے یا مخالف قتل کرنیوالا کس گناہ میں دوسرے کو قتل کر رہا ہے اور مقتول کیوں مفت میں مارا جا رہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئیوں کو صرف گذشتہ زمانہ تک محدود کر دینا اور مستقبل میں پوری ہونیوالی پیشینگوئیوں کا قبل از وقت انتظار کر کے تھک جانا اور ان کے انکار پر

آمادہ ہوجانا درحقیقت یہ آپ کی عموم بعثت کا انکار ہے۔ کیونکہ اگر آپ کی بعثت قیامت تک کے لئے ہے تو پھر اس کی صداقت کے نشانات بھی دنیا کے ہر دور کے انسان کے سامنے آنے ضروری ہیں اسی لئے قرآنِ حکیم نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ کی سب پیشینگوئیاں آپ کی حیاتِ طیبہ میں پوری ہوں گی بلکہ بعض یعنی کچھ کا لفظ فرمایا ہے فاما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک فالینا مرجعھم (یونس) دوسری جگہ ہے وان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم (غافر) اسی لئے کوئی وجہ نہیں کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور قربِ قیامت میں واقع ہونے والے واقعات کے متعلق پیشینگوئیاں کی گئی ہیں آپ قبل از وقت انتظار کر کے تھک جائیں اور صریح احادیث کا انکار کر دیں اور ان میں ایسی ایسی تاویلیں کرنے لگیں جو مضحکہ خیز اور دین متین میں شبہات پیدا کرنے لگیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ مشاہدات اور اعلانات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے وحی خفی کے ذریعہ اہلِ دنیا کو مطلع فرمایا اور بطور پیشینگوئی خبر دی کہ یہ امر اس طرح واقع ہوگا اور ایسا ہی ہوا۔

عنوان بالا کے تحت ہم ایسے ہی چند واقعات کا ذکر بالاختصار کرتے ہیں۔

پیشینگوئی ۱: بحری لڑائی اور ام حرام کی شہادت

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حرام کے گھر میں آرام فرمایا جب بیدار ہوئے تو حضور صلعم ہنس رہے تھے۔ ام حرام نے وجہ دریافت کی آپؐ نے فرمایا کہ مجھے میری اُمت کے وہ غازی دکھلائے گئے جو سمندر میں جہاد کے لئے سفر کریں گے وہ اپنے جہازوں پر اس طرح بیٹھے ہوں گے جس طرح بادشاہ اپنے تختوں پر نشست کرتے ہیں۔ ام حرام نے عرض کیا کہ میرے لئے بھی دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شامل فرمائے۔ حضور صلعم نے دعا فرمائی اور پھر لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ فرمایا مجھے میری اُمت کے دوسرے غازی جہازوں پر سوار ہو کر جہاد کرنے والے دکھلائے گئے۔ ام حرام نے پھر اپنے لئے

وقت مدائن کے سفید محل کو دیکھ رہا ہوں پھر تیسری ضرب لگائی اور سارا پتھر چکنا چور ہو گیا تب آپؐ نے فرمایا اللہ اکبر اعطیت مفاتیح الیمن واللہ انی لابصر ابواب صنعاء من مکانی الساعۃ مجھے ملک یمن کی کنجیاں عطا کی گئیں واللہ میں یہاں سے اس وقت شہر صنعا کے دروازوں کو دیکھ رہا ہوں (بیہقی) یہ پیشینگوئی حضور صلعم نے اس وقت فرمائی تھی جب مدینہ پر کفار کا عساکر اور لشکر حملہ آور ہو رہے تھے اور ان سے بچاؤ کے لئے شہر کے گرداگرد خندق کھودی جا رہی تھی اس کمزوری کی حالت میں اتنے ممالک کی فتوحات کی خبر دینا نبی ہی کا کام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرف بحرف پورا فرمایا۔

پیشین گوئی ۳۴

فتح مصر

عن ابی ذر رضؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انکم ستغلبون ارضًا یذکر فیہا القراریط فاستوصوا باھلھا خیرًا فان لھم ذمۃ ورحمًا فاذا رأیتم رجلین یقتتلان علے موضع لبنۃ فاخرج منہا (صحیح مسلم)

تم اے مسلمانوں عنقریب اس ملک کو فتح کر لو گے جہاں پر سکہ قیراط ہے۔ تم وہاں کے لوگوں سے بھلائی کرنا کیونکہ ان کو ذمہ اور رحم کے حقوق حاصل ہیں پھر آپؐ نے ابوذر سے فرمایا جب تم دیکھو کہ دو شخص ایک اینٹ برابر زمین پر جھگڑ رہے ہیں تو تم وہاں سے چلے آنا۔ پیشینگوئی کے مطابق حضرت ابوذر غفاری نے فتح مصر کو بھی دیکھا اور وہاں بود و باش بھی اختیار کی اور یہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ربیعہ اور عبد الرحمٰن بن شرحبیل اینٹ برابر زمین کے لئے جھگڑ رہے ہیں تب وہ وہاں سے چلے بھی آئے۔ حدیث بیہقی و ابونعیم میں ملک مصر کا نام صراحتہً ہے۔

پیشینگوئی ۵

ممالک مفتوحہ کا عرب سے قطع تعلق

عن ابی ہریرۃ قال قال النبی صلعم منعت العراق درہمہا وقفیزہا ومنعت الشام مدہا ودینارہا ومنعت مصر اردبہا ودینارہا وعدتم من حیث بدأتم (مسلم)

عراق نے اپنے درہم و قفیز کو، شام نے اپنے مد و دینار کو اور مصر نے اپنے اردب و دینار کو روک لیا اور تم ایسے ہی رہ گئے جیسا کہ شروع میں تھے۔ یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ نبی صلعم نے اس حدیث میں صیغہ ماضی کا استعمال فرمایا ہے، حالانکہ اس کا تعلق زمانہ مستقبل سے ہے اس لئے کہ علم الٰہی میں ایسا ہی مقدر ہو چکا تھا مجمع البحار میں ہے کہ قفیز اور اردب اس زمانے کے پیمانے ہیں۔ قفیز آٹھ مکوک کا اور مد ۱۲ رطل یا بقول بعض دو رطل کا اور اردب بارہ صاع کا ہوتا ہے۔

حدیث بالا میں اس زمانہ کے متعلق پیشینگوئی ہے جب مدینہ منورہ میں خلافت راشدہ کا زمانہ ختم ہو گیا اور دمشق میں سلطنت امویہ کا قیام ہو گیا کہ پھر ان ممالک سے مالیہ نہ آ سکا اور نہ غلہ جنس کبھی حجاز کو حاصل نہ ہوا اور پیشینگوئی کے مطابق اب چودہ صدیوں تک اسی طرح عمل درآمد چلا آ رہا ہے۔

پیشینگوئی ۶

شہنشاہ ایران کے کنگن ستر اعرابی کو پہنائے جائیں گے

نبی کریم صلعم نے سراقہ بن مالک سے فرمایا کیف بک اذا لبست سوار کسریٰ۔

(بیہقی من طریق ابن عتبہ)

بیہقی کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس فتح ایران کے موقعہ پر جب مال غنیمت آیا تو اس میں کسریٰ کے کنگن بھی تھے، تب انہوں نے سراقہ بن مالک کو بلایا اور اسے وہ کنگن

پہنائے اور اپنی زبان سے فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے کسریٰ ابن ہرمز سے جو اپنے آپ کو رب الناس کہلاتا تھا یہ کنگن چھین لیے اور آج سراقہ بن مالک اعرابی مدلجی کو پہنائے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کنگن سراقہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی کی تکمیل میں پہنائے گئے تھے۔

حدیث بالا کے مختصر فقرہ پر غور کرو جو تین پیشینگوئیوں پر مشتمل ہے۔

(الف) خلافتِ فاروقی کی صداقت پر جنہوں نے نبیٔ کریم صلعم کے ارشادِ گرامی کو پورا کیا۔ (ب) فتحِ ایران پر۔ (ج) فتحِ ایران تک سراقہ بن مالک کے زندہ رہنے پر۔ کتاب الاستیعاب سے واضح ہے کہ سراقہ نے ۲۴ھ میں وفات پائی تھی یعنی فتحِ ایران کے بعد وہ صرف چند سال زندہ رہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تینوں پیشینگوئیوں کا ظہور دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

پیشینگوئی ۲

غزوہ ہند

عن ابی ھریرۃ رضؓ وعدنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غزوۃ الھند (نسائی بیہقی)

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلعم نے ہم سے ہندوستان کی جنگ کے متعلق وعدہ فرمایا یعنی ہندوستان پر مسلمانوں کے حملہ کرنے کی خبر دی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ہندوستان پر سب سے پہلے سلطان محمود غزنوی نے ۳۹۲ھ میں حملہ کیا تھا اس طرح مخبر صادق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشینگوئی پوری ہوئی یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ اہلِ اسلام کی کتابوں میں ہند دریائے اٹک کا نام ہے اور اسی مناسبت سے انہوں نے ماورائے اٹک کی رہنے والی قوموں کا نام ہند رکھا تھا انگریزی میں ہندوستان کا نام انڈیا بھی اسی مناسبت سے ہے۔ لہٰذا حدیث بالا کا مصداق وہی غزوہ ہوسکتا ہے جس میں دریائے اٹک سے عبور کیا گیا اور وہ ہندوستان ہے۔

پیشینگوئی ۳ حجاز میں ایک زبردست آگ کا ظہور

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتی تخرج نار من

الحجاز تضئی اعناق الابل ببصریٰ (بخاری و مسلم)

قیامت نہیں آئیگی جب تک حجاز میں ایسی آگ نمایاں نہ ہو جو بصریٰ کے اونٹوں پر اپنی روشنی ڈالے گی۔ چنانچہ اس پیشینگوئی کا ظہور ۶۵۴ھ میں ہوا۔

اس آگ کی ابتدا ء پہاڑ کی آتش فشاں سے ہوئی اور جب روز اس کا ظہور حجاز میں ہوا اس شب بصریٰ کے بدوؤں نے آگ کی روشنی میں اپنے اپنے اونٹوں کو دیکھا۔

پیشینگوئی ۹

مسلمانوں کی ترکوں سے جنگ

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتی تقاتلوا الترک صغار الاعین حمر الوجوہ ذلف الانوف کان وجوھھم المجان المطرقۃ (صحیحین)۔

قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم ترکوں سے جنگ نہ کرو گے جو چھوٹی آنکھوں والے، سرخ چہرہ والے، پست ناک والے ہوں گے اور ان کے چہرے ڈھال جیسے چوڑے ہوں گے اس پیشینگوئی کا تعلق فتنۂ تاتار سے ہے۔ ہلاکو خان کے لشکروں نے خراسان و عراق کو تباہ کیا۔ بغداد کو لوٹا تھا اور بالآخر ان کو بھی ایشیائے کوچک میں شکست عظیم ہوئی تھی۔ یہ واقعہ ۶۵۶ھ کا ہے اور صحیحین میں پانچ صدی پیشتر درج چلا آرہا تھا۔

پیشینگوئی ۱۰

فتح قسطنطنیہ

مسند امام احمد بن حنبل اور صحیح مسلم میں بروایت ابو ہریرہؓ اور سنن ابی داؤد میں بروایت معاذ بن جبلؓ فتح قسطنطنیہ کا ذکر موجود ہے چنانچہ پیشینگوئی کے مطابق سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ کو ۸۵۳ھ میں فتح کیا اور ہجرت سے ساڑھے آٹھ صدیوں کے بعد دنیا نے نعم الامیر و نعم الجیش کا منظر

دیکھ لیا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

پیشینگوئی ۱۱

جنگ بدر میں کافروں کے مقتل کا تعین

بدر کی لڑائی شروع ہونے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا تھا کہ ابوجہل، عتبہ، شیبہ ابنا ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف اور عتبہ بن معیط وغیرہم سرداران مکہ فلاں فلاں جگہ قتل کئے جائیں گے۔ صحابی رسول جو اس حدیث کے راوی ہیں کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد ہم نے دیکھ لیا کہ ہر ایک کی لاش ٹھیک اسی جگہ پڑی ہوئی تھی جہاں رسول اللہ صلعم نے نشان لگایا تھا۔

پیشینگوئی ۱۲

ثعلبہ بن حاطب کا نفاق

ایک دن ثعلبہ بن حاطب نے مجلس نبوی میں حاضر ہو کر اپنے افلاس اور تنگدستی کی شکایت کرتے ہوئے آپ سے درخواست کی کہ میری تنگدستی دور ہونے کی دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا تو دولتمند ہونے کے بعد خدا کا شکر ادا نہ کریگا۔ اس نے کہا اگر میں مالدار ہو گیا تو سب کے حقوق ادا کروں گا اور بہت سا مال خدا کے راستہ میں دوں گا۔ آپ نے دعا فرمائی کچھ عرصہ کے بعد وہ بڑا دولتمند بن گیا مگر اس نے مالدار ہوتے ہی نماز پڑھنی چھوڑ دی اور صدقہ نہ دیا، زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ آپ کی پیشینگوئی کے مطابق ثعلبہ حضرت عثمانؓ کے عہد میں بحالت نفاق دنیا سے رخصت ہوا اور پیشینگوئی صحیح ثابت ہوئی۔

پیشینگوئی ۱۳

قیامت سے پہلے چھ چیزوں کا واقع ہونا

حضرت عوف بن مالک سے روایت ہے کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں میری

حاضری ہوئی جبکہ غزوۂ تبوک کے موقعہ پر آپؐ ایک چمڑے کے خیمہ میں تشریف فرما تھے اس وقت آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ چھ چیزوں کو قیامت سے پہلے شمار کر لو۔

پہلے میری موت اس کے بعد فتح ہونا بیت المقدس کا پھر ایک وبا جو تم میں ہوگی مانند قعاص بکریوں کے پھر بہت ہونا مال کا یہاں تک کہ سو اونٹ کسی کو دوگے اس پر بھی وہ خوش نہ ہوگا پھر ایک فتنہ کہ باقی نہ رہیگا کوئی عرب کا اس میں وہ داخل نہ ہو پھر ایک صلح ہوگی تمہارے اور نصاریٰ کے درمیان پھر وہ عہد شکنی کریں گے اور تمہارے مقابلہ پر آمیں گے اسی ہزار نشان لیکر اور ہر نشان کے نیچے بارہ ہزار لوگ ہوں گے۔ چنانچہ پہلی اور دوسری پیشینگوئی کا ظہور تو دنیا کو معلوم ہے۔ آپؐ کی وفات ہوگئی اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بیت المقدس فتح ہوگیا تیسری بات وبا عمواس میں جہاں حضرت ابو عبیدہؓ ابن الجراح کا لشکر بیت المقدس کے قریب تھا واقع ہوا کہ تین دن میں ستر ہزار آدمی مر گئے اور حضرت ابو عبیدہ نے بھی وہیں وفات پائی۔ چوتھی بات مسلمانوں کا مالدار ہونا سو یہ بھی حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ہوا جس پر مورخین کی شہادت موجود ہے۔ پانچویں بات فتنۂ عظیم سے مراد حضرت عثمان رضؓ کا قتل ہے کہ تمام عرب اس فتنہ سے بھر گیا تھا اور بڑے بڑے قتل ہوئے۔ چھٹی بات ہونے والی ہے اور ترقئ اقبال نصاریٰ اس پیشینگوئی پر دلیل ہے۔

پیشینگوئی ۱۴۲

خانۂ کعبہ کی تولیت

فتح مکہ کے دن پنجشنبہ ۲۰ رمضان المبارک ۸ھ میں نبی صلعم نے شیبہ بن عثمان بن طلحہ کو کعبۃ اللہ کی کنجی عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔ خذوھا خالدۃ تالدۃ لاینزعھا منکم الا ظالم۔ لو یہ کنجی سنبھالو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تم سے یہ کلید کوئی نہ چھینیگا مگر وہی جو ظالم ہوگا۔ ان مختصر باتوں میں تین پیشینگوئیاں ہیں۔ (۱) خاندان بنی طلحہ کا دنیا میں باقی رہنا

اور ان کی نسل کا قائم رہنا (۲) کلید بیت اللہ کی حفاظت و خدمت کا انہی سے متعلق رہنا (۳) ان کے ہاتھوں سے کلید چھیننے والے کا نام ظالم ہونا۔ دنیا کو معلوم ہے کہ ابوطلحہ کی نسل اور ان کے خاندان میں بیت اللہ کی کلید آج تک موجود ہے اور ایک وقت یزید بن معاویہ نے ان سے یہ کنجی چھین لی تھی پھر یہ باب ۱۳۹۱ھ کا زمانہ شاہد ہے کہ کسی اور شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ظالم کہلانے کی جرأت نہیں کی۔

پیشینگوئی ۱۵

یورپین اقوام اور عیسائیوں کا دنیا میں عروج

ابوسعود قرشی نے ایک مرتبہ عمرو بن العاص فاتح مصر کے سامنے بیان کیا کہ آخری زمانہ میں یورپین عیسائیوں کا دنیا میں عروج اور زور ہوگا عمرو بن العاص نے انہیں روکا اور کہا دیکھو کیا کہہ رہے ہو انہوں نے کہا میں تو وہی کہہ رہا ہوں جو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ عمرو بولے تب تو درست ہے۔ (صحیح مسلم)

ناظرین غور فرمائیں کہ یہ روایت صحابی رسول صلعم نے اس وقت بیان فرمائی جب اسلامی لشکر تمام اطراف عالم میں مظفر و منصور تھے۔ جب ان کو عراق و شام، مصر و خراسان، ایران و سوڈان کی فتوحات میں کہیں ایک جگہ بھی شکست نہ ہوئی تھی۔ عیسائی مسلمانوں کے سامنے جملہ ممالک میں پیچھے ہٹ رہے تھے اور عقل و وہم اور قیاس کے نزدیک یورپین اقوام کی کثرت و غلبہ کی کوئی وجہ سمجھ میں نہ آسکتی تھی۔ دنیا اسلام کی یہی حالت امام مسلم متوفی ۲۶۱ھ کی زندگی تک موجود تھی مگر صحابی روایت کرتے ہیں اور امام المحدیث اپنی کتاب میں درج بھی کرتے ہیں۔ آج دنیا دیکھ لے کہ صادق مصدوق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی کے مطابق امریکن جو اپنی اصل کے اعتبار سے یورپین ہیں برطانیہ، فرانس، اٹالیہ، پرتگال، سویڈن، ناروے، سوئزرلینڈ، اسپین اور جرمنی وغیرہ کی حالت کیا ہے اور یہ اقوام کس قدر خوشحال اور دولتمند ہیں۔

پیشینگوئی ۱۶

امتِ محمدیہ میں تہتر فرقے

تفترق امتی علی ثلثۃ وسبعین فرقۃ - (بیہقی وطرانی وحاکم)

میری امت میں تہتر فرقے ہو جائیں گے۔

قرآن پاک کے نزول کے وقت امت محمدیہ صلعم کا منفرداً مجتمعاً ایک ہی نام تھا یعنی مسلم جیسا کہ قرآن میں ہے ھوسماکم المسلمین تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

حضرت علیؓ کی خلافت کے آغاز تک یہی واحد اور جامع نام معروف رہا لیکن خروج خوارج کے بعد سے نئے نئے فرقوں کے نئے نئے نام نکلنے شروع ہو گئے ہر ایک فرقہ کو اپنے مخصوص نام پر ناز ہے۔ یہ پیشینگوئی ایسی صداقت کے ساتھ پوری ہوئی اور ہو رہی ہے کہ کروڑوں مسلمانوں کے دعاوی اس کی تصدیق میں موجود ہیں۔

پیشینگوئی ۱۷

مسلمانوں کا عروج و زوال

اذا کانت امراء کم خیارکم واغنیاء کم سمحاء کم وامورکم شوریٰ بینکم فظھر الارض خیر لکم من بطنھا واذا کانت امراء کم شرارکم واغنیاء کم بخلاء کم وامورکم الی نسائکم فبطن الارض خیر لکم من ظھرھا (ترمذی)

جب تم میں سے بہتر اور نیک لوگ امیر ہوں گے اور تمہارے مالدار سخی اور تمہارے معاملات حکومت باہم مشوروں سے انجام پائیں گے تو زمین کا ظاہر تمہارے لئے بہتر ہوگا اس کے باطن سے یعنی دنیا میں رہنا تمہارے لئے عزت و کامیابی کا باعث ہوگا لیکن جب ایسا ہو کہ تمہارے امیر

بدترین لوگ ہوں تمہارے مالدار بخیل ہو جائیں اور تمہارے امور عورتوں کے اختیار میں چلے جائیں تو پھر زمین کا اندر تمہارے لئے اچھا ہوگا بمقابلہ اس کی سطح کے یعنی زندگی میں عزت باقی نہ رہے گی مرجانا بہتر ہوگا۔

غور فرمایئے کہ کیا یہ سب کچھ نہ ہو چکا اور نہ ہو رہا ہے فرمودۂ رسول صلعم کے مطابق آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ زمین کے مکوڑوں کے لئے زندگی میں عیش اور جنگل کے درندوں کے لئے جینے میں راحت و چین مگر ایک مسلمان کے لئے اب زمین کی پشت پر کوئی خوشی باقی نہیں رہی الا یہ کہ اپنی ذلتوں اور رسوائیوں کا بوجھ اٹھائے اس کے نیچے چلا جائے۔

نہ گلم نہ برگ نہ درخت سایہ دارم
ہمہ حیرتم کہ دہقان بچہ کار کشت مارا

پیشینگوئی ۱۸

ابتدا اور انتہا میں اسلام کی غربت و بیچارگی

بدأ الاسلام غریبا وسیعود کما بدأ فطوبی للغرباء (مسلم)

اسلام کی ابتدا بے کسی اور پردیسی کی مصیبتوں میں ہوئی اور قریب ہے کہ پھر ویسی ہی حالت اس پر طاری ہو جائے گی سو کیا ہی خوشی اور مبارکی ہے پردیسیوں کے لئے۔

اس حدیث میں غریب کا لفظ آیا ہے جس کے معنی پردیسی اور بے وطن کے ہیں، مقصد یہ ہے کہ اسلام کی ابتدا ہجرت کی مصیبتوں اور مظلومیوں سے ہوئی تھی۔ عروج و اقبال کے بعد پھر ویسا ہی زمانہ آنیوالا ہے کہ اس وقت حق مغلوب ہو جائے گا لوگ قرآن و سنت کو چھوڑ دیں گے، ظلم و فساد اور بدعات و منکرات کا ہر طرف دور دورہ ہوگا۔ حق پر چلنے والے اور قرآن و سنت کی سچی اور خالص پیروی کرنیوالے تعداد کی کمی اور بیچارگی کی وجہ سے ایسے ہو جائیں گے جیسے پردیسی بے یار و مددگار مسافر۔ ہر لحاظ سے غربت و بیکسی ہوگی، ایک طرف تو یہ ہوگا کہ کفار کی بھیڑ ساری

دنیا پر چھا جائے گی، ان کے مقابلہ میں مسلمان پردیسیوں کی طرح اکے دکے نظر آئیں گے دوسری طرف خود مسلمانوں کے اندر سچے حق پرستوں کی تعداد بہت تھوڑی رہ جائے گی غربت اولی میں یہی حال غربا اسلام کا تھا پہلے حبش اور پھر مدینہ میں، عالم بیچارگی میں بیقراری سے کروٹیں بدلتے تھے، حضرت ابوبکرؓ بخار کی حالت میں فرماتے تو یوں فرماتے :

کل امرا مصبح فی اھلہٖ والموت ادنی من شراک نعلہ ۔ یعنی ہر شخص کی صبح اس کے گھر ہوتی ہے اور موت تو اس کے جوتوں کے تسمہ سے بھی قریب ہے۔

آنحضرت صلعم یہ حالت دیکھتے اور دعا فرماتے ۔ اللھم حبب الینا المدینۃ کحبنا مکہ خدایا پردیس میں ایسا ہی دل لگا دے کہ وطن بھول جائیں ۔

خود آنحضرت صلعم کی حالت یہ تھی کہ طائف سے جب آپ اس حالت میں لوٹے کہ قبیلہ بنی ثقیف کی سنگ باری سے پیشانی اقدس کا خون پائے مبارک کو رنگین کر رہا تھا تو بے اختیار یہ فقرے زبان پر طاری ہو گئے۔ اللّٰھم اشکو ضعف قوتی وقلۃ حیلتی ۔

خدایا اور کس کے سامنے کہوں تیرے ہی آگے بیچارگی کی فریاد ہے اور بے سروسامانی کا شکوہ ۔ تو معلوم ہوا کہ ایسا ہی حال دوسری غربت میں بھی ہونے والا ہے جس کی اس حدیث میں خبر دی گئی ہے ۔ یہ حدیث درحقیقت منجملہ جوامع الکلم نبویہ ہے جس طرح اس میں اوائل کا سارا حال فرمادیا اسی طرح اواخر کی بھی کوئی بات نہ چھوڑی ۔ صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی پہلی غربت میں آنیوالے اقبال و عروج کی خبریں دی تھیں تو زبان حق نے غلبہ و ظہور کے وقت میں پہلی حالت غربت کی طرف دوبارہ لوٹ آنے کی خبر بھی دی اور عین بہار میں خزاں کی بات بتائی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب مسلمانوں کا دورِ غربت کب سے شروع ہو چکا اور وہ سب کچھ ہو چکا اور ہو رہا ہے جس کا حال اس حدیث کی تشریح میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

پیشینگوئی ۱۹: مسلمانوں کی بیخ کنی کبھی بھی نہ کی جا سکیگی

حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لئے

میں چلا جائے گا اور عیسائیوں کے دوسرے فرقہ کی اعانت اور مدد سے اسلامی فوج ایک نہایت ہولناک اور خونریز جنگ کے بعد مخالف فرقہ پر فتح پائے گی۔ دشمن کی اس شکست کے بعد موافق فرقہ میں سے ایک شخص بول اٹھے گا کہ صلیب غالب ہو گئی اور اسی کی برکت سے یہ فتح نصیب ہوئی یہ سن کر اسلامی لشکر میں سے ایک شخص اس عیسائی سے مارپیٹ کریگا اور کہے گا کہ صلیب نہیں دینِ اسلام غالب ہوا اور اسی کی وجہ سے فتح حاصل ہوئی بالآخر یہ دونوں اپنی اپنی قوم کو مدد کے لئے پکاریں گے اور اس طرح فوج میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی بادشاہِ اسلام شہید ہو جائیگا عیسائی ملک شام پر قبضہ کرلیں گے اور ان دونوں عیسائی فرقوں میں بھی باہمی صلح ہو جائے گی باقی ماندہ مسلمان مدینہ منورہ چلے جائیں گے اس وقت عیسائیوں کی حکومت خیبر تک (جو مدینہ منورہ سے قریب ہے) پھیل جائے گی۔ اب مسلمان اس فکر میں ہوں گے کہ امام مہدی کو تلاش کیا جائے کہ ان کے ذریعہ سے یہ مصائب دور ہوں اور دشمن کے پنجہ سے نجات ملے۔

پیشینگوئی ۴۲

امام مہدی کا ظہور

حضرت امام مہدی اس وقت مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوں گے مگر اس اندیشہ سے کہ لوگ مجھ جیسے ضعیف اور کمزور انسان کو اس عظیم الشان کام کی انجام دہی کے لئے تکلیف دیں گے مکہ معظمہ چلے جائیں گے۔ (ابوداؤد شریف)

اس وقت کے اولیاء کرام اور ابدال عظام آپ کی تلاش میں ہوں گے کہ آپ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے مسلمانوں کی ایک جماعت پہچان کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کریگی، بیعت کے وقت آسمان سے ندا آئے گی ہٰذا خلیفۃ اللہ المہدی فاسمعوا لہ واطیعوا۔ اس غیبی آواز کو وہاں کے تمام خاص وعام لوگ سن لیں گے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

حضرت امام مہدی پیدا اور اولادِ فاطمہ زہرہ سے ہوں گے۔ ان کا نام محمد والد کا نام
عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہوگا۔ زبان میں قدرے لکنت ہوگی جس کی وجہ سے تنگ دل
ہو کر کبھی کبھی ران پر ہاتھ مارتے ہوں گے۔ آپ کا علم لدنی (خداداد) ہوگا۔ بیعت کے وقت
ان کی عمر چالیس سال ہوگی۔ خلافت کے مشہور ہونے پر مدینہ کی فوجیں آپ کے پاس مکہ معظمہ آجائیں گی
شام، عراق اور یمن کے اولیا کرام اور ابدال عظام آپ کی صحبت میں اور ملک عرب کے بیشمار آدمی
آپکے لشکر میں شامل ہو جائیں گے اور اس خزانہ کو جو کعبہ میں مدفون ہے جس کو تاج الکعبہ کہا جاتا ہے
نکال کر مسلمانوں میں تقسیم کریں گے۔ جب اسلامی دنیا میں یہ خبر مشہور ہوگی تب خراسان سے
ایک شخص ایک عظیم فوج لے کر آپ کی مدد کے لئے آئے گا جو راستہ ہی میں بہت سے عیسائیوں اور
بد دینوں کا خاتمہ کر دے گا۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

اس لشکر کے مقدمۃ الجیش کی کمان منصور نامی ایک شخص کے ہاتھ میں ہوگی۔ سفیانی جو
اہلِ بیت کا دشمن ہوگا حضرت امام مہدی کے مقابلہ کے لئے روانہ کریگا یہ فوج جب مکہ و مدینہ
کے درمیان ایک پہاڑ کے دامن میں مقیم ہوگی تب اس فوج کے سب لوگ زمین میں دھنس جائینگے
ان میں صرف دو آدمی بچ جائیں گے۔ ان میں سے ایک آدمی حضرت امام مہدی کو اور دوسرا
سفیانی کو اس کی اطلاع دے گا۔ عرب کی فوجیوں کے اجتماع کی خبر سن کر عیسائی بھی چاروں
طرف سے اپنی افواج کو جمع کرنے میں مشغول ہو جائیں گے اور ممالک روم سے فوجوں کو اپنے
ہمراہ لے کر امام مہدی کے مقابلہ کے لئے مجتمع ہو جائیں گے۔ عیسائیوں کی فوج کے اس وقت
ستر جھنڈے ہوں گے۔ (صحیح بخاری و مسلم) - اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار سپاہ ہوگی جس
کی کل تعداد ...... ۸۴۰ ہوتی ہے۔ اس وقت امام مہدی مکہ سے کوچ فرما کر مدینہ منورہ
پہونچینگے اور زیارت روضہ نبویؐ سے فارغ ہو کر شام کی طرف روانہ ہوں گے اور دمشق
کے ارد گرد عیسائیوں کی افواج سے زبردست جنگ ہوگی۔ اس وقت حضرت امام مہدی
کی فوج میں تین گروہ ہو جائیں گے ایک گروہ نصاریٰ سے خوفزدہ ہو کر راہِ فرار اختیار

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کے لئے اس سے بڑے بڑے خرق عادات ظاہر فرمائے گا۔ (صحیح مسلم) اس کی پیشانی پر (ک ف ر) لکھا ہوگا (صحیح بخاری) جس کی شناخت صرف اہل اسلام کر سکیں گے۔ اس کے ساتھ ایک آگ ہوگی جس کو وہ دوزخ سے تعبیر کریگا اور ایک باغ ہوگا جس کو جنت سے موسوم کرے گا۔

اپنے مخالفوں کو آگ میں ڈالے گا اور موافقین کو جنت میں ڈالے گا۔ مگر وہ آگ درحقیقت باغ کے مثل ہوگی اور باغ آگ کی خاصیت رکھتا ہوگا۔ اس کے پاس کھانے پینے کی چیزوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہوگا جس کو وہ چاہے گا دے گا (صحیح بخاری) کوئی فرقہ اس کی خدائی کو تسلیم کرے گا تو اس کے لئے اس کے حکم سے بارش ہوگی، اناج بکثرت پیدا ہوگا، درخت پھلدار، مویشی موٹے تازے اور دودھ والے ہو جائیں گے۔ اور جو فرقہ اس کی مخالفت کرے گا اس سے وہ اشیاء مذکورہ بند کر دے گا اور اس قسم کی بہت سی ایذائیں مسلمانوں کو پہونچائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کی تسبیح وتہلیل کھانے پینے کا کام دے گی (بخاری ومسلم وابوداؤد)۔

اس کے خروج سے پیشتر دو سال تک قحط رہ چکا ہوگا۔ تیسرے سال دوران قحط ہی میں اس کا ظہور ہوگا۔ زمین کے مدفون خزانے اس کے حکم سے اس کے ساتھ ہو جائیں گے (مسند احمد وابوداؤد) بعض آدمیوں سے وہ کہے گا کہ میں تمہارے مردہ ماں باپوں کو زندہ کرتا ہوں تاکہ تم میری اس قدرت وطاقت کو دیکھ کر میری خدائی کا یقین کر لو۔ اس کے بعد وہ شیاطین کو حکم دے گا کہ زمین میں سے ان کے ماں باپوں کی ہمشکل ہو کر نکلو وہ ایسا ہی کریں گے اس کیفیت سے بہت سے ملکوں پر اس کا گذر ہوگا حتیٰ کہ جب وہ سرحد یمن میں پہونچے گا اور بددین لوگ بکثرت اس کے ساتھ ہو جائیں گے، تب وہ وہاں سے لوٹ کر مکہ معظمہ کے قریب مقیم ہو جائے گا اور وہاں پر فرشتوں کی حفاظت ہوگی اس لئے وہ مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ (مسلم بخاری) وہاں سے وہ مدینہ منورہ کا قصد کرے گا اس وقت مدینہ طیبہ کے

سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر ہوں گے لہذا
مدینہ میں دجال اور اس کی فوج داخل نہ ہوسکیگی (صحیح بخاری و مسلم) اس زمانہ میں مدینہ
منورہ میں تین مرتبہ زلزلہ بھی آئیگا جس سے خوفزدہ ہوکر بدعقیدہ اور منافق شہر سے نکل
بھاگیں گے اور دجال کے جال میں پھنس جائیں گے اور اس وقت مدینہ میں ایک بزرگ ہونگے
جو دجال سے مناظرہ کرنے نکلیں گے۔ دجال کی فوج کے پاس پہونچکر دریافت کریں گے کہ دجال
کہاں ہے۔ وہ لوگ ان کی گفتگو کو خلاف ادب سمجھ کر ان کو قتل کرنیکا قصد کریں گے مگر بعض
ان کو اس اقدام سے روکیں گے اور کہیں گے کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہمارے اور تمہارے خدا
دجال نے کسی کو بغیر اجازت کے قتل کرنے سے منع کر دیا ہے۔ وہ لوگ دجال کے سامنے جاکر بیان
کریں گے کہ ایک گستاخ شخص آیا ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔ دجال ان
بزرگ کو اپنے پاس بلائیگا وہ بزرگ دجال کے چہرہ کو دیکھتے ہی فرمائیں گے میں نے پہچان لیا!
تو وہی دجال ملعون ہے جس کی پیغمبر اسلام صلعم نے خبر دی ہے اور تیری گمراہی کی حقیقت
بیان کی ہے دجال غصہ میں آکر کہے گا کہ اس شخص کو آرے سے چیر دو، وہ لوگ اس حکم کو سنتے ہی
ان کے دو ٹکڑے کر کے دائیں بائیں ڈالدیں گے اس کے بعد دجال خود ان دونوں کے درمیان
سے نکل کر کہے گا کہ اگر اب میں اس مردہ کو زندہ کردوں تو تم لوگ میری خدائی کا پورا یقین کروگے
تب وہ لوگ کہیں گے ہم تو پہلے ہی آپ کی خدائی کا یقین کر چکے ہیں اور کوئی شک و شبہ نہیں
رکھتے۔ ہاں اگر ایسا ہو جائے تو ہم کو مزید اطمینان ہوگا۔ دجال ان دونوں ٹکڑوں کو جمع
کر کے زندہ ہونیکا حکم دیگا۔ چنانچہ وہ بزرگ خدائے قدوس کی حکمت اور ارادہ سے
زندہ ہوکر کہیں گے کہ اب تو مجھ کو پورا یقین ہوگیا کہ تو وہی مردود دجال ہے جسکی ملعونیت
کی خبر پیغمبر خدا صلعم نے دی ہے۔ دجال جھنجلا کر اپنے معتقدوں کو حکم دے گا کہ ان کو ذبح
کردو وہ لوگ آپ کے گلے پر چھری پھیریں گے مگر اس سے آپ کو کوئی ضرر اور نقصان نہ
ہوگا۔ دجال شرمندہ ہوکر ان بزرگ کو اپنی دوزخ میں ڈالدے گا۔

مگر خداوند کریم کی قدرت سے وہ آپکے حق میں ٹھنڈی اور گلزار ہوجائے گی۔ اس واقعہ کے بعد دجال کسی مردہ کو زندہ کرنے پر قدرت نہ پائے گا اور یہاں سے ملک شام کی طرف روانہ ہوجائے گا اس سے پہلے کہ وہ دمشق پہونچے حضرت امام مہدی وہاں آچکے ہوں گے اور جنگ کی تیاری اور فوج کی ترتیب وغیرہ مکمل کر چکے ہوں گے۔

جامع مسجد دمشق میں مؤذن عصر کی اذان دے گا لوگ نماز کی تیاری میں ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کندھوں پر تکیہ لگائے ہوئے آسمان سے مسجد کے مشرقی منارہ پر جلوہ افروز ہوں گے اور امام مہدی سے ملاقات فرمائیں گے۔ امام مہدی نہایت تواضع اور خوش خلقی سے پیش آئیں گے اور فرمائیں گے کہ یا نبی اللہ امامت فرمائیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے کہ امامت تمہیں کرو کیونکہ تمہارے بعض بعض کے لئے امام ہیں اور یہ عزت و شرف اللہ تعالیٰ نے اسی امت کو عطا فرمایا ہے۔ امام مہدی نماز پڑھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی اقتدا کریں گے۔ نماز سے فارغ ہوکر حضرت امام مہدی پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہیں گے کہ یا نبی اللہ اب لشکر کا انتظام آپکے سپرد ہے جس طرح چاہیں انجام دیں۔ وہ فرمائیں گے نہیں یہ کام بدستور آپ ہی کے تحت میں رہیگا۔ میں تو صرف قتل دجال کے واسطے آیا ہوں جس کا مارا جانا میرے ہی ہاتھ سے مقدر ہے۔

رات امن و امان کے ساتھ بسر کرکے امام مہدی اپنی فوج کو لے کر میدانِ جنگ میں تشریف لائیں گے۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ میرے لئے گھوڑا اور نیزہ لاؤ تاکہ اس ملعون و مردود کے شر اور ضرر سے اللہ کی زمین کو پاک کردوں پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اسلامی لشکر دجال کے لشکر پر حملہ آور ہوں گے۔

نہایت خوفناک اور گھمسان کی لڑائی ہوگی۔ اس وقت بحکم خداوندی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس کی یہ خاصیت ہوگی کہ جہاں تک آپ کی نظر کی رسائی ہوگی وہاں تک یہ بھی پہونچے گا اور جس کافر تک آپ کا سانس پہونچے گا وہ وہیں نیست و نابود ہوجائے گا۔
(صحیح مسلم)

دجال آپکے مقابلہ سے بھاگے گا آپ اس مردود کا تعاقب کرتے کرتے مقام لُد میں اس کو پکڑ لیں گے اور اپنے نیزہ سے اس کا کام تمام کر کے لوگوں پر اس کی ہلاکت اور موت کا اظہار فرمائیں گے (صحیح مسلم) اسلامی فوج دجال کے لشکر کے قتل و غارت کرنے میں مشغول ہو جاتے گی. یہودیوں کو جو اس کے لشکر میں ہوں گے اس وقت کوئی چیز پناہ نہ دے سکے گی. یہاں تک کہ اگر بوقت شب کسی پتھر یا درخت کی آڑ میں کوئی یہودی پناہ لے گا تو وہ بھی آواز دیگا کہ اے خدا کے بندے دیکھ اس یہودی کو پکڑ اور قتل کر. خدا کی اس زمین پر دجال کا یہ فتنہ اور فساد کا زمانہ چالیس روز تک رہیگا جن میں سے ایک دن ایک ایک سال' ایک ایک مہینہ اور ایک ایک ہفتہ کے برابر ہوگا باقی ایام ایسے ہی ہوں گے جس طرح عام طور سے ہوتے ہیں. بعض روایات میں ہے کہ دنوں کی درازی بھی دجال کے استدراج کی وجہ سے ہوگی کیونکہ وہ ملعون آفتاب کی گردش روکنا چاہے گا اور خدا اپنی قدرتِ کاملہ سے اس کی حسب منشا آفتاب کو روک دے گا۔ صحابہ کرام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جب ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا تو اس ایک دن کی نماز ایک دن کی پڑھنی چاہیئے یا ایک سال کی. آپؐ نے فرمایا کہ اندازہ کر کے ایک سال کی ہی نماز پڑھنی چاہیئے۔

دجال کے فتنہ کو ختم کرنے کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان مقامات کا دورہ فرمائیں گے جن کو دجال نے تاخت و تاراج کر دیا ہو گا۔ دجال سے تکلیف اٹھائے ہوئے لوگوں کو خدا کے یہاں اجر عظیم ملنے کی خوشخبری دیکر تسلی دیں گے اور اپنی عنایات عامہ سے ان کے دنیاوی نقصانات کی تلافی کریں گے۔ (صحیح مسلم) حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل خنزیر، شکست صلیب اور کفار سے جزیہ قبول نہ کرنے کے (ترمذی شریف) احکام صادر فرما کر تمام کفار کو اسلام کی طرف دعوت دیں گے۔ یہ وہ وقت ہوگا جب کہ کوئی کافر بلادِ اسلامیہ میں نہ رہیگا. تمام زمین حضرت امام مہدیؑ کے عدل و انصاف سے منور اور روشن ہو جائے گی. ظلم و بے انصافی کی بیخ کنی ہو گی. تمام

لوگ عبادت اور اطاعتِ الٰہی میں سرگرمی سے مشغول ہوں گے۔ آپ کی خلافت کی کل مدت سات یا آٹھ یا نو سال ہوگی۔ سات سال عیسائیوں کے فتنہ اور ملک کے انتظامات میں آٹھواں سال دجال کے ساتھ جنگ و جدل میں اور نواں سال حضرت عیسٰی علیہ السلام کی معیت میں گذرے گا اس حساب سے حضرت امام مہدی کی عمر ۴۹ سال ہوگی۔ ان کے بعد حضرت امام کی وفات ہو جائے گی۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام آپکے جنازہ کی نماز پڑھا کر دفن فرمائیں گے اس کے بعد چھوٹے بڑے تمام انتظامات حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ہاتھ میں آجائیں گے۔

تمام مخلوق نہایت امن وامان کے ساتھ زندگی بسر کرتی ہوگی۔ خدا کی طرف سے آپ پر وحی نازل ہوگی کہ میں اپنے بندوں میں ایسے طاقتور بندوں کو ظاہر کرنیوالا ہوں کہ کسی شخص کو ان کے مقابلہ کی تاب نہ ہوگی۔ لہٰذا میرے نیک اور خالص بندوں کو کوہ طور پر لے جاؤ تاکہ وہ وہاں پناہ گزیں ہوجائیں۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کوہ طور کے قلعہ میں جو اب بھی موجود ہے نزول فرما کر اسباب حرب اور سامانِ رسد مہیا کرنے میں سرگرم ہوں گے کہ قوم یاجوج ماجوج سدِ سکندری کو توڑ کر ٹڈی دل کی طرح چاروں طرف پھیل جائے گی، سوائے مضبوط اور مستحکم قلعہ کے کہیں ان سے خلاصی کی صورت نہ ہوگی۔

پیشنگوئی ۲۴

خروج یاجوج ماجوج

یاجوج ماجوج یافث ابن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کا مستقر انتہا بلادِ مشرق بیرون ہفت اقلیم ہے۔ ان کے شمالی جانب دریائے شور ہے جس کا پانی انتہائی سردی کی وجہ سے اس قدر غلیظ اور منجمد ہے کہ اس میں جہاز رانی قطعی ناممکن ہے۔ شرقی اور غربی اطراف میں دیواروں کے دو بڑے پہاڑ ہیں جس کی وجہ سے آمد و رفت کا راستہ مفقود ہے۔ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک گھاٹی تھی جس میں سے یاجوج ماجوج نکل کر ادھر ادھر کے لوگوں

کو توڑ دیا کرتے تھے اس گھاٹی کو ذوالقرنین نے ایک ایسی آہنی دیوار سے جس کی بلندی ان دونوں پہاڑیوں کی چوٹیوں تک پہونچتی ہے اور اس کی موٹائی ۶۰ گز کی ہے بند کرا دیا ہے۔ وہ لوگ دن بھر نقب زنی اور اس کے توڑنے میں مصروف رہتے ہیں مگر رات کو خداوند کریم اپنی قدرتِ کاملہ سے ویسا ہی کر دیتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس دیوار میں ایک سوراخ ہو گیا تھا مگر وہ اتنا نہیں کہ اس میں سے آدمی نکل سکے جب ان کے نکلنے کا وقت آئیگا تب وہ دیوار قدرت خداوندی سے ٹوٹ جائے گی اور وہ نکل پڑیں گے ان کی تعداد اس قدر ہے کہ جب ان کی پہلی جماعت بحیرۂ طبریہ میں پہونچے گی تو اس کا سب پانی پی کر خشک کر دے گی بحیرۂ طبریہ طبرستان میں ایک مربع چشمہ ہے جسکا پھیلاؤ سات سات یا دس دس کوس ہے اور نہایت گہرا ہے۔

جب دوسری جماعت وہاں پہونچے گی تو وہ کہے گی کہ شاید اس جگہ کبھی پانی ہوگا۔ یہ لوگ نکلتے ہی ظلم و قتل، غارتگری، پردہ دری طرح طرح کے عذاب دینے اور لوگوں کو قید کرنے میں لگ جائیں گے۔ یہاں تک کہ کہینگے اب ہم نے زمین والوں کو تو ختم کر دیا چلو آسمان والوں کا بھی خاتمہ کر دیں۔ چنانچہ آسمان پر تیر پھینکیں گے۔ حق تعالے اپنی قدرتِ کاملہ سے ان کے تیروں کو خون آلود کر کے لوٹائیگا۔ یہ دیکھ کر وہ بہت خوش ہونگے کہ اب تو ہمارے سوا کوئی نہیں رہا۔

یاجوج ماجوج کے فتنہ کے زمانہ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام پر غلہ کی اس قدر تنگی ہو جائے گی کہ گائے کے ایک گلہ کی قیمت ایک اشرفی تک ہو جائے گی۔ بالآخر حضرت عیسٰی علیہ السلام دعا کے لئے کھڑے ہوں گے آپکے اصحاب آپکے پیچھے کھڑے ہو کر آمین کہیں گے اس وقت خداوند کریم ایک بیماری بھیجے گا جس کو عربی میں النغف کہتے ہیں یہ ایک قسم کا دانہ ہے جو بھیڑ یا بکری کی ناک اور گردن میں نکلتا ہے اور طاعون کی طرح تھوڑی سی دیر میں ہلاک کر دیتا ہے۔

ساری قوم یاجوج ماجوج اس مہلک مرض سے ایک ہی رات میں مرجائے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ خبر سن کر قلعہ کے اندر سے تفتیشِ حالات کے لئے چند اشخاص کو روانہ فرمائیں گے۔

جب ان کو معلوم ہوگا کہ سب ہلاک ہوگئے اور ان کی سڑی ہوئی لاشوں کی بدبو اور تعفن سے لوگوں کا چلنا پھرنا دشوار ہوگیا ہے تو اس مصیبت کے دفعیہ کے لئے پھر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دست بدعا ہوں گے تب حق تعالیٰ لمبی لمبی گردن اور بڑے بڑے جسم والے جانوروں کو ان پر مسلط کر دے گا۔ وہ جانور کچھ کو تو کھالیں گے اور کچھ کو جزیرہ دل اور دریائے شور میں پھینک دیں گے اور ان کے خون وغیرہ سے زمین کو پاک اور صاف کرنے کی غرض سے بہت زبردست اور بابرکت بارش ہوگی، جو متواتر چالیس روز تک رہے گی اس بارش سے پیداوار نہایت بابرکت اور باافراط ہوگی۔ حتیٰ کہ ایک سیر اناج اور ایک گائے اور بکری کا دودھ ایک کنبے کے لئے کافی ہوگا۔ سب لوگ اس وقت نہایت آسائش اور آرام میں ہوں گے۔ روئے زمین پر سوائے اہلِ ایمان کے اور کوئی نہ رہے گا۔ کینہ، حسد اور بغض بالکل باقی نہ رہے گا۔ سب اطاعتِ خداوندی میں مشغول ہوں گے۔ یہاں تک کہ سانپ بچھو اور درندے بھی ان لوگوں کو ایذائیں نہ پہونچائیں گے۔ قوم یاجوج ماجوج کی تلواروں کی نیامیں، تیر اور کمانیں ایک عرصہ تک بطور ایندھن کام آئیں گی۔ سات سال تک یہ حالات رو بترقی رہیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن) اس کے بعد قدرے خواہشات نفسانی ظہور پذیر ہوں گی۔

یہ جملہ واقعات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ہوں گے۔

دنیا میں آپ کا قیام ۴۰ سال رہے گا۔ آپ کا نکاح ہوگا اولاد پیدا ہوگی پھر آپ انتقال فرما کر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ میں مدفون ہوں گے۔

پیشینگوئی ۲۵

خلافت جہجاہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بعد ایک شخص جہجاہ کو اپنا خلیفہ مقرر کر جائیں گے یہ قحطان اور ملک یمن کے خلیفہ ہوں گے جو نہایت عدل و انصاف کے ساتھ امورِ خلافت کو انجام دیں گے ان کے بعد چند اور بادشاہ ہوں گے جن کے زمانہ میں کفر و جہل کی رسومات عام ہو جائیں گی اور علم بہت کم ہو جائے گا اور الحاد و زندقہ پھیل جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

پیشینگوئی ۲۶

خسف ہوگا اور دھواں اٹھے گا

اس کفر اور الحاد کے زمانہ میں ایک مکان مشرق اور ایک مغرب میں جہاں منکر تقدیر رہتے ہوں گے دھنس جائیگا انہیں دنوں میں آسمان سے ایک دھواں نمودار ہوگا اور زمین پر چھا جائے گا جس کی وجہ سے لوگ نہایت ضیق اور تنگی میں ہوں گے۔ مومنین کو اس سے زکام سا معلوم ہوگا اور کافروں کو نہایت تکلیف ہوگی اور بیہوش ہو جائیں گے۔ کسی کو ایک دن کے بعد کسی کو دو دن کے بعد اور کسی کو تین دن کے بعد ہوش آئے گا۔ یہ دھواں چالیس روز تک مسلسل رہیگا۔ (مسلم)

پیشینگوئی ۲۷

مغرب سے آفتاب طلوع ہوگا

ذی الحجہ کا مہینہ ہوگا یوم نحر کے بعد رات نہایت دراز ہوگی یہاں تک کہ بچے چلا اٹھیں گے، مسافر تنگ دل ہو جائیں گے اور مویشی چراگاہ میں جانے کے لئے شور کریں گے،

پیشینگوئی ۲۱

پہلا نفخ صور جس سے تمام عالم فنا ہو جائے گا

جمعہ کا دن یوم عاشورا یعنی محرم کی دسویں تاریخ کو جب کہ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے ناگاہ ایک باریک لمبی آواز سنائی دے گی بگل کی طرح یہی نفخ صور ہوگا تمام اطرافِ عالم کے لوگ اس آواز کو سننے میں یکساں اور برابر ہوں گے۔ سب حیران ہو جائیں گے کہ یہ کیسی آواز ہے اور کہاں سے آتی ہے رفتہ رفتہ یہ آواز بجلی کی کڑک کی طرح سخت اور بلند تر ہوتی جائے گی تمام عالم میں اس کی وجہ سے بے چینی اور بیقراری پھیل جائیگی جب وہ اپنی پوری سختی اور شدت پر پہونچے گی تب لوگ خوف و دہشت کی وجہ سے مرنے لگیں گے زمین میں زلزلہ آئے گا جس کے خوف اور ڈر سے لوگ گھروں کو چھوڑ کر میدانوں کی طرف اور وحشی جانور آدمیوں کی طرف بھاگیں گے۔ زمین جابجا شق ہو جائے گی سمندر ابل کر قرب وجوار کے مقامات پر چڑھ جائیں گے، آگ بجھ جائے گی، نہایت بلند پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تیز ہوا کے چلنے سے ریت کی طرح اڑیں گے، گرد وغبار کے اٹھنے اور آندھیوں کے آنے کے سبب تمام عالم تیرہ وتار ہو جائے گا وہ آواز دمبدم سخت ہوتی جائے گی، یہاں تک کہ اس کی ہولناکی سے آسمان پھٹ جائیں گے، ستارے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے ہر چیز فنا ہو جائے گی! ابلیس کی روح بھی قبض کر لی جائے گی۔ نفخ صور سے مسلسل چھ ماہ تک نہ آسمان رہے گا نہ ستارے، نہ پہاڑ نہ سمندر، نہ اور کوئی چیز سب کے سب نیست ونابود ہو جائیں گے، فرشتے بھی مر جائیں گے جب سوائے ذات باری عزاسمہ کے کوئی اور باقی نہ رہیگا اس وقت خداوند رب العزت فرمائیگا کہاں ہیں بادشاہ کس کے لئے آج کی سلطنت ہے۔ پھر خود ہی ارشاد فرمائے گا، خدائے یکتا وقہار کے لئے ہے۔ بس ایک وقت تک کیلئے ذاتِ واحد ہی رہے گی۔ ایک مدت کے بعد کہ جس کی مقدار سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا

از سرِ نو پیدائش کی بنیاد قائم کرے گا۔

پیشینگوئی ۳۲

دوسرا نفخ صور جس سے ہر چیز دوبارہ موجود ہو جائے گی

نفخ صور اوّل کے بعد جبکہ چالیس برس کی مقدار زمانہ گذر جائے گا تب اللہ تعالیٰ اسرافیل کو زندہ کر کے نفخ صور کا حکم دیگا، وہ دوبارہ صور پھونکینگے جس سے اوّل ملائکہ حاملان عرش پھر جبرائیل، میکائیل اور عزرائیل اٹھیں گے، پھر نئی زمین و آسمان چاند و سورج موجود ہوں گے اس کے بعد ایک بارش ہوگی جس سے سبزہ کی طرح زمین کا ہر ذی روح جسم کے ساتھ زندہ ہوگا اس دوبارہ پیدا کرنے کو اسلام میں بعث و نشر کہتے ہیں جس کے ثبوت میں بکثرت آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی موجود ہیں۔

یہ صور بیت المقدس کے اس مقام پر جہاں صخرہ معلق ہے پھونکا جائے گا۔ قبروں میں سے لوگ اس شکل میں پیدا ہوں گے جس طرح بطن مادر سے یعنی برہنہ تن بے ختنہ بے ریش مگر صرف سروں پر بال اور منہ میں دانت ہوں گے تمام خورد و کلاں گونگے، بہرے، لنگڑے اور ناتواں ہ۔ سب کے سب سلیم الاعضا پیدا ہوں گے۔ سب سے پہلے زمین سے رسول مقبول صلعم اٹھیں گے آپ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام پھر انبیاء، صدیقین، شہداء و صالحین اٹھیں گے۔ (صحیح بخاری و مسلم) اس کے بعد عام مومنین، پھر فاسقین، پھر کفار تھوڑی تھوڑی دیر بعد یکے بعد دیگرے برآمد ہوں گے۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہوں گے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آپ کے پاس اور دوسری امتیں اپنے اپنے پیغمبروں کے پاس مجتمع ہو جائیں گی۔

شدتِ ہول اور خوف کے باعث سب کی آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہوں گی۔

کوئی شخص کسی کی شرم گاہ پر نظر نہ ڈال سکے گا۔ (صحیح بخاری ومسلم)

جب تمام لوگ اپنے اپنے مقام پر کھڑے ہو جائیں گے تب آفتاب اس قدر نزدیک کر دیا جائے گا کہ اس کی گرمی اور حرارت کی وجہ سے تمام جسموں پر پسینہ جاری ہو جائے گا کسی کا پسینہ صرف پیر کے تلوے میں ہوگا کسی کا ٹخنے تک، کسی کا پنڈلی تک کسی کا زانو تک کسی کا سینہ اور گردن تک۔ جب حسب اعمال پسینہ چڑھ جائے گا اور کفار منہ اور کانوں تک پسینہ میں غرق ہو جائیں گے اور اس سے ان کو سخت تکلیف ہوگی، پیاس کی وجہ سے بیتاب ہوں گے۔ پیاس بجھانے کی غرض سے حوضِ کوثر کی طرف جائیں گے۔

پیشینگوئی ۳۳

حوضِ کوثر کے بارے میں

قیامت کے دن ہر نبی کے لئے ایک حوض ہوگا اور ہر ایک امت کے لئے ایک شناخت اور علامت ہوگی۔

پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کا نام حوضِ کوثر ہے اور وہ تمام حوضوں سے بڑا ہے۔ اس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، اور اس کے آبخورے اتنے ہیں جتنے کہ آسمان کے ستارے۔ آپؐ کی امت کی شناخت اعضاء وضو سے ہوگی کہ اعضاءِ وضو قیامت کے دن نہایت روشن اور چمکدار ہوں گے۔ (صحیحین)

آپؐ اپنی امت کو پہچان کر حوضِ کوثر کے پانی سے سیراب فرمائیں گے، جو ایک مرتبہ پانی پی لے گا پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا

پیشینگوئی ۳۴

شفاعت کے متعلق

میدانِ حشر میں آفتاب کی گرمی کے علاوہ اور بھی نہایت ہولناک امور پیش

آئیں گے اور ایک ہزار سال کی مقدار تک لوگ انہیں تکالیف و مصائب میں مبتلا رہیں گے (صحیحین بالآخر لوگ لاچار اور پریشان ہو کر شفاعت کی غرض سے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر عرض کریں گے کہ اے ابوالبشر آپ ہی وہ شخص ہیں جن کو خداوند عالم نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا، فرشتوں سے سجدہ کرایا، جنّت میں سکونت عطا فرمائی اور تمام اشیا کے نام سکھائے آج ہماری شفاعت فرمائیے تاکہ ہم کو حق تعالیٰ ان مصائب سے نجات دے۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ خداوند کریم آج اس قدر بر سرِ غضب ہے کہ ایسا کبھی نہ تھا اور نہ آئندہ ہوگا چونکہ مجھ سے ایک لغزش سرزد ہوئی ہے وہ یہ کہ باوجود ممانعت کے میں نے گیہوں کا ایک دانہ کھا لیا تھا مجھے اس پر مواخذہ کا ڈر ہے میرے اندر شفاعت کرنے کی ہمت نہیں، ہاں حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے کہ حضرت آپ ہی وہ پیغمبر ہیں جو سب سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے بندۂ شکر گزار کا لقب عطا فرمایا ہے، ہماری حالتِ زار کو دیکھ کر ہماری شفاعت فرمائیے۔ آپ فرمائیں گے کہ آج خداوند کریم ایسا بر سرِ غضب ہے کہ نہ کبھی تھا اور نہ کبھی ہوگا اور مجھ سے ایک لغزش ہوئی وہ یہ کہ میں نے ادب کا لحاظ نہ کرکے اپنے بیٹے کی غرقابی کے وقت بارگاہِ الہٰی میں اس کی نجات کا سوال کیا تھا میں آج اس کے مواخذہ سے ڈرتا ہوں میرا منہ نہیں کہ میں شفاعت کر سکوں۔ تم لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ خداوند قدوس نے ان کو اپنا خلیل فرمایا ہے۔ پس لوگ آپکے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو خلیل کے خطاب سے ملقب فرمایا ہے آگ کو آپ کے لئے برد و سلام کر دیا اور امام بنایا آپ ہماری شفاعت فرمائیے کہ ان تکالیف سے ہماری رہائی ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج خدائے قدوس ایسا بر سرِ غضب ہے کہ نہ کبھی ایسا ہوا اور نہ ہوگا، مجھ سے تین مرتبہ ایسا کلام سرزد ہوا کہ جس میں جھوٹ کا وہم ہو سکتا ہے میں اس

کے مواخذہ سے خوفزدہ ہوں اس لئے مجھ میں شفاعت کرنے کی قوت نہیں ہے. تم لوگ
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ خداوند کریم نے ان کو اپنا کلیم بنایا ہے. لوگ آپ کی
طرف آئیں گے اور عرض کریں گے کہ اے موسیٰ آپ ہی وہ شخص ہیں جن سے بلا واسطہ اللہ تعالیٰ
نے گفتگو فرمائی اور توریت اپنے دستِ قدرت سے لکھ کر دی، ہماری شفاعت کیجئے حضرت
موسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ آج اس قدر بر سرِ غضب ہے کہ نہ کبھی ایسا ہوا
تھا اور نہ ہوگا میرے ہاتھ سے ایک قبطی شخص بغیر اس کی اجازت کے مقتول ہو چکا ہے اس کے
مواخذہ سے ڈرتا ہوں اس لئے میرے اندر شفاعت کرنے کی قدرت نہیں ہاں حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر کہیں گے اے عیسیٰ خدا
نے آپ کو روح اور کلمہ کہا ہے، جبرائیل علیہ السلام کو آپ کا رفیق بنایا اور آیات بینات
عطا فرمائیں آج ہماری شفاعت کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان مصائب سے نجات دے. وہ فرمائیں گے
کہ اللہ تعالیٰ آج اس قدر بر سرِ غضب ہے کہ نہ کبھی ایسا ہوا تھا نہ آئندہ ہوگا، کیونکہ
میری امت نے کبھی تو مجھ کو خدا کا بیٹا قرار دیا اور کبھی عین خدا اور ان اقوال کی تعلیم کو
میری طرف منسوب کیا لہٰذا میں ان اقوال کی تحقیقات کے مواخذہ سے ڈرتا ہوں تاب
شفاعت نہیں رکھتا۔ البتہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ لوگ آنحضرت
صلعم کے پاس آکر عرض کریں گے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ محبوب خدا ہیں اللہ تعالیٰ
نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہوں کی معافی کی بشارت اور خوشخبری دی ہے اگر دوسرے
انبیاء خدا کی طرف سے کسی قسم کے عتاب سے خوفزدہ ہیں تو ہیں مگر آپ تو اس سے مامون اور
محفوظ ہیں، آپ خاتم النبیین ہیں اگر آپ بھی ہم کو نفی میں جواب دیں گے تو پھر ہم کس کے
پاس جائیں، آپ ہمارے لئے درگاہِ رب العزت میں شفاعت فرمائیے کہ ہم کو ان مصیبتوں
سے رہائی ہو آپ فرمائیں گے کہ ہاں مجھی کو خدا نے اس لائق بنایا ہے تمہاری شفاعت کرنا
آج میرا حق ہے. آپ صلعم حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں گے. حق تعالیٰ اس روز حضرت

جبرائیل کو براق دے کر تمام لوگوں کے سامنے بھیجے گا آپ اس پر سوار ہو کر آسمان کی طرف روانہ ہوں گے۔ آسمان پر ایک نہایت نورانی اور کشادہ مکان دکھائی دے گا جس میں حضور صلعم داخل ہوں گے اس مکان کا نام مقام محمود ہے۔ جب تمام لوگ آپ کو اس مکان میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیں گے تب آپ کی تعریف و توصیف کرنے لگیں گے۔ حضور صلعم کو یہاں سے عرش معلی پر تجلی الٰہی نظر آئے گی جس کو دیکھتے ہی آپ سات روز تک مسلسل سر بسجود رہیں گے تب ارشادِ الٰہی ہوگا کہ اے محمد سر اٹھاؤ جو کہو گے سنوں گا، جو مانگو گے دوں گا اگر شفاعت کرو گے قبول کروں گا پس حضور صلعم اپنے سر مبارک کو اٹھا کر خدائے قدوس کی اس قدر حمد و ثنا کریں گے کہ اولین و آخرین میں سے کسی نے نہ کی ہوگی۔ اس وقت آپ فرمائینگے اے خدا! تو نے بذریعہ جبرائیل وعدہ فرمایا تھا کہ قیامت کے روز جو تو چاہے گا دوں گا پس میں اس عہد کا ایفا چاہتا ہوں۔ حق تعالیٰ فرمائیگا میرا پیغام بالکل سچا اور درست تھا آج میں تجھ کو خوش کروں گا اور تیری شفاعت قبول کروں گا۔ زمین کی طرف جاؤ میں بھی زمین پر جلوہ افروز ہونیوالا ہوں۔ بندوں کا حساب لے کر ہر ایک کو حسب اعمال جزا دوں گا پس حضور سرورِ کائنات صلعم زمین پر واپس تشریف لائیں گے۔ لوگ آپ سے دریافت کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں کیا ارشاد فرمایا آپ جواب دیں گے کہ خدائے قدوس زمین پر جلوہ افروز ہونیوالا ہے ہر ایک کو حسب اعمال جزا دیگا۔

پیشینگوئی ۳۵

بندوں کے اعمال کا حساب ہوگا

ساتوں آسمانوں کے فرشتے اتر کر زمین پر سلسلہ وار صف بستہ ہو جائیں گے اس کے بعد عرش معلے کے فرشتے نازل ہو کر صف بستہ ہو جائیں گے، پھر حضرت اسرافیل بحکم خدا دندی صور پھونکیں گے جس کی آواز سے سب لوگ بیہوش ہو جائیں گے اس وقت حق تعالیٰ

عرش پر جلوہ فرما کر نزول فرمائیگا اس عرش کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے کیفیت نزول عرش بوجہ بے ہوشی کسی کو معلوم نہ ہوگی اس کے بعد پھر حضرت اسرافیل صور پھونکیں گے جس سے تمام لوگ ہوش میں آجائیں گے اور عالم غیب کے وہ پردے جو آجتک حائل تھے سب اٹھ جائیں گے۔

سب سے پہلے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوش میں آئیں گے (صحیح بخاری) اس کے بعد حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق بالترتیب تمام لوگ ہوشیار ہو جائیں گے۔ اسوقت چاند اور سورج کی روشنی بیکار ہو جائے گی اور آسمان و زمین اللہ کے نور سے روشن ہو جائے گے۔ سب سے پہلا حکم جو درگاہِ رب العزت سے صادر ہوگا وہ یہ کہ سب خاموش ہو جائیں اس کے بعد ارشاد ہوگا کہ اے بندو عہد آدم سے لیکر اختتام دنیا تک جو بھلی بری باتیں تم کرتے تھے میں سنتا تھا اور فرشتے ان کو لکھتے تھے پس آج تم پر کسی قسم کا جور و ظلم نہ ہوگا بلکہ تمہارے اعمال تم کو دکھلا کر جزا و سزا دی جائے گی۔

جو شخص اپنے اعمال کو نیک پائے گا اس کو چاہیئے کہ خدا کا شکر ادا کرے اور جو اپنے اعمال کو بری صورت میں پائے وہ اپنے اوپر ملامت کرے۔ اس کے بعد جنت و دوزخ کو حاضر کرنے کا حکم ہوگا تاکہ لوگ ان کی حقیقت کا معائنہ کرلیں۔ اس دن اگر کوئی شخص ستر پیغمبروں کے اعمال کے موافق بھی عمل رکھتا ہوگا تب بھی یہی کہے گا کہ افسوس آج کے دن کے لئے میں نے کچھ بھی تو نہ کیا۔

جہنم کی گرمی اور بدبو اس قدر ہوگی کہ ستر سال کی مسافت تک پہونچتی ہوگی اسکے بعد بندوں کے اعمال ذی صورت بنا کر حاضر کر دیئے جائیں گے نماز، روزہ، حج زکوٰۃ جہاد، عتاق، تلاوت قرآن، ذکر الٰہی وغیرہ اعمال خیر عرض کریں گے کہ رب العزت ہم حاضر ہیں۔ حکم ہوگا کہ تم سب نیک اعمال ہو اپنی اپنی جگہ پر موجود رہو موقع پر تم سب سے دریافت ہوگا ان کے بعد اسلام حاضر ہو کر کہے گا خدا وندا تو سلام ہے اور میرا اسلام ہونا

حکم ہوگا کہ قریب آ کیونکہ آج تیرے ہی ترک کی وجہ سے مواخذہ ہوگا اور تیرے ہی سبب سے لوگوں سے درگذر کی جائے گی (لفظ اسلام سے مراد کلمۂ توحید لاالہ الااللہ ہے) اس کے بعد ملائکہ کو حکم ہوگا کہ ہر ایک کے اعمال نامہ کو اس کے پاس بھیجدو پس ہر ایک کا اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں آجائے گا۔

مومنین کا اعمال نامہ سامنے کے رخ سے دائیں ہاتھ میں اور کفار کا پشت کیطرف سے بائیں ہاتھ میں جب ہر ایک اپنے اپنے اعمال نامے کو دیکھیگا تو بموجب حکم خداوندی ایک ہی نظر میں اپنے نیک و بد اعمال کو ملاحظہ کرلیگا۔

اب حکمت خداوندی کا تقاضہ ہوگا کہ ہر ایک سے سوال کیا جائے چنانچہ سب سے پہلے کافروں سے توحید اور شرک کے متعلق سوال ہوگا وہ جواب دیتے ہوئے شرک سے صاف انکار کر دیں گے کہ ہم نے ہرگز شرک نہیں کیا ان کے خلاف زمین دن و رات اور وہ فرشتے جو انکے اعمال کو لکھتے تھے ہاتھ پیر، بدن کے اعضا اور خود ان کی زبانیں شہادت دیں گی۔ تب ان کو جہنم میں ڈالدیا جائیگا اور تمام مشرکین آتش پرست، دہریئے، یہودی، نصاریٰ اور منافقین جہنم کے مختلف طبقات میں گوناگوں عذاب میں مبتلا کر دیئے جائیں گے اور ہمیشہ وہ جہنم میں رہیں گے۔

میدانِ محشر میں مسلمانوں کے حالات بھی حسب اعمال مختلف ہوں گے۔ کچھ لوگ تو بلاحساب جنت میں داخل کئے جائیں گے اور کچھ اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد جنت جائیں گے اور نہایت عیش و آرام کے ساتھ مختلف درجات میں ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہینگے۔

مُقاماتِ تصوّف

تصنیف

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سنبھلی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بنارس۔(یوپی)

مقامات تصوف میں شعبہ اصلاح نفس واخلاق سے متعلق مفید ترین مسائل اور احسان وتصوف کو نہایت پاکیزہ انداز میں پیش کیا گیا ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ تصوف دین وشریعت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے اور نہ کسی حال میں وہ اسلامی شرائع واحکام سے مستغنی ہوسکتا ہے۔اس کے علاوہ علم تصوف کی تعریف وحقیقت، بیعت کی حقیقت اور اس کی ضرورت، ہندوستان میں رائج مشائخ طریقت کے مشہور سلاسل تصوف کا تفصیلی تعارف، سلاسل چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ کے بانی اکابر کے احوال واقوال نیز دیگر علمی واخلاقی مباحث کو بلیغ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔جس کا صحیح اندازہ کتاب کے مطالعہ ہی سے ہوسکتا ہے